مفہوم القرآن

جلد دوم



رفعت اعجاز

بیت القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [سورة القمر ١٧]

"اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کیلیے بالکل آسان بنادیا ہے پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے"؟

مطالب قرآن آسان زبان میں

مفہوم القرآن

جلد دوم

﴿ پارہ 6 تا 10 ﴾

رفعت اعجاز

BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاهور- پاکستان

نام کتاب	مفہوم القرآن جلد دوم ﴿پارہ 6 تا 10﴾
تألیف	رفعت اعجاز
نظر ثانی	ابوعکاشہ عبداللطیف حلیم
کمپوزنگ سیٹنگ	حافظ سعید عمران، قاری محمد اکرم محمدی
ایڈیشن اول	مارچ 2007
پبلشر	بیت القرآن لاہور پاکستان
ہدیہ	55 روپے

برائے رابطہ

بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر 150، جی پی او، لاہور، پاکستان۔

فون: 111 737 111-042 ایکسٹینشن 115 فیکس 111 737 111-042 ایکسٹینشن 111

ویب سائٹ www.bait-ul-quran.org ای میل info@bait-ul-quran.org

پبلشر نوٹ

1. ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ ''بیت القرآن'' اپنی مطبوعات پر منافع وصول نہیں کرتا بلکہ اشاعت فنڈ وصول کرتا ہے جو کہ صرف کتاب کی پرنٹنگ، کاغذ اور بائنڈنگ کی لاگت ہے، البتہ تاجران کتب پرنٹ شدہ ہدیہ وصول کر سکتے ہیں۔

2. ''بیت القرآن'' کی مطبوعات منظر عام پر آئیں تو بہت سے حضرات و خواتین نے اس منفرد کام کو سراہتے ہوئے اس کار خیر میں مالی تعاون کی پیشکش کی ہے تو اس حوالے سے عرض ہے کہ ادارے سے مالی تعاون کی بجائے اس کار خیر میں شرکت کی بہترین اور واحد صورت یہ ہے کہ آپ ''بیت القرآن'' کی مطبوعہ کتب خرید کر لوگوں میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

3. ہم نے قرآنی آیات کی طباعت کے وقت ہر صفحہ بغور پڑھا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ان کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں، پھر بھی اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ یقیناً سہواً ہوئی ہے، آپ فوراً ہمیں اطلاع دیں، ہم اسے درست کر دیں گے۔ اور اگر غلطی سے بائنڈر کچھ صفحات آگے یا پیچھے لگا دے یا صفحات کم و بیش ہوں تو ادارہ ایسی غلطی کو بھی درست کرنے کا ذمہ دار ہے، آپ ایسا نسخہ واپس کر کے صحیح نسخہ حاصل کر سکتے ہیں۔ شکریہ

فہرست

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ

مظلوم کا حق

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿148﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿149﴾

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، سوائے اس کے کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ ﴿148﴾ (مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ بدگوئی کا حق تم کو ہے) لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم برائی سے درگزر کرو (تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا ہے، (حالانکہ وہ سزا دینے پر) پوری قدرت رکھتا ہے۔ ﴿149﴾

تشریح: ان آیات میں معاشرے کی اصلاح کا بہترین اصول بتایا گیا ہے۔ ایک طرف تو یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ ظلم کے خلاف آواز ضرور اٹھائی جائے اور ظلم کے بدلے میں تم بھی اس پر اتنا ہی ظلم کر سکتے ہو لیکن بہترین عمل یہ ہے کہ تم اس کو معاف کر دو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیکی خواہ چھپا کر کی جائے یا علانیہ کی جائے دونوں صورتوں میں بہترین عمل ہے اور رب رحمٰن اس کی جزا ضرور دے گا۔ معاف کر دینے سے دشمن دوست بن جائے گا اور یوں پھیلتی ہوئی دشمنی اور فساد بڑی آسانی سے سمٹ جائے گا۔ عدالتی کارروائی ظلم کو تو روک سکتی ہے مگر دلوں میں پلنے والی دشمنی ختم نہیں ہو سکتی۔ یہ اخلاقی درس جو قرآن نے دیا ہے بہترین طریقہ ہے۔

آخر میں فرمایا کہ معاف کرنا اور درگزر کرنا اللہ رب العزت کی صفت ہے۔ اگر تم درگزر کرو گے تو یقیناً تم اس کے مقبول ترین بندوں میں شامل ہو سکو گے۔ ابو عبداللہ جدلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے، نہ فحش کام کرتے تھے، نہ آپ بازاروں میں شور و غل کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ آپ ﷺ معاف کر دیا کرتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔'' (جامع ترمذی)

مکمل کفر اور اس کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿150﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿151﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ﴿150﴾ وہ سب پکے کافر

ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔﴿151﴾

تشریح: ان آیات میں کفار کے کفر کی خوب وضاحت کی گئی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں ہم کچھ رسولوں پر ایمان لاتے ہیں کچھ پر ایمان نہیں لاتے گویا وہ اپنی طرف سے ایک نیا دین بنانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں ہرگز اجازت نہیں کہ کچھ رسولوں کو مانو اور کچھ کو نہ مانو۔ تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ان کے لیے ہم نے ایسی سزا تیار کر کے رکھی ہے جو ان کو ذلیل وخوار کر دے گی۔ کیونکہ اللہ پر ایمان لانا اس کے رسول پر اور ان تمام رسولوں پر جو پہلے گزر چکے نیز ان تمام کتابوں پر ایمان لانا جو ان تمام رسولوں پر نازل کی گئیں اور روز آخرت پر ایمان لانا، جو شخص ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو وہ نہ مومن ہو سکتا ہے اور نہ مومن جیسا اجر وثواب اس کو مل سکتا ہے۔ اس کے لیے تو صرف ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہی تیار کیا گیا ہے۔

ایمان والوں کو خوشخبری

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿152﴾

ع 21/11

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں فرق نہ کیا، اللہ ان کو ان کے ثواب جلد دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔﴿152﴾

تشریح: اس آیت میں سچے مومن کی تعریف کی گئی ہے۔ یعنی مومن وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اس کے تمام رسولوں کو مانے تو ایسے مومن اللہ رب العزت کی طرف سے بخشش کے مستحق ہیں اور اللہ کا وعدہ سچا اور پکا ہے۔ کیونکہ وہی معاف کرنے والا ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔ ایسے ہی لوگ دنیا وآخرت میں نجات پائیں گے۔

اہل کتاب کی شرارتیں

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿153﴾

اہل کتاب آج اگر تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی کتاب ان پر نازل کراؤ تو اس سے کہیں بڑا مطالبہ یہ موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے ہیں۔ اس سے تو انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ دکھا دو اور اسی سرکشی کی وجہ سے یکا یک ان پر بجلی ٹوٹ پڑی تھی، پھر انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ اس پر بھی ہم نے ان سے درگزر کیا۔ ہم نے موسیٰ کو صریح

دلیل عطا فرمائی۔(153)

تشریح: اس آیت میں یہود کی بدترین عادات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہوا اس طرح کہ یہود کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور خواہ مخواہ کی حجت بازی شروع کر دی۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ایک مکمل کتاب ایک ہی دفعہ پوری اتارنے کو کہیں جیسا کہ ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام پوری کتاب لائے تھے، پھر ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ اس پر اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ یہ قوم تو ہمیشہ سے بگڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کو ستایا اور ان کو قتل کیا جس کی وجہ سے ان پر اکثر عذاب آئے، مثلاً بجلی ان پر کڑکی یہ مر گئے، پھر زندہ کئے گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے سیدھے ہو جاتے، پھر وہی ہٹ دھرمی، ضد اور نافرمانی کرنے لگتے۔ ان کے بارے میں سورۂ بقرہ آیت 55 میں تفصیل گزر چکی ہے۔

یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ قوم انتہائی بگڑی ہوئی اور نافرمان ہے۔ انہوں نے تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے پھر بھی ان کو معاف کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ان پر بڑائی عطا کی۔ بنی اسرائیل کا قصہ بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے اب دوبارہ ذکر ہو رہا ہے۔

یہود کی بداعمالیاں

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿154﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿155﴾ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿156﴾

اور ہم نے ان پر طور (پہاڑ) کو اٹھا کر ان سے پختہ عہد لیا۔ ہم نے ان کو حکم دیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور اس پر ان سے پکا وعدہ لیا(154) آخر کار ان کی عہد شکنی کی، اللہ کی آیات کو جھٹلانے اور (متعدد) پیغمبروں کو بغیر وجہ کے قتل کرنے کی وجہ سے (ان کی یہ سزا تھی) اور یہاں تک کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں، حالانکہ ان کی باطل پرستی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اسی لیے ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں۔(155) اپنے کفر میں یہ لوگ اتنے بڑھ گئے کہ انہوں نے حضرت مریم پر سخت بہتان لگایا(156)

تشریح: یہود کی بدنیتی اور کفر کی بے شمار باتیں ہیں جو سورۂ بقرۃ میں آیات 58-59-65 اور 88 میں بڑی تفصیل سے بیان کی جا چکی ہیں۔ یہاں دوبارہ مختصراً بتایا جا رہا ہے صرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لیے کہ آپ ان سے بالکل پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ

ایک دفعہ یہ کفر میں اتنے بڑھ گئے کہ ہم نے کوہ طوران پر پھینکنا چاہا تب انہوں نے اطاعت کا وعدہ کیا، پھر شہر ایلیا میں ہم نے کہا جھک کر جانا، پھر ان پر ہفتے کے روز مچھلی کے شکار پر پابندی لگائی۔ مگر انہوں نے ہمارے تمام احکام سے روگردانی کی اس پر ہم نے ان کو دنیا میں بھی ذلیل کیا اور آخرت میں بھی سزا دیں گے۔ یہ ایسے بہتان تراش ہیں کہ حضرت مریم جن کی بے گناہی تیس سال پہلے ثابت ہو چکی تھی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر معجزہ ہوا تھا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا تھا اب جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس سال کے ہو گئے اور انہوں نے نبوت کا کام شروع کیا تو قوم نے باقی اور کئی قسم کی بدتمیزیوں کے علاوہ ایک یہ بھی بدتمیزی کی کہ ان کے بن باپ کے پیدا ہونے پر ماں و بیٹا دونوں پر انتہائی برا الزام لگایا جو کہ بالکل غلط اور جھوٹا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ اور ان کا زندہ اٹھایا جانا

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ (157) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (158) وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ (159)

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا، حالانکہ اصل میں نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ بلکہ یہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے صرف گمان کی ہی پیروی ہے۔ انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا۔(157) بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا، اللہ زبردست طاقت رکھنے والا، حکیم ہے۔(158) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دے گا۔(159)

تشریح: ان آیات کا مضمون بالکل واضح ہے۔ تفصیلات اس کی سورۂ آل عمران میں بیان کی جا چکی ہیں یہ جو بار بار یہود کا ذکر کیا جا رہا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ ایک تو نبی کریم ﷺ کو تسلی ہو اور دوسرے مسلمانوں کو بتانے کیلیے کہ ان لوگوں سے عبرت حاصل کریں ان کے راستوں پر نہ چلیں کیونکہ برے کاموں کا برا ہی انجام ہوتا ہے جیسا کہ یہودیوں کو سزا ملی۔ بارہا معاف کرنے پر بھی جب وہ برائیوں سے باز نہ آئے تو پھر ان کو سخت سزا دی گئی۔

یہود پر پابندی

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

كَثِيْرًا ﴿160﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿161﴾

غرض ان یہودی بن جانے والوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس لیے کہ یہ ہمیشہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔﴿160﴾ اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کردیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔﴿161﴾

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ یہ بڑی ہی خراب قوم تھی نہ صرف یہ کہ خود ہی برائی کرتے بلکہ دوسروں کو بھی برائی کی ترغیب دیتے، نیک کاموں میں رکاوٹ ڈالتے، سود کھاتے، ناجائز مال بھی کھاتے، اسی لیے ان کی شریعت کے قانون سخت کر دیئے گئے اور سزا کے طور پر سخت پابندیاں عائد کی گئیں، یعنی کئی حلال چیزیں ان پر حرام کردی گئیں اور نیک لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے لیے آخرت میں دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ مسلمان یا جو بھی شخص اپنی زندگی ان کی طرح گزارے گا۔ عذاب سے بچ نہ سکے گا۔

صالحین کے لیے انعام

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿162﴾ ع 22/10/2

مگر ان میں جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں اور ایماندار ہیں۔ وہ سب اس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھی اس طرح کے ایمان لانے والے، نماز و زکوۃ کی پابندی کرنے والے، اللہ اور روز آخرت پر سچا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو ہم ضرور اجر عظیم عطا کریں گے۔﴿162﴾

تشریح: اس آیت میں جیسا کہ اوپر آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے جو لوگ نیک ہیں تمام نیکی کے کام کرتے ہیں ان کو یقیناً آخرت میں اجر عظیم دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، پس اگر وہ ایسا کرلیں تو وہ اپنا جان و مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (صحیح مسلم)

اللہ کی وحی

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ﴿163﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ﴿164﴾

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولاد یعقوب، یونس، ہارون، اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور دی ﴿163﴾ ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔﴿164﴾

تشریح: ان آیات میں حضرت محمد ﷺ پر وحی کی کیفیت، سابقہ انبیاء ورسل اور آسمانی کتابوں کا ذکر بڑے پیارے انداز میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا رسول بن کر آنا اور اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا نہ تو کوئی عجیب بات ہے اور نہ ہی فطرت کے خلاف۔ کیونکہ جب ہم نے پوری کائنات کو بنایا تو اس میں نباتات، جمادات، حیوانات اور انسان سب کچھ ہی پیدا کیا مگر انسان کو اپنا نائب بنا کر بھیجا اس کو عقل، علم اور اختیار کی طاقتیں عطا کر دیں، جبکہ باقی ہر چیز میں اللہ کی راہنمائی نظر آتی ہے مثلاً: ذروں کے اندر ان کے اجزاء، کائنات میں سیارے، نباتات کا عمل، شہد کی مکھی کا بہترین عمل، پرندوں کا گھونسلے بنانا، بچے پیدا کرنا، پرندوں کا موسموں کے بدلنے پر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا یہ سب ان چیزوں کی جبلت (Instint) یعنی ان کی فطرت میں اللہ رب العزت نے رکھ دیا ہے وہ اس کے علاوہ کچھ بھی کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ جبکہ انسان اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہے اس کو اللہ نے اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہے مگر اس کو جبلت سے اوپر راہنمائی کا درجہ علم اور عقل کے ساتھ ارادہ اور اختیار بھی عطا کر دیا اس سے اوپر رہنمائی کا درجہ وجدان (Intuition) ہے۔ یہ درجہ بہت کم اور خاص خاص انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وجدان کا مطلب ہے عقلی دلائل کے بغیر براہ راست کسی معاملے میں حقیقت کو پا جانا، یعنی (Direct Pereeption) عقل اور وجدان بھی بعض اوقات ایک مسئلہ کے کئی نتیجے نکال دیتے ہیں۔ یہ اختلاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عقل و وجدان سے اوپر بھی کوئی ہدایت یا راہنمائی کا ذریعہ موجود ہے جس سے شک وشبہ ختم ہو جائے اور انسان بالکل ٹھیک نتیجہ نکال سکے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سیدھی راہ ڈھونڈنے میں ہوا۔ یہ ذریعہ وحی کا ذریعہ ہے۔ وحی نبی یا رسول پر ہوتی ہے۔ نبی یا رسول اس شخص کو کہتے ہیں جس کو اللہ رب العزت اپنے بندوں میں سے لوگوں کو ہدایت

دینے کے لیے چن لیتا ہے، پھر اس کو اپنا پیغام وحی کے ذریعہ دیتا ہے۔ وحی کیا ہے؟ اللہ کا پیغام ایک خاص فرشتے کے ذریعہ سے نبی کو دیا جاتا ہے اس کا نام قرآن میں جبرئیل علیہ السلام بتایا گیا ہے۔ بعض دفعہ وجدانی کیفیت میں دل میں کوئی بات آ جاتی ہے اس کو الہام کہا جاتا ہے اور بعض اوقات اللہ نے اپنے رسولوں کو کتابیں بھی دیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور حضرت داوٗد علیہ السلام کو زبور دی گئی اور پھر جیسا کہ اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت ملی کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسے بات چیت کی جس طرح آمنے سامنے بات چیت کی جاتی ہے اسی لیے ان کو کلیم اللہ کا لقب دیا گیا ہے، یعنی اللہ سے بات کرنے والا۔ مذکورہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے شمار انبیاء اور رسل بندوں کی راہنمائی کے لیے بھیجے گئے ہیں بعض کا ذکر تو آپ سے کیا گیا ہے، مثلاً نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب، یونس، ہارون، سلیمان اور داوٗد علیہم السلام۔ مگر ان کے علاوہ بے شمار نبی اور رسول بھیجے گئے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں کیا گیا جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ کو شریعت بھی دی گئی۔'' (قرطبی)

جس طرح یہ تمام انبیاء رب کا پیغام لے کر لوگوں کے پاس آئے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ انسانوں کو نیک، پاک صاف اور کامیاب زندگی گزارنے کے بہترین اصول نبی اور رسول بتاتے رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نے ایک ہی پیغام دیا، یعنی توحید اور پھر نیک بندوں کو خوشخبری دی اور برے بندوں کو اللہ کے غضب، ناراضگی اور سزا سے ڈرایا۔ فرق صرف یہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسول کسی خاص قوم یا ملک کے لیے آئے اور ان کی تعلیمات میں تحریف ہوتی رہیں، جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے لیے ایسا مکمل اور دیرپا نظام شریعت لے کر آئے کہ جو ہمیشہ سلامت رہے گی اور بہترین اتنی کہ اس کے بعد اب نہ کسی شریعت کی ضرورت رہی نہ نبی کی۔ یہ آخری نبی ہیں۔ اتنا کچھ جان لینے کے بعد بھی کچھ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں پریشانی ہو رہی تھی۔ یہ تو پھر ان کی بدنصیبی ہی ہو سکتی ہے اور کیا کہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی اور عمل کرنے کی پوری طرح سعادت نصیب کرے آمین۔ ''اور ہمیں نیک اور سیدھے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا کر۔'' (الفاتحہ)

اللہ کی گواہی اور کفار کے لیے جہنم

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿165﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿166﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿167﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿168﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

فِيهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿169﴾

یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تا کہ ان کو بھیج کر لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔﴿165﴾ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے تم پر نازل کیا ہے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور اس پر فرشتے بھی گواہ ہیں اگر چہ اللہ کا گواہ ہونا ہی کافی ہے۔﴿166﴾ جو لوگ اس کو ماننے سے خود انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ وہ یقیناً گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔﴿167﴾ اس طرح جن لوگوں نے کفر و نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا اور ظلم و ستم پر اتر آئے اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا اور انہیں کوئی راستہ نہ دکھائے گا۔﴿168﴾ سوائے جہنم کے راستہ کے اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔﴿169﴾

تشریح: ان آیات میں بڑے واضح طریقہ سے بتا دیا گیا ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف قوموں کے لیے ہدایت کی راہ دکھانے کے لیے اللہ کی طرف سے ہمیشہ پیغمبر بھیجے جاتے رہے ہیں، تا کہ حساب کتاب کے دن جو کہ آ کر رہے گا کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اللہ مجھے تو کسی نے نیکی و بدی کا فرق ہی نہیں بتایا اللہ رب العزت بڑا دانا اور حکمت والا ہے۔ اسی لیے اس نے بندوں کو برے کاموں کے انجام، یعنی جہنم سے ڈرانے کے لیے اور اچھے کاموں کے بدلہ میں جنت کی خوشخبری دینے والے رسول بھیجے اس بات پر صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے مگر اللہ نے اس بات پر فرشتوں کو بھی گواہ بنا رکھا ہے۔ اب کچھ لوگوں کی بدنصیبی ہے کہ وہ نہ خود ہدایت اختیار کرتے ہیں نہ دوسروں کو نیکی کی راہ پر چلنے دیتے ہیں۔ یہ شیطان فطرت لوگ گمراہی کے راستوں پر بہت دور نکل چکے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو رب کریم ہرگز معاف نہ کرے گا اور نہ ہی ان کو ہدایت ملے گی کیونکہ وہ نیک راہ اختیار کرنا ہی نہیں چاہتے، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں ڈال دے گا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا بھگتیں گے اور یہ سزا دینا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے۔

آخری رسول کی آمد

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿170﴾

لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آ گیا ہے، ایمان لے آؤ، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔﴿170﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ جل شانہ انسانوں کو خبردار کر رہا ہے کہ یہ رسول تمہارے پاس بہترین تعلیم اور زندگی کے شاندار اصول اور آخرت میں عزت و آرام کی بہترین ہمیشہ رہنے والی زندگی کے راستے بتانے کے لیے آیا ہے۔ یہ تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی عنایت اور مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری نجات کا بندوبست کر دیا ہے۔ اب اگر تم اس کو نہیں مانتے تو اپنے

برے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ تمہارے انکار سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اس نے اپنے علم اور حکمت سے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کائنات کی تمام چیزیں بنائی ہیں اس کو تمہاری نافرمانی سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اور نہ ہی وہ تمہارے اعمال و کردار سے بے خبر ہے۔

اہل کتاب کو غلو سے روکنا

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع 23/9/3

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور اللہ کی طرف سوائے سچ کے اور کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم اور کچھ نہ تھے سوائے اس کے کہ اللہ کے رسول تھے اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں۔ باز آ جاؤ یہ تمہارے لیے ہی بہتر ہے۔ بیشک الٰہ تو صرف ایک اللہ ہی ہے وہ اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ساری چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں اور ان کی خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔﴿۱۷۱﴾

تشریح: اس آیت میں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں۔ عیسائیوں نے اپنے رسول کو اس قدر بلند کر دیا کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا ہی بنا دیا بجائے اس کے کہ وہ ان کو صرف ایک رسول سمجھ کر ان کے پیغام پر عمل کرتے انہوں نے ان کو اللہ کا درجہ دے دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام انسان سے مختلف ہوئی تھی تو اس کے لیے اللہ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ یہ ہماری مرضی کے مطابق ہوا اب اس کھوج میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ مرضی اللہ کی کیوں تھی اور کیسے تھی؟ بس اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بھی یہی کہا کہ ہم نے مٹی کا پتلا بنایا اور اس میں روح پھونک دی۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کی طرف فرمان بھیجا۔ ایک روح تھی اللہ کی طرف سے ہر بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ کے فرمان سے ہی اس کی ابتدا ہوتی ہے اور اللہ کے فرمان سے ہی اس میں زندگی (روح) پڑتی ہے۔ اور اللہ کے فرمان مرضی اور ارادہ ہی سے بچہ مکمل ہو کر پیدا ہوتا ہے اور پھر اللہ ہی کی مرضی سے عمر پاتا ہے، زندگی گزارتا ہے اور اللہ ہی کی مرضی سے مر جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اللہ جل شانہ کی خاص مرضی، خاص ارادے اور خاص حکمت کا نتیجہ ہے۔ عیسائی تین خداؤں کے چکر میں پڑ گئے۔ ان میں بھی کئی فرقے بن گئے، کوئی تو عیسیٰ، اللہ اور روح القدس کو رب ماننے لگے کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مریم کو ملا کر تین اللہ بنا لیے (استغفر اللہ) تو یہ سب تمام باطل عقائد ہیں۔ اللہ

نے فرمایا کہ میں نے مریم کو بیٹے کی بشارت دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برگزیدہ انسان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا پیغمبر بنانے کے لیے چن لیا۔ حکم ہوتا ہے کہ اس کی بات مانو اللہ ایک ہے اور وہ اس بات سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب اللہ رب العزت کا ہے اور اس تمام نظام کائنات کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی ہے۔ اس کو کسی کام کی مشکل پیش نہیں آتی کہ کسی رشتہ دار کو مدد کے لیے بلائے۔ وہ تو بس ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اپنی پوری قدرت، طاقت اور عظمت کے ساتھ۔ قرآن مجید میں کتنے مقامات پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“ (وہ تمام چیزوں پر مکمل طور پر قدرت رکھتا ہے)

اللہ کی عبادت کی جزا اور انکار کی سزا

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿172﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ﴿173﴾ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿174﴾

مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔﴿172﴾ اس وقت وہ لوگ جنہوں نے ایمان لا کر نیک طرز عمل اختیار کیا ہے اپنے اجر پورے پورے پائیں گے اور اللہ اپنے فضل سے ان کو مزید اجر دے گا۔ اور جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا ان کو اللہ دردناک سزا دے گا۔﴿173﴾ اور اللہ کے سوا (جن جن کی سرپرستی ومددگاری پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے) کسی کو بھی اپنے لیے حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔﴿174﴾

تشریح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہی شان اور حق ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ انہوں نے تو ہمیشہ اللہ رب العزت کی بندگی میں ہی زندگی گزاری جس بندے کو رب نے نبی کے طور پر چنا ہوتا ہے وہ تو شروع سے ہی اس کا برگزیدہ، نیک فطرت، متقی اور عبادت گزار بندہ ہوتا ہے تو اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بچپن ہی سے خدا ترس اور انتہائی پاکیزہ فطرت کے مالک تھے نہ انہوں نے کبھی تکبر کیا تھا اور نہ ہی کبھی اللہ کی بندگی سے انکار کیا تھا، پھر اللہ جل شانہ خبردار کرتے ہیں کہ انسانوں میں جو بھی میری بندگی سے انکار کرے گا، تکبر کرے گا، میرے سامنے جھکنے کو اپنی عزت کے خلاف سمجھے گا، یعنی توحید سے انکار کرے گا تو سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ میں سب لوگوں کو ایک دن جو مر چکے یا جو ابھی زندہ ہیں اپنے پاس جمع ہونے کا حکم دوں گا اور وہ دن ضرور آئے گا۔ اس دن جن لوگوں نے صراط مستقیم کی راہ اختیار کی ہوگی، قرآن وسنت پر عمل کر کے نیک اور صالح زندگیاں گزاری ہوں گی ان کو ان کے

اعمال کے بدلے میں بہترین انعام دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کے اصل اجر سے کئی گنا زیادہ انعامات ان کو دیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ شرک و کفر پر مبنی زندگی گزاریں گے اللہ رب العزت کی عبادت، یعنی رکوع و سجود سے دور بھاگیں گے تکبر کریں گے تو ایسے لوگوں کو آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے گا اور پھر وہاں وہ کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق سب سے زیادہ خوش بخت وہ شخص ہو گا جس نے پورے خلوص دل کے ساتھ '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کا اقرار کیا ہو گا۔ (بخاری)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا درجہ دیا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتہائی عبادت گزار اور اللہ کے فرمانبردار بندے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں قیامت کا یقینی ایمان نصیب فرمائے۔ قیامت کے دن کی سختیوں سے بچائے اور اپنی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

اللہ پر یقین کرنے کی دلیل

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿175﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿176﴾

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے ﴿175﴾ اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے اللہ ان کو اپنی رحمت اور فضل و کرم میں چھپا لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا ﴿176﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ رب العزت اپنے بندوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے تمہاری ہدایت اور راہنمائی کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایک ایسی کتاب (قرآن) بھیج دی ہے جس کو بہترین روشنی کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں بڑے واضح، آسان اور بہترین اصول مثالیں دے دے کر بتائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے جو لوگ اللہ پر یقین کریں گے وہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب (قرآن) پر یقین کریں گے اور بڑی ہی مضبوطی سے اس میں نازل شدہ ہدایات پر چلیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں گے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت میں بہترین زندگیاں گزار سکیں گے ایسے نیک اور اچھے لوگوں سے تو اللہ ویسے ہی ہر وقت خوش رہتا ہے تو جس نے اللہ کو خوش کر لیا تو گویا اس نے نجات کا بہترین راستہ ڈھونڈ لیا۔ جب ایک بندہ اپنے لیے ٹھیک اور اچھا راستہ ڈھونڈ لیتا ہے تو پھر یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس راستے میں جتنی بھی رکاوٹیں یا مشکلات آتی ہیں ان کو اپنے فضل و کرم اور اپنی طاقت سے دور کر دیتا ہے اور یوں نیک بندے کے لیے نیکی کی راہیں بالکل آسان ہو جاتی ہیں۔

میراث کے باقی احکام

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ
وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا
24 5 4 وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۠ ﴿۱۷۶﴾

لوگ آپ سے کلالہ کے معاملہ میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکہ میں سے دو تہائی کی وارث ہوں گی۔ اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کی مثل حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے احکام کی وضاحت کرتا ہے۔ تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ﴿۱۷۶﴾

تشریح: اس آیت میں کلالہ کے بارے میں تفصیلاً دوبارہ بتایا جا رہا ہے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا اور آپ ﷺ نے ان کو جواب تب دیا جب اس مسئلہ کے بارے میں وحی نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ کلالہ وہ ہوتا ہے جس کا نہ باپ زندہ ہو نہ کوئی اولاد ہو، صرف بھائی بہن ہوں۔ تو ان کو میراث اس طرح ملے گی۔ اگر میت کی فقط ایک بہن ہے تو وہ اس کے ترکہ میں سے آدھا مال پائے گی، یعنی بہن کا حصہ جب میت کا ترکہ باپ اور اولاد نہ ہو بیٹی کے برابر ہے۔ اگر بہن مر گئی اور وارث صرف بھائی ہے تو بھائی کو بہن کا سارا مال مل جائے گا۔ اگر بھائی نے دو یا دو سے زیادہ بہنیں چھوڑیں تو ان دونوں کو دو تہائی مال ملے گا۔ اگر بہت سے بہن بھائی ملے جلے وارث ہیں تو سارا مال ان میں اس حساب سے تقسیم ہو جائے گا کہ مرد کا ایک حصہ عورت کا آدھا حصہ۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت نے اس لیے کھول کھول کر پوری تفصیل سے بتایا ہے۔ کہ وہ انسان کی کمزوریوں اور اس کے ہر قسم کے مسائل خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اسی لیے بنے بنائے اصول وقوانین انسان کو دے دیئے کہ انسان مشکلات سے بچ سکے اور لڑائی، جھگڑا، غلط فہمیوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہے اور سیدھے راستے سے بھٹک نہ جائے۔ اسی کے ساتھ اللہ کے فضل وکرم سے سورۃ النساء مکمل ہوتی ہے۔ الحمد للہ۔ اللہ رب العزت اس چھوٹی سی خدمت کو قبول کرے میرے مقصد کے مطابق اس لکھے ہوئے کو بچوں کے لیے راہنمائی کا بہترین ذریعہ بنائے۔ آمین۔

تعارف سورۃ المائدہ

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت پانچویں ہے۔ یہ مدنی سورت ہے کیونکہ یہ سن پانچ ہجری سے سن چھ ہجری تک آہستہ آہستہ نازل ہوئی۔ اس کی ایک آیت میدان عرفات میں آخری حج کے موقع پر اتری، جس میں مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ یہ دین آج تمہارے لیے

بالکل مکمل ہو گیا ہے اور یہی دین تمہارے لیے چن لیا گیا ہے، اس کا نام اسلام ہے۔ اس سورت کے شروع میں ہر قسم کے اخلاقی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے وعدہ کی حفاظت کا حکم ہے کیونکہ انسانی زندگی کی کامیابی کا دارومدار وعدہ پورا کرنے پر ہے چاہے وہ انفرادی ہو، اجتماعی ہو، یا سیاسی ہو۔ وعدہ پورا کرنا مسلمان پر فرض ہے کیونکہ بہترین اخلاق کردار اور انسانیت کی بنیاد اسی پر ہے یہی وہ اخلاقی خوبیاں تھیں کہ جن کی وجہ سے مسلمان روز بروز ترقی کر رہے تھے اور مدینہ میں ایک اچھی خاصی مضبوط ریاست مسلمانوں کی بن گئی تھی۔ کفار کی طاقت کمزوری کی طرف جا رہی تھی جبکہ مسلمان ہر لحاظ سے کامیاب مضبوط اور ترقی یافتہ ہو رہے تھے عدل وانصاف پر قائم رہنا، حسد سے، بغض سے دل کو پاک رکھنا، مسلمانوں کا اصول بن چکا تھا۔ اسی سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا قصہ بیان کیا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ تورات، انجیل اور قرآن سب اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت دینے والی آسمانی کتابیں ہیں مسلمانوں کو خبردار کیا کہ پچھلی قوموں کی نافرمانی اور سزا سے سبق سیکھیں اور قرآن وسنت کی پیروی کریں۔ قرآن کے کئی احکامات کو اس سورت میں پھر سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً حج کے ارکان، شراب وجوا کی سختی سے ممانعت، حلال وحرام کے احکامات، طہارت یعنی وضو اور تیمّم کا طریقہ، ڈاکہ چوری اور قتل کی ممانعت۔ غرض بے شمار شرعی احکامات بیان کئے گئے یہود ونصاریٰ کی مکاریاں اور ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید، یہود ونصاریٰ کو نیکی اختیار کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، انکی تعلیمات کا خیال ہر وقت رکھنا چاہیے کیونکہ مسلمان کی زندگی اور موت کا رشتہ کلمہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے ’’ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ‘‘ یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ بار بار ان تمام باتوں کو اسی لیے دہرایا جا رہا ہے کہ کسی بھی شخص کو کسی بات میں غلطی نہ لگے اور سب لوگ نیکی کی راہ اختیار کریں اور یوں دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہو سکیں اس سورت میں 120 آیات اور 16 رکوع ہیں اب ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس سورت کے ترجمہ وتشریح کا آغاز کرتے ہیں۔

ذمہ داری پوری کرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴿1﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿2﴾

اے ایمان والو! وعدے پورے کرو۔ تمہارے لیے چوپائے حلال کئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کے نام تمہیں سنائے جائیں گے۔ احرام کی حالت میں شکار جائز نہیں۔ یقیناً جو چاہے اللہ حکم کرتا ہے۔(1) اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، نہ ادب والے مہینوں کی، نہ حرم میں قربان ہونے والے اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی جو کعبہ کو جا رہے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے ارادہ سے اپنے رب کے فضل اور اسکی رضا حاصل کرنے کے لیے جا رہے ہوں۔ ہاں! جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کر سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا انکی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو مگر گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔(2)

تشریح: ان آیات میں اخلاق و کردار کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ حکم دیا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو سب سے پہلے اپنے وعدوں کی طرف توجہ دینی چاہیے وہ ایسے کہ جو بھی وعدہ وہ کریں اس کو ضرور پورا کریں، وعدہ کو پورا نہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے وعدہ میں کون کون سے وعدے آجاتے ہیں؟ کبھی وعدہ خود انسان اپنے آپ سے کرتا ہے، کبھی دو انسانوں کے درمیان بھی وعدہ ہوتا ہے، کبھی ایک جماعت یا گروہ کا دوسرے گروہ سے ہوتا ہے، کبھی ایک ملک کا دوسرے ملک سے بھی ہو سکتا ہے انسان کا اللہ کے ساتھ بھی ایک وعدہ ہے۔ غرض دنیا کا کاروبار معاہدوں کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس میں ہم ایک انسان کے معاہدے کی بات کرتے ہیں جو اس نے کلمہ پڑھ کر کر لیا کہ "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں" اس کے بعد وہ اسلام کے پانچوں ارکان پورے کرنے کا پابند ہو گیا، یعنی توحید، نماز، زکوۃ، روزے اور حج۔ اس میں تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد جمع ہو گئے۔

دوسرا معاہدہ: مرد اور عورت کے درمیان نکاح کی صورت میں ہو سکتا ہے زندگی کی ضروریات اور کاروبارِ حیات چلانے کا انتہائی ضروری معاہدہ۔

تیسرا معاہدہ: تجارت، لین دین اور صلح و صفائی کا معاہدہ ہے جو ایک شخص یا ایک فریق دوسرے شخص یا فریق سے کرتا ہے۔ اسی طرح چوتھا معاہدہ ہم اس کو کہہ سکتے ہیں جو ایک ملک دوسرے ملک کے ساتھ کئی مختلف مقاصد کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اور اسی طرح کے بے شمار معاہدے ہیں جو انسان کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں۔ تو ایک پکے، سچے اور اچھے مسلمان اور انسان کا یہ فرض ہے کہ تمام معاہدوں کو پورا کرے اور کبھی بھی معاہدوں سے پھر نہ جائے۔

دوسری بات اس آیت میں حلال و حرام کی بتائی گئی ہے۔ یہ بھی حکم الٰہی ہے۔ کیونکہ اللہ خالق ہے وہ جانتا ہے کون سا جانور کس حالت میں انسان کے لیے فائدہ مند ہے اور نقصان دہ نہیں، لہٰذا بغیر سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کے حلال کیے ہوئے جانوروں کو کھا لینا چاہیے۔ اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا چاہیے۔ ان کا بیان آئندہ تفصیل سے کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

فی الحال یہاں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ تم احرام (حج کا لباس) باندھ لو تو پھر کسی قسم کا شکار کرنا منع ہے اور ان چار مہینوں کا احترام کرو، یعنی ان چار مہینوں میں لڑائی گناہ ہے اور برے کاموں سے بچنے کی کوشش کرو۔ مہینے یہ ہیں۔ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ حکم دیا گیا کہ جو جانور حج پر قربانی کے لیے جا رہے ہوں نشانی کے طور پر ان کے گلوں میں پٹے یا رسی پڑی ہوئی ہو۔ ان کو تنگ نہ کرو اور جو لوگ حج کے لیے جا رہے ہوں ان کو بھی مت ستاؤ۔ ان کے ساتھ عزت و احترام اور پیار سے پیش آؤ، البتہ جب احرام اتار دو تو پھر شکار کرنے کی اجازت ہے۔ وہ بھی مکہ سے اور مسجدِ حرام کے علاقہ سے باہر شکار کر سکتے ہیں، پھر نیکی پھیلانے اور برائی سے منع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یعنی مسلمانوں کو انصاف، ہمدردی اور خوش خلقی کا سبق دیا گیا ہے، پھر حکم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ ظلم اور زیادتی کرے تو اس کو جس قدر ہو سکے معاف کر دو۔ دل میں حسد، بغض اور کینہ نہ رکھو۔ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف بھی ہے کہ جب سنہ ۶ ھ میں مسلمان مکہ کی طرف عمرہ کے خیال سے گئے تو مکہ والوں نے بڑی سخت شرائط پر آئندہ سال عمرہ کرنے کے لیے اجازت دی۔ تو اس پر مسلمانوں کو صبر و سکون کا ہی کہا گیا۔ پھر حکم ہے کہ کسی بھی ظالم کا ساتھ نہ دو۔ جیسا کہ ابن کثیر نے بروایت طبرانی نقل کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لیے چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔''

نیکی، انصاف، خوش خلقی اور ظلم اور ستم کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے ہر مسلمان مرد، عورت، بوڑھا، بچہ اور جوان اسلام کا سپاہی ہے کیونکہ قرآن و سنت نے اس کو یہی سکھایا ہے اور وہ اللہ رب العزت کے خوف اور یومِ حساب کے خیال پر پابند ہے کہ وہ اللہ کے ان تمام قوانین کی پابندی کرے اور اس طرح اپنی نجات اور ملک کی ترقی میں حصہ دار بن سکے اللہ ہم سب کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حرام چیزوں کا ذکر اور دین کا مکمل ہونا

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سؤر کا گوشت، وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر مشہور کیا گیا ہو، جو گلا گھٹ کر مر گیا، چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر مر گیا، یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا جسے درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو، اور وہ کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو، حرام ہے اور یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں (فال نکالنے) کے ذریعے سے اپنی قسمت

معلوم کرو۔ یہ تمام کام گناہ ہیں۔آج کافروں کوتمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے، لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔آج میں نے تمہارے دین کوتمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا (لہٰذا حرام وحلال کی پابندی کرو۔) البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ گناہ کا خیال اس کے دل میں ہو۔تو بیشک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔﴿3﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں حلال وحرام جانوروں کا ذکر تھا تو اس آیت میں ان کی وضاحت کر دی ہے مطلب یہ ہے کہ صرف صحت کے لحاظ سے نقصان دہ جانوروں کو ہی منع نہیں کیا گیا بلکہ ایسے جانوروں کا گوشت کھانے سے بھی منع کیا گیا ہے جو اخلاق وکردار کو خراب کرتا ہو، روحانی پاکیزگی کو ختم کرتا ہو، مثلاً سؤر کا گوشت کچھ ایسے اجزا اپنے اندر رکھتا ہے جو انسان میں بے حیائی، لاپرواہی اور سستی پیدا کرتا ہے اسکی تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں، پھر ایسا جانور جو کسی پیر، فقیر کے نام پر مشہور کر دیا جائے یا اس کی نذر و نیاز کے طور پر ذبح کیا جائے یا ذبح کرتے ہوئے بجائے اللہ اکبر کہنے کے کسی دیوی، دیوتا یا کسی بت کا نام لیا جائے، مسلمان کے لیے اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ سب توحید پر ایمان رکھنے والے کے لیے ہرگز جائز نہیں ہوسکتا اور یہ عقیدۂ توحید کے بالکل خلاف ہے۔ پھر خون حرام ہے کیونکہ یہ انسانی صحت کے لیے مضر ہے اسی لیے ضروری ہے کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ خون کی نالی سے تمام جسم کا خون خوب اچھی طرح بہہ کر نکل جائے، ذبح کرنے کا طریقہ اس لیے ضروری ہے کہ اس طرح جسم کا تعلق دیر تک دماغ کے ساتھ باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے ہر رگ کا خون کھینچ کر باہر نکل جاتا ہے جبکہ مردہ جانور کا خون گوشت کے اندر ہی جم جاتا ہے جو کئی بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے۔اسی لیے ان جانوروں کا گوشت حرام کیا گیا ہے جو جانور گلا گھٹ کر یا چوٹ سے یا بلندی سے گر کر یا ٹکرا کر یا جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو یہ سب حرام ہیں ہاں! اگر ان میں جان موجود ہو تو ان کو اللہ کا نام لیکر ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت حلال ہے اسی لیے کہ ذبح کرنے سے گوشت خون سے بالکل صاف ہو جائے گا اور انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ البتہ گناہ کی طرف بڑھنے والا نہ ہو کسی بڑی مجبوری کی بنا پر یعنی جان بچانا مطلوب ہو تو کھالے اور اتنا کھائے کہ جس کے ساتھ گزارا ہو سکے تو اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے، پھر فرمایا کہ توہم پرستی ناجائز کام ہے۔ مطلب یہ کہ کسی کام کے لیے فال نکالنا، جوا اور لاٹری وغیرہ بالکل ناجائز کام ہے، البتہ کسی بڑی مشکل صورت میں جبکہ دونوں طرف برابری ہو اور انسان فیصلہ نہ کر سکے تو پھر قرعہ اندازی کی جا سکتی ہے۔

مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے اور یہ حجۃ الوداع کے موقع پر 10ھ میں نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے پر مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی کیوں کہ یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری تھی۔ کہ دین کا مکمل ہونا نعمتوں کا مکمل ہونا اور پھر اسلام کو دین کی حیثیت سے مسلمانوں کے لیے خاص کر دیا جانا مسلمانوں کی تمام اقوامِ عالم پر برتری، عزت اور کامیابی کا اعلان ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے انسانوں کی رہنمائی کے لیے بے شمار رسولوں کو کتابیں اور شریعتیں دے کر بھیجا گیا مگر

چونکہ وہ کسی خاص قوم ملک اور قبیلہ کے لیے آتی رہیں وہ وقت کے ساتھ اور ان کی شریعتیں منسوخ ہوتی رہیں ۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرا نبی بھیجا جاتا جو نئے احکامات لاتا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی ختم ہو جاتے مگر حضرت محمد ﷺ کو یہ مقام حاصل ہے کہ آپ تمام دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اور آپ کو جو کتاب (قرآن) دی گئی وہ اپنے مضامین ،قوانین اور ہدایات کے لحاظ سے اتنی معقول، جامع ، عام فہم ،اور انسانی فطرت کے بالکل مطابق ہے کہ انسان کے لیے اس میں بھلائیوں اور کامیابیوں کے سوا کچھ نہیں ،اسی لیے یہ کتاب اللہ کے وعدے کے مطابق جس طرح نازل ہوئی ہے اسی طرح قیامت تک رہے گی ،اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے ۔اور یہی وجہ ہے کہ اب آئندہ نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی شریعت آئے گی ۔آخری نبی ،آخری کتاب اور آخری دین ،ہم مسلمانوں کا خزانہ ہے اور ایسا خزانہ کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے ۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور بس ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کریں گے تو مسلمان ہوں گے اگر عمل نہیں کریں گے تو اسلام کی حفاظت ہم سے ختم ہو جائے گی اور ہم کفر کے دائرے میں چلے جائیں گے اور اس طرح اسلام کی تمام برکتیں آخرت کی جنت اور دنیا کی وہ خاص نعمتیں جو مسلمان کے لیے رکھی گئی ہیں ہم ان سب انعامات سے بالکل محروم ہو جائیں گے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ''دین اسلام'' کا مطلب ہے اللہ رب العزت کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا طریقہ یا مذہب ۔اس طرح ہمارے دین کے نام سے ہی وضاحت ہو جاتی ہے ،یعنی امن وسلامتی ،حفاظت اور رب کی فرمانبرداری جبکہ دوسرے کسی مذہب کے نام میں اس کی اتنی خوبیاں موجود نہیں ہوتیں ۔کیونکہ دین کا مطلب ہے بدلہ دینا ،حکم چلانا ،اطاعت کرنا اور طریقہ اختیار کرنا ،یعنی دستور بنالینا اور اسلام کا مطلب ہے سلامتی پانا ،امن وسکون پانا اور حکم بجالانا ،فرمانبرداری اختیار کرنا۔

جب ہم ''دین اسلام'' کے معنی سمجھ کر دین اسلام بولتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ ہستی ،وہ زبردست طاقت اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ آموجود ہوتی ہے جس کو اللہ کہا جاتا ہے ۔جو وحدہٗ لاشریک ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور زندگی گزارنے کا ہر طریقہ جس سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے بیان کر دیا ،عقل اور اختیار دے دیا نیکی اختیار کرو یا بدی ۔توحید ،رسالت اور آخرت اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں ۔جو انسان یہ جانتا ہے کہ میں مر کر دوبارہ ضرور زندہ کیا جاؤں گا اور اپنے تمام اعمال کا حساب دونگا ،پھر اس کے مطابق مجھے جنت یا دوزخ ملے گی ۔بھلا وہ کیسے کوئی بھی غلط کام کر سکتا ہے یہی علم ہے یہی دیانت ،تقویٰ اور مسلمانی ہے سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :''ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔''

سورۂ مائدہ کی یہ آیات اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان بڑے سکون سے رہ رہے تھے مکہ فتح ہو چکا تھا اور پورا عرب اسلام قبول کر چکا تھا کفار دب چکے تھے ،اس لیے اللہ رب العزت نے اعلان کیا کہ اب سوائے میرے کسی سے مت ڈرو جو نعمتیں تمہیں دی گئی ہیں اور جو اصول تمہیں بتائے گئے ہیں ان کی حفاظت کرو تمہاری ہر مشکل آسان ہو جائے گی اور تم دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ گے ۔

حلال چیزوں کے بارے میں

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿4﴾

لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دو تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو جن کو اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو۔ وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس کو بھی تم کھا سکتے ہو، البتہ اس پر اللہ کا نام لے لو اور اللہ (کا قانون توڑنے) سے ڈرو، اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔﴿4﴾

تشریح: حلال وحرام کی وضاحت ہو چکی ہے یہاں دوبارہ یہ پوچھا جا رہا ہے جو شکار شکاری کتوں اور باز وغیرہ کے ذریعے کیا جائے اس کا کیا حکم ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا جو بھی تمہیں پاکیزہ لگے کھاؤ اور شکاری جانوروں سے شکار کرانے کی وضاحت اس طرح کر دی۔

1- جانور کو شکار کے لیے سدھایا گیا ہو کہ شکار کو صرف تمہارے لیے پکڑ رکھے۔

2- شکار کے لیے تم خود اس کو چھوڑ دو۔

3- ایسے سدھاؤ کہ شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ خود نہ کھائے۔ تمہارے بلانے پر واپس آ جائے۔

4- شکاری جانور کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی کہ جانور شکار کو زخمی کر دے کہ اس کا کچھ خون بہ جائے اور اگر اس نے زخمی نہیں کیا تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر پکڑنے سے پہلے ہی مر گیا ذبح نہ کر سکے تو مردار ہے حرام ہے۔

حلال وحرام کے تمام قوانین وضاحت سے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر پوری طرح عمل کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اللہ رب العزت کے لیے فیصلہ کرنا اور حساب لینا نہ تو مشکل ہے اور نہ ناممکن۔ وہ تو بڑی جلدی اور بڑا مناسب حساب کتاب لینا جانتا ہے "تم میں اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ سے سخت خوف کرنے والا ہو" (سورۂ حجرات)

اہل کتاب کے کھانے اور ذبیحہ کا حکم

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ

ع 1/5 5

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۵﴾

آج تمہارے لیے تمام پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے۔ اور پاکدامنہ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، بشرطیکہ تم ان سے نکاح کر کے مہر ادا کر کے ان کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزادنہ بدفعلی کرنے لگو یا چوری چھپے دوستیاں کرو۔ اور جس نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کی زندگی کے تمام (نیک) اعمال ضائع ہو جائیں گئے اور وہ آخرت میں بے حد نقصان اٹھانے والا ہو گا۔﴿۵﴾

تشریح: اس آیت میں حلال کی وضاحت ایک دوسرے پہلو سے کی گئی ہے وہ یہ کہ تمہیں جو چیزیں اچھی اور پاکیزہ لگیں وہ تم کھاؤ پیو۔ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا تم کھا سکتے ہو جبکہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اور بیان کی گئی تمام شرطیں پوری ہوں یہ نہیں کہ ذبح کیا گیا سور کھالو اسی طرح تمہارے کھانے اہل کتاب کھا سکتے ہیں۔ تمہارے لیے پاکیزہ چیزوں کی شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ اہل کتاب اگر شراب اور سور کھائیں تو یہ تمہارے لیے حرام ہے اس احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے تم ان کے ساتھ کھا سکتے ہو۔ اس طرح اہل کتاب کی ان عورتوں سے جو نیک خصلت اور پاکدامن ہوں تم ان سے اس غرض سے نکاح کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے عزت واحترام اور سکون وآرام کا باعث بن سکو یہ نہیں کہ بدکاری کا مظاہرہ کرو، چھپ چھپ کر دوستیاں کرو جو کہ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے خلاف کام ہے اس سے بچ کر رہو کیونکہ یہ حرکت انسان کو جانور کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے۔ نکاح میں بھی پاکدامن ہونے کی شرط رکھی گئی ہے ورنہ خراب، بدکردار عورت سے بھی نکاح ہو سکتا ہے مگر ایسی عورت اچھے بھلے نیک کردار بندے کو بھی برائیوں اور خباثتوں کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ جب ایک اچھا بھلا نیک آدمی بری صحبت سے برے راستوں پر چل پڑے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ایسے انسانوں کے تمام اعمال بے کار ہو جاتے ہیں اور آخرت میں اس کو سوائے نقصان کے کچھ بھی نہ ملے گا، لہٰذا اللہ کے اس فرمان پر ضرور عمل کرنا چاہیے کہ شادی کرتے وقت چاہے عورت مسلمان ہو چاہے اہل کتاب ہو مگر ہو پاکدامن کیونکہ، گھر بچے اور خاوند نیک اور پاکدامن بیوی کے ساتھ ہی پاکیزہ اور پرسکون رہ سکتے ہیں۔ نیک، پاکدامن اور صالحہ بیوی دنیا میں بڑی نعمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''دنیا متاع ہے اور اس کی سب سے بہتر متاع نیک عورت ہے۔'' (صحیح مسلم بحوالہ ریاض الصالحین)

وضو، غسل اور تیمّم کا طریقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر مسح کرلو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔ اگر ناپاکی کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اللہ تم پر زندگی تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو، بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو مشکل نہیں بنانا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تمہارے لیے پوری کردے تاکہ تم شکر گزار بنو۔ ﴿۶﴾

تشریح: اس آیت میں پاک صاف ہو کر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پاکیزگی انسانی صحت اور روح کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی خوراک۔ ''پاک صاف رہنا نصف ایمان ہے۔'' (مسلم)

اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جب بھی تم نماز کا ارادہ کرو تو وضو کرلو۔ وضو کرنے میں ہمارے جسم کی صفائی ہو جاتی ہے کیونکہ پہلے دونوں ہاتھ دھلتے ہیں، پھر منہ میں پانی ڈال کر اچھی طرح کلی ہوتی ہے، پھر ناک کی صفائی خوب اچھی طرح، پھر منہ کا دھونا اس کے بعد دونوں بازو کہنیوں تک، پھر ہاتھ تر کر کے سر کا مسح اور آخر میں ٹخنوں تک پاؤں اچھی طرح دھوئے جاتے ہیں یہ سارا کام انسان کو نہ صرف صاف ستھرا کر دیتا ہے بلکہ انسان اپنے اندر بڑی تازگی، خوشی اور سکون محسوس کرتا ہے۔ وضو کا ہر ایک عمل صحت وصفائی کا بہترین ذریعہ ہے، پھر جب انسان سوچتا ہے کہ یہ اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کا پہلا موقع ہے تو اس کی خوشی سرور میں بدل جاتی ہے اسکا اندازہ ایک اچھا، سچا، اور پکا مسلمان بڑی اچھی طرح کر سکتا ہے، پھر اللہ سے مدد مانگنے، توبہ کرنے اور ملاقات کرنے کا کتنا آسان، بہترین اور پیارا طریقہ ہے جب چاہو اس سے ملاقات کرلو، جو بات کسی سے نہیں کر سکتے اس سے کرلو۔

وضو کے علاوہ غسل اس وقت ضروری ہے جب کہ انسان کے جسم پر کسی قسم کی گندگی لگی ہو اور غسل کرنا ضروری ہو تو پھر پانی سے جسم کو اچھی طرح دھولو لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے پانی استعمال نہیں کر سکتا یا سفر میں ہے اور پانی مل نہیں رہا تو پھر ہماری سہولت لے لیے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ پاک مٹی لو، پھر تیمم کی نیت کرو دونوں ہاتھ مٹی پر مارو چہرے پر ہاتھ اچھی طرح پھیرو پھر دونوں ہاتھوں پر پھیرو یہ تیمّم کا طریقہ انسان کی سہولت کے لیے بتایا گیا ہے۔ تیمّم کر کے اللہ کے حضور نماز کے لیے کھڑے ہو سکتے ہیں قضائے حاجت ہو یا ہوا نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے دوبارہ وضو کرنا فرض ہو جاتا ہے نیند آنے سے بھی وضو ختم ہو جاتا ہے دوبارہ وضو کر لینا چاہیے۔ اب اگر دیکھا جائے تو اللہ جل شانہ نے انسانوں کی بہتریوں کے لیے ہر قانون بنایا ہے کوئی بھی قانون، اصول یا حکم اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں دیا کہ جس سے انسان مشکل میں پڑ جائے یا ادا کرنا انتہائی مشکل ہو، ہر حکم میں انسان کے لیے فائدے

ہی فائدے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے قوانین پر عمل کریں تو دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے کامیابی ہی کامیابی ہے سکون ہی سکون ہے۔ اسی لیے ہم قرآن وسنت کو اللہ کی رحمت اور تحفہ کہتے ہیں اس رحمت اور تحفہ کے لیے ہر انسان کو ہر وقت اس کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ میرے بندے اتنے ہشاش بشاش، بے فکر، مطمئن اور آزاد زندگی گزاریں کہ نہ ان کو مال کی فکر ہو نہ عزت کی اور نہ صحت کی۔ کیونکہ جب ایک بندہ میرے حضور کھڑے ہو کر عاجزی سے اپنا سب کچھ میری حفاظت میں دے دیتا ہے تو ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے مگر اس تمام عمل میں مکمل خلوص، نیک نیتی اور بھروسہ وتوکل ضروری ہے ایمان میں بڑی طاقت ہے۔

اللہ سے کیا گیا وعدہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (7)

اللہ نے جو نعمت تم کو عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اس پکے عہد کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے۔ یعنی تمہارا یہ قول کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اللہ سے ڈرو اللہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ (7)

تشریح: آیت 6 اور 7 میں عبادات کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جبکہ اس سے پہلے چند آیات میں دنیاوی زندگی کے بہترین اصول انسان کو بتائے گئے ہیں۔ اس آیت میں اس عہد کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انسان کلمہ پڑھتے ہی اللہ رب العزت سے کر لیتا ہے کہ وہ اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرتا ہے اور یہ اقرار کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یعنی قرآن وسنت کے تمام احکامات چاہے اس کا تعلق دنیاوی کاروبار سے ہو یا عبادت سے ہو، سب پر عمل کرنا اس پر ضروری ہو گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن انسان کے لیے رحمت، برکت اور روشنی ہے کسی کا ڈر، خوف یا دباؤ انسان کو اپنے عہد سے، یعنی اسلام سے دور نہیں کر سکتا جبکہ انسان کے دل میں اللہ کا خوف موجود ہو۔ اللہ کا خوف ہی ہے جو انسان کو راہ راست پر قائم دائم رکھتا ہے اس بات کا خیال ہر مسلمان کو رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کا علم اور طاقت اس قدر پائیدار ہے کہ وہ دلوں کے اندر کی بات کو بھی جانتا ہے اور ہماری نیتوں کا اجر بھی ہمیں ضرور دے گا۔ اصل میں تو اعمال کا دارومدار نیت پر ہی ہے۔

حقوق العباد میں انصاف کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (8)

اے ایمان والو! اللہ کی خاطر حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ، یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے کہ تم عدل کرو اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (8)

تشریح: اس آیت میں حقوق العباد میں سے ایک حق کی بات ہو رہی ہے وہ ہے گواہی دینا۔ جب بھی زندگی میں کبھی گواہی دینے کا موقع آئے تو صرف یہ سوچو کہ اللہ کے ڈر سے یا اس کے حکم سے سچی گواہی دینی ہے اس میں نہ تو کسی کا لحاظ شامل ہو نہ کسی طاقت ور کی طاقت کا ڈر ہو اور نہ ہی کسی رشتہ داری کا خیال ہو بلکہ صرف یہ خیال ہو کہ غلط گواہی دینے سے اللہ ناراض ہو جائے گا۔ اور پھر یہ بھی خیال مت کرو کہ یہ گواہی دینے سے دشمن کا بھلا اور دوست کا نقصان ہو جائے گا بیشک بندہ دشمن کے گروہ سے تعلق رکھتا ہو اگر تم جانتے ہو کہ سچا ہے تو دوست قبیلہ کے خلاف گواہی دے دو اللہ کا ڈر ہر دوستی، دشمنی، رشتہ داری اور قرابت داری سے بڑھ کر ہے اور یہ خوف الٰہی ہی تقویٰ کہلاتا ہے اللہ تو ہر ہر پل کی خبر رکھتا ہے جب یہ یقین ہو تو کون ہے جو غلط راستے کی طرف چلے۔ اللہ کا حکم ہے کہ بندہ کسی کی حق تلفی کسی صورت اور کبھی بھی نہ کرے۔ یہ باہمی عزت واحترام اور اخلاق کی پابندی کا ایک بہت بڑا اصول اور ضروری سبق ہے اور حکم الٰہی ہے اس کی پابندی خود انسانوں کے لیے مفید ہے۔

بقول ابی نعیم: ''میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرا کر اور بات سچی کیا کر۔'' (ابی نعیم)

سزا اور جزا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (9) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (10)

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر دیا جائے گا۔ (9) رہے وہ لوگ جو کفر کریں اور اللہ کی آیات کو جھٹلائیں تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔ (10)

تشریح: اللہ رب العزت نیکی اور برائی کا ذکر ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس طرح جنت اور دوزخ کا ذکر بھی ساتھ ساتھ ہوتا ہے ہر مسلمان کا ایمان ہے آخرت ضرور ہوگی، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے، دنیا میں کئے گئے اعمال کا بدلہ اچھا یا برا ضرور ملے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ دہرایا جا رہا ہے کہ نیک لوگ اللہ کو پسند ہیں اور ان کے لیے ان کی چھوٹی موٹی خطائیں تو ویسے ہی معاف کر دی جائیں گی اور ان کے نیک اعمال کا بدلہ جنت کی شکل میں ان کو ضرور دیا جائے گا جنت کی تعریف کئی دفعہ ہو چکی ہے آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی، اس کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو وہ دوزخ میں جائیں گے۔ قرآن میں جہنم کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

"درحقیقت جہنم ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانا جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ وہاں وہ نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا، ہاں! البتہ گرم پانی اور زخموں کا دھون (انہیں ملے گا) یہ بھرپور بدلہ ہے ان کے کرتوتوں کا۔ یہ لوگ دراصل حساب آخرت کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے تھے۔ اور ہماری آیات کو خوب جھٹلاتے تھے۔" (سورۃ النبا۔ آیات 21 تا 28)

اکثر اچھے خاصے مسلمان کو مذاق کے طور پر یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ دیکھا جائے گا جب مریں گے تو دیکھا جائے گا۔ یہ ہر شخص کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ چھوٹا سا جملہ جو بے پروائی سے کہا جاتا ہے کس قدر بڑا گناہ بن جاتا ہے؟ اس لیے توبہ کرنی چاہیے اور دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اللہ تعالیٰ اَلرَّحْمٰنُ (بے حد رحم کرنے والا) اور اَلْمُنْتَقِمُ (بدلہ لینے والا) بھی ہے یہ سب کچھ سچ اور یقینی ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہیں۔

اللہ کی مہربانی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (11) ع 2/6

اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے، جبکہ ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا ارادہ کرلیا تھا اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیے۔ اللہ سے ڈر کے کام کرتے رہو، ایمان رکھنے والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔ (11)

تشریح: یوں تو بے شمار ایسے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر مشکل وقت میں غیبی امداد سے مسلمان کی مدد کی۔ یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے خاص خاص صحابہ کو دعوت پر بلایا تھا اور خفیہ طور یہ سازش کی تھی کہ اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں گے لیکن عین وقت پر اللہ کے فضل سے نبی اکرم ﷺ کو سازش کا حال معلوم ہوگیا اور آپ ﷺ دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔ (تفہیم القرآن)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے وعدہ کرلیا کہ وہ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے اور کئی بار یہ بات ثابت بھی ہو چکی ہو تو پھر مسلمانوں کو ہر قسم کے خوف اور ڈر سے اپنے دلوں کو پاک صاف رکھ کر ہر نیک کام کرنا چاہیے۔ اگر کسی سے ڈرنا ہی ہے تو صرف اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ ہی اَلْحَفِيْظُ (حفاظت کرنے والا) ہے۔

بنی اسرائیل سے اللہ کا وعدہ اور نافرمانی پر سزا

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿12﴾

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ سردار مقرر کئے تھے اور اللہ نے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے رب کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی مگر اس کے بعد جس نے تم میں سے غلط روش اختیار کی تو وہ بیشک سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔﴿12﴾

تشریح: اسی سورۂ کی آیت نمبر 7 میں مسلمانوں کا اللہ سے عہد کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب یہاں مثال بیان کرنے کے لیے بنی اسرائیل کا قصہ دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے صرف اس لیے کہ ہم مسلمانوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور اس سے کیا ہوا وعدہ یاد رکھتے ہوئے اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر چلنے سے ہی نجات ملے گی آخرت میں انعامات ملیں گے اور دنیا میں ترقی، کامیابی اور عزت و احترام ملے گا ورنہ یہود کی طرح ہمارا انجام دنیا میں دربدر کی ٹھوکریں اور آخرت میں جہنم کا عذاب مقرر کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت میں فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے تقویٰ کا مطلب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے قرآن میں بار بار تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی کی نجات ہی تقویٰ پر قائم رہنے سے ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے آخرت اور اللہ کا خوف رکھتے ہوئے قناعت، لالچ سے دوری، جذبات پر قابو، سچ بولنا، انصاف کرنا، خودداری، غیرت مندی، اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کے اندر رہنا، یعنی بہترین کردار کی تمام خوبیاں تقویٰ کہلاتی ہیں۔ یہ عہد بنی اسرائیل سے اللہ نے کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا، نماز قائم کی، زکوٰۃ دی، رسولوں پر ایمان لائے نیک کاموں میں روپیہ خرچ کیا تو جنت ملے گی ورنہ جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ یہی عہد مسلمانوں سے بھی لیا جا چکا ہے ہمیں چاہیے کہ بنی اسرائیل کی کہانی سے سبق سیکھیں اور ہر گز کوتاہی، نافرمانی، ضد اور ہٹ دھرمی سے زندگی نہ گزاریں کیونکہ جو انجام یہود کا ہوا یا ہو رہا ہے کہیں ہمارا بھی یہی انجام نہ ہو جائے۔ اگلی آیت میں ان کے بارے میں مزید بتایا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

بنی اسرائیل کے لیے عذاب

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿13﴾

پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ ڈالنے کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔ اب ان کا حال

یہ ہے کہ الفاظ کا الٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھول چکے ہیں اور آئے دن تمہیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔ انہیں معاف کر دو ان کی حرکتوں سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کرتے ہیں۔(13)

تشریح: اس آیت میں یہود کی بری حالت اور نالائقی کی مثال دی جا رہی ہے۔ کہ وہ لوگ اپنی تمام نعمتوں، برکتوں اور فضیلتوں کو بالکل بھول گئے ہیں اس لیے اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی، یعنی اپنی رحمتوں کا نزول بند کر دیا ہے مسلمانوں کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ یہود نے اپنی آسمانی کتاب کے الفاظ بدل دیے، کہیں ان کے مطلب بدل دیے غرض ہر نیکی کے کام سے دور ہو گئے ہیں، اس لیے ان کے دل نیکی سے بالکل خالی ہو چکے ہیں کبھی بھی ان کے دلوں میں نرمی، تقویٰ اور انصاف کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جب انسان ایک بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضمیر (نفس یا دل) اس کو بار بار کہتا ہے کہ یہ بُرا کام ہے جو انسان تو اس آواز سے متاثر ہو کر توبہ کر لے اور گناہ سے باز آ جائے وہ تو بچ گیا لیکن جس نے اپنی اس اندر کی آواز کو دبا دیا تو پھر وہ گناہوں کی دلدل میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال یہود کا بھی تھا اللہ رب العزت نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ یہ یہود تمہارے ساتھ شرارت کرتے رہیں گے، تنگ کرتے رہیں گے مگر آپ پروانہ کریں، پکے ارادے سے اپنے کام میں لگے رہیں اور ان کو معاف کرتے رہیں، مسلمانوں کا بلند کردار یہی سبق دیتا ہے کہ معاف کرتے رہو، پھر ان لوگوں میں کچھ اچھے لوگ بھی ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پکے مسلمان بن گئے تھے۔ اللہ کی صفت ہے معاف کرنا، اس لیے وہ معاف کرنے والوں کو بے حد پسند کرتا ہے تو اے نبی ﷺ! آپ بھی ان کو معاف کرتے رہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ ان میں سے راہ راست پر آ جائیں۔

عیسائیوں کا حال

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (14)

اسی طرح ہم نے ان لوگوں سے بھی عہد لیا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں مگر ان کو بھی جو سبق یاد کرایا گیا تھا اس کا ایک بڑا حصہ انہوں نے فراموش کر دیا، آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور آپس کے حسد اور بغض کا بیج بو دیا اور ضرور ایک وقت آئے گا اللہ انہیں بتائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں۔(14)

تشریح: مسلمانوں کو عبرت دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی مثال دے رہے ہیں۔ یہود نے بھی عہد سے منہ موڑ لیا اور نصاریٰ نے بھی عہد سے منہ موڑ لیا اور اللہ کے غصہ، عذاب اور غضب کے شکار ہوئے۔ اسی طرح اگر مسلمان بھی اپنے عہد جو کہ کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے ہٹ گئے، پھر گئے یا سست ہو گئے تو ان کا انجام بھی یہود و نصاریٰ جیسا ہی ہو گا یہ نہ سمجھیں کہ

اللہ رب العزت ان سے رعایت کریں گے یا ان کے نبی ان کو بچالیں گے یا ان کے باپ دادا ان کو بچالیں گے ہر گز نہیں ۔ پہلی کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی بار بار تاکید اور وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ تم لوگ مر جاؤ گے مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤ گے مگر اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کر کے اللہ کے حضور پیش کیے جاؤ گے اور تمہارا کیا ہوا سب کچھ سامنے ہو گا اس کے مطابق اللہ رب العزت سزا یا جزا دے گا۔کوئی سفارش نہ ہوگی۔تو پھر جو لوگ یا قومیں اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھول جاتی ہیں وہ دنیا میں ذلیل وخوار، ناکام ونامراد ضرور ہوتی ہیں جیسا کہ یہود ونصاریٰ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ہمیں چاہیے کہ کلمہ شہادت کا کیا ہوا وعدہ ہر وقت یاد رکھیں، یعنی قرآن وسنت پر پوری طرح عمل کریں تو دنیا وآخرت میں ہم سب اللہ رب العزت کی رحمتوں، برکتوں اور نوازشوں کے حق دار بنے رہیں گے ورنہ بری، نافرمان اور بدکردار قوموں کو اللہ نیست ونابود کر دیتا ہے اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لے آتا ہے تاکہ دنیا میں بدی بہت زیادہ پھیل کر انسانوں کو بے سکون اور بے حیا نہ بنا دے یہی دستور الٰہی ہے جو بار بار انسان کو سمجھایا جا رہا ہے۔ایک بچہ اگر ماں سے کیا ہوا عہد پورا نہ کرے تو اس کا انجام کیا ہو گا؟ یہی کہ ایک طرف وہ ماں کی محبت میں خود کمی کا باعث بنے گا اور دوسری طرف وہ گمراہی اور نافرمانی کے چکر میں پڑ کر دنیا میں بھی نقصان اٹھائے گا اور آخرت میں دگنی سزا پائے گا۔ایک ماں کی نافرمانی کی اور دوسری گناہ اور بدکاری کی ۔ اللہ کے عہد کو عیسائیوں نے توڑا تو ان کے اندر نہ اتفاق رہا، نہ انسانیت، نہ ہی سکون قلب ہی رہا گویا اپنے ہی ہاتھوں خود مصیبتوں میں پھنس گئے ۔نہ دنیا ملی اور نہ آخرت میں کچھ ملے گا سوائے عذاب کے۔ہم مسلمانوں کو اللہ غفور الرحیم ان تمام پریشانیوں سے اپنی پناہ میں رکھے اور دنیا وآخرت میں اپنے انعامات کی بارش کرتا رہے۔آمین!

قرآن ہدایت کی کتاب ہے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿15﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿16﴾

اے اہل کتاب! ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا ہے جو کتاب الٰہی کی بہت سی ان باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے اور بہت سی باتوں پر درگزر بھی کر جاتا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی واضح کتاب ﴿15﴾ جس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے طریقے بتاتا ہے جو اس کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے حکم سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ان کو لے جاتا ہے۔﴿16﴾

تشریح: ان آیات میں یہود ونصاریٰ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اور ان کی طرف اتاری گئی کتاب دونوں تمہارے پاس آ گئے ہیں اور وہ تمام باتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کر رہے ہیں جو تمہیں تمہاری کتاب تورات اور انجیل

میں بتائی گئی تھیں مگر تم لوگوں کو بتاتے نہیں تھے بلکہ چھپاتے تھے اور تمہاری کرتوت جو لوگوں کو بتانے ضروری ہیں وہ بھی اللہ نے اس کتاب کے ذریعے بتائے ہیں ہاں! جن کے بتانے سے کوئی فائدہ نہ تھا وہ تمہاری پردہ پوشی کی وجہ سے نہیں بتائے۔ یہاں ایک سبق یہ بھی دیا جا رہا ہے کہ بغیر وجہ اور فائدے کے کسی کا کوئی عیب ظاہر نہ کرو بلکہ اس کو چھپا رہنے دو کسی کے عیب کو افشا نہیں کرو۔ یہ بات اللہ کو پسند نہیں ہے کیونکہ اس سے انسانوں میں بہت سی بدامنی اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا کسی کی بھی بری بات نشر نہیں کرو۔

پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ کتاب (قرآن مجید) جو آخری نبی ﷺ کے ذریعے بھیجی گئی ہے یہ ایسی سچی اور مکمل کتاب ہے کہ اس کے اصول ایسے پکے اور بہترین ہیں کہ جو بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس پر عمل کرے گا تو اس کی زندگی ایسی آسان، خوبصورت اور کامیاب ہو جائے گی جیسے اندھیرے سے روشنی میں تمام اچھی بری چیزیں، گڑھے اور صاف راستے نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر جو بھی سیدھا اور کامیابی کا راستہ اختیار کر کے کامیاب ہونا چاہے اللہ اس سے خوش ہو کر اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جو لوگ برے اور غلط راستوں پر چل کر اپنی زندگیوں کو برباد کرنا چاہیں تو اللہ رب العزت ان کے لیے ایسے ہی غلط راستے آسان کر دیتا ہے اور یوں وہ اپنی دنیا و آخرت برباد کر لیتے ہیں۔

قرآن روشنی ہے، ہدایت ہے، سچی کتاب ہے یہ انسان کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان اور نجات کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے اللہ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ "اِهدِنَا الصراط المُستَقِيمَ" (ہمیں سیدھی راہ پر چلا)

عیسائیوں کی گمراہی

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿17﴾ وَقَالَتِ الْيَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿18﴾

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ (اے محمد ﷺ) کہو کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم، اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کسی کی ہمت ہے جو اس کو اس کام سے روک سکے؟ اللہ تو زمین اور آسمان اور وہ تمام چیزیں جو ان کے درمیان موجود ہیں سب کا مالک ہے جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔﴿17﴾ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے (نعوذ باللہ) اور اس کے مقبول ترین لوگ ہیں۔ ان سے پوچھو پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ اصل میں تم بھی ویسے ہی انسان ہو، جیسے باقی تمام انسان اللہ نے پیدا کیے ہیں وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے جسے چاہتا

ہے سزا دیتا ہے۔ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا وہی مالک ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔﴿18﴾

تشریح: جیسا کہ آیت میں یہود و نصاریٰ کی تاریخ اور ان کے اعمال وعقائد کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر ان کا انجام بھی بتایا گیا ہے اور پھر بار بار خبردار کیا جا رہا ہے کہ کفر، ہٹ دھرمی، نافرمانی اور بدعہدی سے بچو کیونکہ تم چاہے پیرزادے ہو چاہے کتنے ہی بڑے پیغمبر کی اولاد ہو لوٹ کر تم نے اللہ کے پاس ہی جانا ہے سزا اور جزا اپنے کیے ہوئے اعمال کے مطابق ہی ملے گی چاہے تم اپنے آپ کو اللہ کے مقبول ترین بندے سمجھو چاہے اپنے رسول کو اللہ یا اس کا بیٹا بنا دو اس پر دگنا عذاب ہوگا۔ کیونکہ اس بحث میں پڑ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے اللہ کے بیٹے ہیں، یا اللہ ہیں (نعوذ باللہ) اس کفر اور جو بداعمالیاں وہ نصاریٰ کرتے رہے ان کی سزا بھی ملے گی۔ اتنی سی بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اللہ رب العزت اتنی بڑی کائنات کا مالک ہے اور ہر چیز جو اس نے بنائی ہے وہ اس کی محتاج اور اس کی فرمانبردار ہے۔ بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوں اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا کرنا اس کے لیے کیسے ممکن نہیں۔ اللہ کی مرضی میں نہ کسی کو دخل کی اجازت ہے اور نہ ہی اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش ہے۔

زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کچھ اللہ کی مرضی، ارادے اور حکمت سے پیدا ہوا ہے اور حکمت سے ہی چل رہا ہے اور پھر ختم ہو جائے گا کیونکہ اس پورے نظام کا مالک اور خالق صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ وہ جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے۔ بس ہمیں تو صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں جس نے پیدا کیا ہے مرنے کے بعد اسی کے حضور حاضر ہوں گے اور اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ تمام لوگ ایک ہی اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ برے لوگوں کو سزا اور اچھے لوگوں کو جزا دے گا۔

یہود و نصاریٰ کو جزا و سزا کی خبر

ع 3/8/7 يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿19﴾

اے اہل کتاب! یہ رسول ایسے وقت تمہارے پاس آیا ہے، اور دین کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ سو دیکھو! اب وہ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔﴿19﴾

تشریح: یہود و نصاریٰ کو پھر خبردار کیا جا رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لا کر سیدھی راہ اختیار کر لو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اس لیے اس نے نیک کاموں پر جنت کی خوش خبری دینے والا اور برے کاموں پر جہنم کے عذاب سے ڈرانے والا پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھیج دیا ہے اگر تم ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو پھر یاد رکھو جزا و سزا دینے والا تمہیں معاف نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ ہر چیز

پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

یہود پر اللہ کے احسانات

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿20﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿21﴾

اور (یاد کرو) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی۔اس نے تم میں نبی پیدا کیے، تمہیں بادشاہت عطا کی اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔ ﴿20﴾ اے قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو تمہارے لیے اللہ نے مقرر کر دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے ﴿21﴾

تشریح: ان آیات میں رکوع کے آخر تک اللہ تعالیٰ یہود کو اپنے دیے گئے وہ تمام انعامات یاد دلاتے ہیں اور حکم دیا کہ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر سیدھی راہ اختیار کر لو اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو بھی خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم نے گمراہی اختیار کی تو یہود کی طرح لعنت کر دیے جاؤ گے۔ یہود پر جو انعامات، رحمتیں اور برکتیں اللہ تعالیٰ نے کیں ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔ مختصراً یہاں بھی بیان کی گئی ہے۔ تمام نبی بنی اسرائیل ہی میں پیدا کیے گئے، پھر ان کو حکومت بھی دی گئی۔ مصر میں ان کو بڑا اقتدار ملا۔ مصر سے نکل کر شام ان کے نام کر دیا اور فرمایا کہ جا کر اسے فتح کر لو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بہت سے نبی پیدا ہوئے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء شامل ہیں۔ دو نعمتیں نبوت اور بادشاہت کا ذکر ہو چکا، تیسری نعمت دولتِ توحید ہے توحید کی نعمت اور فضل شروع سے بنی اسرائیل کو دیا گیا کیونکہ ان سے پہلے تمام قومیں اور نسلیں شرک و کفر کے وبال میں مبتلا تھیں جب بنی اسرائیل کو شروع ہی سے توحید کا سبق دیا گیا جو انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے بھلا دیا اور یوں اللہ رب العزت کی ناراضگی کے مرتکب ہوئے اور اللہ کی نعمتوں سے محروم کر دیے گئے جیسا کہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

بنی اسرائی کا جہاد سے منہ چڑانا

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿22﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿23﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ

أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُونَ (24) قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا
نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ (25) قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً
يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ (26) ع 4 7 8

انہوں نے جواب دیا اے موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں! اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں(22) ان ڈرنے والوں میں دو شخص ایسے بھی تھے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان جباروں کے مقابلہ میں دروازے کے اندر چلے جاؤ، جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو(23) لیکن انہوں نے پھر یہی کہا کہ اے موسیٰ! ہم تو وہاں نہ جائیں گے بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔(24) اس پر موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میرے اختیار میں کوئی نہیں سوائے میری اپنی ذات کے یا اپنے بھائی کے، پس تو ہمیں ان نافرمان لوگوں سے علیحدہ کر دے۔(25) اللہ نے جواب دیا اچھا تو وہ ملک ان پر چالیس سال کے لیے حرام ہے، یہ زمین میں مارے مارے پھریں گے، ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھاؤ۔(26)

تشریح: ان آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ جب فرعون ان کے سامنے غرق ہوا تو مصر میں ان کو امن وامان کی زندگی مل گئی مگر نافرمانی سے باز نہ آئے، پھر جب ان کو جہادِ شام کا حکم ہوا تو اس حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے جیسا کہ اوپر آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ ملکِ شام ارضِ مقدس، بیت المقدس پر اس وقت عمالقہ کا قبضہ تھا۔ جن سے وہ ڈر گئے، حالانکہ بارہ سرداروں میں سے دو سردار یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا نے ان کو بڑی ہمت دلائی اور فتح کا یقین بھی دلایا۔ مگر وہ جہاد کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس پر چالیس سال تک وہ ایک محدود علاقے میں قید ہو کر رہ گئے۔ اسی دوران حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے چھ ماہ بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا گئے۔ یہ تمام قصہ آنحضرت ﷺ کے وقت کے یہود کو سنایا جا رہا ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد نے نافرمانیوں کی اس طرح سزائیں پائیں تم اور مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور عہد کی پابندی کرتے ہوئے توحید ورسالت کو مان لیں اور صراط مستقیم اختیار کریں۔ کہیں تمہارا انجام بھی ان کی طرح ہی نہ ہو جائے۔ آخر میں رب جل جلالہ فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی حالت، انجام اور سزا پر افسردہ نہ ہوں۔ یہ سزا تو ان کو ملنی ہی تھی۔

بے گناہ کا قتل اور فسادیوں کی سزا

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ
قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (27) لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا النصف
بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ (28) إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوأَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ

فَتَكُونَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِينَ ﴿29﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ
مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿30﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ
يٰوَيْلَتٰى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِينَ ﴿31﴾
مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِي إِسْرَآءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ
فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
بِالْبَيِّنٰتِ ۖ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿32﴾ إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ
اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ
خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿33﴾ إِلَّا
الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿34﴾ ع 5 8 9

اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی ٹھیک ٹھیک سنا دو جب ان دونوں نے قربانی کی تو دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ تو متقیوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔﴿27﴾ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔﴿28﴾ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اہل دوزخ سے ہو جائے، ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔﴿29﴾ آخر کار اسکے نفس نے بھائی کے قتل پر اس کو راضی کرلیا، اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔﴿30﴾ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ نکال سکتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔﴿31﴾ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے، پھر بھی ان میں بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔﴿32﴾ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے دوڑتے پھرتے ہیں کہ فساد پھیلائیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔﴿33﴾ مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔﴿34﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب اور پوری امت کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں

بیٹوں کے بارے میں مکمل واقعہ سنا دیں۔ ہابیل اور قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے جیسا کہ آیات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ قصہ بیان کرنے کا مقصد آئندہ نسلوں کو عبرت دلانا اور نصیحت کرنا ہے اور کچھ شرعی احکامات بھی بیان کرنا مقصود ہے، یعنی اگر کسی نے بغیر وجہ کسی شخص کو قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی تو گویا اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا۔

ایک اہم اصول یہاں اور بیان کیا گیا ہے کہ اعمال اور عبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے ہے جیسا کہ ہابیل نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی، پرہیز گار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے، اور جو عمل مقبول ہو جائے اسے چھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے۔'' (ابن کثیر)

پھر اس واقعہ میں خواہش، حسد اور بغض کو بدترین عادات بتایا گیا ہے کہ ان سے ہی مغلوب ہو کر قابیل نے بھائی کو قتل کر ڈالا اور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھایا۔ پھر بھائی کے قتل پر بہت پچھتایا۔ کسی کا حق مارنا اور رشتہ داروں کو ستانا بہت بڑا گناہ ہے۔ قابیل نے قتل کے جرم کا دنیا کو سبق دے دیا، اب ہر قتل میں وہ گناہ اور سزا میں شامل کیا جائے گا۔ اسی لیے تو ہمیشہ نیکی کرنے اور نیکی پھیلانے کی تاکید کی جاتی ہے، پھر اس قصہ سے انسان کو مرنے کے بعد دفن کرنے کا طریقہ بھی سکھایا گیا ہے، پھر یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسول کے مقرر کیے ہوئے قانون کی پرواہ نہیں کرتے تو گویا وہ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں، فسادی اور لوٹ مار کرنے والے باغی چار قسم کے ہو سکتے ہیں اور ان کی سزا بھی بیان کی گئی ہے۔

1- جنہوں نے قتل کر دیا ان کو قتل کر دیا جائے۔
2- قتل کر کے مال بھی لوٹ لیا تو ان کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔
3- قتل نہیں کیا مگر مال چھین لیا۔ ان کا دایاں ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت میں کاٹ دیے جائیں۔
4- قتل کرنے اور مال لوٹنے سے پہلے گرفتار ہو گئے تو ان کو جلا وطن کر دیا جائے۔

اگر باغی گرفتار ہونے سے پہلے معافی مانگ لیں، توبہ کر لیں اور آئندہ فرمانبردار بننے کا اقرار کر لیں تو ان کو معاف کر دیا جائے۔ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا، کیونکہ اللہ غفور رّحیم ہے۔ ایسی سزائیں جو مجرموں کے لیے شرع میں مقرر کر دی گئی ہوں ''حدود'' کہلاتی ہیں۔ سچی توبہ کرنے سے حد معاف ہو جاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے اگر کسی انسان کو مالی یا جانی نقصان پہنچا ہو تو تاوان دینا لازم ہوگا، یعنی اگر مال لوٹا ہے تو مال واپس دینا ہوگا، اگر قتل کیا ہے تو قصاص دینا واجب ہے۔ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے ہاں! اگر بندہ خود معاف کر دے تو قصاص معاف ہو سکتا ہے۔ تمام بات چیت میں یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ اسلامی ''حدود'' کا مقصد صرف اور صرف معاشرے کی اصلاح کرنا ہے نہ کہ وحشت پھیلانا۔

کامیابی کی ضمانت ''قربِ الٰہی اور جہاد''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿35﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب حاصل کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم (ہر طرح) فلاح پاؤ۔﴿35﴾

تشریح: اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ جہاں عذاب اور سزا کا بیان ہوتا ہے تو وہاں ساتھ ہی نجات اور انعام کی خوش خبری بھی ضرور دی جاتی ہے۔ اس آیت میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ قرب کس طرح حاصل کیا جائے۔ یہاں وسیلہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب عربی لحاظ سے قرب ہے جب کہ اردو میں اس کا مطلب ہے ذریعہ۔ نیک لوگوں کی نصیحتوں پر عمل کرنا اچھی بات ہے ان کا ادب کرنا اور ان کو عزت و احترام دینا ثواب کا کام ہے مگر ان سے حاجت مانگنا شرک ہے۔ اسی طرح جہاد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے عام طور پر اللہ کی راہ میں دشمنوں کے خلاف لڑنا سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ عربی میں جہاد کا مطلب بڑا وسیع ہے۔ اس کا مطلب ہے کوشش کرنا۔ تو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیسے کوشش کی جائے۔ برائی کو روکنے کے لیے، نیکی پھیلانے کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت، ہر قدم اور ہر لحاظ سے شیطان کی ترغیب سے بچا کر اللہ کے راستے پر چلانا یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔ دین پھیلانے کے لیے کوشش کرنا، چاہے مال و دولت سے ہو، زبان و قلم سے ہو یا جسمانی طور پر محنت مشقت سے ہو، سب جہاد میں شامل ہے۔ فلاح حاصل کرنے کے دو طریقے بتا دیے گئے ہیں۔ قربِ الٰہی کی تمنا اور جہاد۔ پھر فلاح حاصل کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں ہر لحاظ سے کامیاب و کامران اور خوش و خرم رہیں گے۔ نہ دنیا میں ان کو کسی کا ڈر خوف ہوگا اور نہ ہی آخرت میں ہمیشہ کا عذاب ان کو دیکھنا پڑے گا بلکہ ہر وقت اللہ کی قربت ان کو مطمئن اور خوش باش رکھے گی۔

جہاد کی فضیلت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں صبح کو چلنا یا شام کو چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' (صحیح بخاری)

کفر کا عذاب ضرور ملے گا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿36﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْھَا ۡ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿37﴾

خوب جان لو کہ جنہوں نے کفر کیا، اگر ان کے پاس ساری زمین کی دولت ہو، اتنی ہی اور اسکے ساتھ اور وہ یہ ساری دولت فدیہ کے

طور پر دے کر قیامت کے عذاب سے بچنا چاہیں تو وہ دولت ان سے قبول نہ کی جائے گی اور انہیں دردناک سزا مل کر رہے گی۔ (36)

وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انہیں ہمیشہ رہنے والا عذاب دیا جائے گا۔ (37)

تشریح: جیسا کہ ترجمہ سے مطلب صاف واضح ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں ایمان اور اعمال کی پاکیزگی کے سوا کوئی چیز نجات نہ دلا سکے گی۔

چوری کی سزا

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (38)
فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (39)

اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے، اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ (کی قدرت سب پر) غالب ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ (38) پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (39)

تشریح: چوری کا مطلب ہے کسی کی چیز چھپ کر بغیر اجازت کے لے لینا، اسلام میں اس کے لیے سزا بڑی سخت ہے، اس لیے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ چوری کی گئی چیز کی مالیت کتنی ہے؟ اور پھر چوری کرنے والا پاگل یا نابالغ تو نہیں۔ پھر چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت دونوں کو یہ سخت سزا ہی ملے گی اور پھر ہاتھ کاٹنے کی سخت سزا خاص حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر ایک کو یہ سزا مل جائے تو تمام لوگ کانپ اٹھیں گے اور عبرت حاصل کریں گے اور اس طرح ایک انتہائی غلط کام (چوری) کی زبردست روک تھام ہو جائے گی۔ یہ حد اللہ کی طرف سے لگائی گئی ہے جو بڑا زبردست اور بہت حکمت والا ہے۔

اب اس مال کی مالیت دیکھی جائے جس کے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ مالیت کے بارے میں کافی اختلاف ہے مگر مجموعی طور پر یہی معلوم ہوسکا ہے کہ اس کی مالیت ایک دینار یا دس درہم سے کم نہ ہو اور محفوظ جگہ سے چوری کی گئی ہو، مثلاً گھر، دکان اور مقفل عمارت ہو اور اس پر چوکیدار بھی مقرر ہو۔ کھانے پینے کی چیزوں کی چوری اور لاوارث پڑی ہوئی چیزوں کی چوری پر حد نہیں لگتی۔ پھر توبہ کا ذکر کیا گیا ہے تو اس میں بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور زیادہ رائے یہی ہے کہ اگر چور گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی مگر بعض علماء کی رائے ہے کہ حد تو ضرور لگے گی اگر توبہ کرے تو قیامت کے عذاب سے بچ سکے گا۔ اس میں بھی شرط یہ ہے کہ چوری کا مال واپس کر دے یا اس کی قیمت ادا کر دے اور اگر دونوں کام اس کے لیے ممکن نہیں تو پھر مالک سے معاف کروا لے۔ سچی توبہ کا دروازہ اللہ رب العزت نے ہر ایک کے لیے کھول رکھا ہے۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے اور بے حد رحم کرنے والا بھی ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآنِ

پاک میں قانون کی تین صورتیں ملتی ہیں۔ایک حدود دوسری قصاص اور تیسری تعزیرات یعنی جرگہ، حاکمِ وقت، قاضی یا جج۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق سرقہ کا نصاب 10 درہم ہے اس پر ہاتھ کاٹنے کی حد لگ جاتی ہے چور معافی مانگ لے یا نہ مانگے۔ پھر قصاص کا درجہ آتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا، پھر تعزیراتِ ملک کا درجہ آتا ہے یہ چھوٹی موٹی چوری، گناہ یا دنگا فساد پر مناسب سزا یا جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے جو بھی حاکم وقت قاضی یا جج مقرر کرے۔ پرندوں کی چوری، ترکاریاں، پھل، پکا ہوا کھانا، گوشت، غلہ، کھیل وغیرہ کے آلات، جنگل میں چرتے ہوئے جانور کی چوری اور بیت المال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ مگر عدالت یا جرگہ کی طرف سے اس کو مناسب سزا ضرور دی جائے گی اور نفس کی پاکی کے لیے سچی توبہ بھی بے حد ضروری ہے جسمانی سزا چاہے چھوٹی ملے یا بڑی۔

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿40﴾

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔﴿40﴾

تشریح: پچھلی آیات میں جرم وسزا اور بے شمار اخلاقی، مذہبی اور جسمانی موضوعات پر قرآنی قوانین کے بارے میں مفصل بیانات گزر چکے ہیں۔کئی کم عقل، بے وقوف کفار ومشرکین اَن قوانین پر الٹے سیدھے اعتراضات کرتے ہیں۔تو اس آیت میں اللہ رب العزت اپنے اختیارات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی پیدائش اور ان تمام سہولیات کی پیدائش کو دیکھ کر یہ یقین کرنے میں کیوں مشکل پیش آرہی ہے کہ آسمانوں، زمین اور ہر چیز کا مالک صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔اس نے یہ تمام سلسلہ چلانے کے لیے جو انتظامات کر رکھے ہیں وہ انسانی سمجھ سے باہر ہیں کیونکہ اللہ کے اندازے اور کاریگری اتنی عظیم، ناقابل فہم اور مکمل ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص یا خرابی دکھائی نہیں دیتی، اسی طرح اس نے انسان کو زندگی گزارنے کے جو اصول دیے ہیں وہ بھی بڑے ہی مکمل اور فائدہ مند ہیں۔وہ ہر شخص کی نیت، ارادے اور عمل کو خوب اچھی طرح جانتا ہے جو انسان نہیں جان سکتا، اس لیے وہ جس کو سزا کے قابل سمجھتا ہے سزا دیتا ہے اور جس کو بخشش کے قابل سمجھتا ہے معاف کر دیتا ہے، لہٰذا انساں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو مذاق بنائے ان میں ردوبدل کرے یا ان کو نہ مانے۔مولانا وحید الدین خاں نے اپنی کتاب ''خدا اور انسان'' میں بہت خوبصورت وضاحت کی ہے لکھتے ہیں۔

''انسان نے جو تمدنی دنیا بنائی وہ اللہ کی بنائی ہوئی دنیا سے کس قدر مختلف ہے۔انسان کی بنائی ہوئی سواریاں شور اور دھواں پیدا کرتی

ہیں مگر اللہ کی دنیا میں روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے اور نہ کہیں شور ہوتا ہے نہ دھواں۔ انسان کے بنائے ہوئے تمام شہروں میں کوڑے کو ٹھکانے لگانا ایک مشکل مسئلہ بنا ہوا ہے، مگر اللہ کی بنائی ہوئی وسیع تر دنیا میں ہر روز بڑے پیمانے پر کوڑا نکلتا ہے مگر کسی کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کو Recycle کر کے دوبارہ کائنات کے مفید اجزاء میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔"

یہی سبق اس آیت میں دیا گیا ہے کہ جب انسان اللہ اَلْعَظِیْم، اَلْحَکِیْم، اَلْعَزِیْز، اَلرَّحْمٰن، اَلْمَلِكُ، اَلْعَزِیْز، اَلْعَلِیْم، اَلْغَفُوْرُ کی اور بے شمار صفات اور طاقت کا اقرار کر لیتا ہے تو پھر وہ کسی صورت بھی رب ذوالجلال کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اللہ کے کسی قانون پر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

کفار کی چالیں اور سزا

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۙۖ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿41﴾

اے پیغمبر ﷺ! وہ لوگ جو کفر کی راہ پر بڑی تیزی سے چل رہے ہیں آپ کے لیے باعث رنج نہ ہوں۔ خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے، یا ان میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے کان لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمہارے پاس کبھی نہیں آئے، سن گن لیتے پھرتے ہیں، کتاب اللہ کے الفاظ کو انتہائی مناسب ہونے کے باجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے جو ہم دے رہے ہیں تو مان لو اگر کوئی اور حکم دیا جائے تو نہ مانو۔ جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب۔﴿41﴾

تشریح: سورۂ مائدہ کے تیسرے رکوع سے اہلِ کتاب کا ذکر چلا آرہا تھا، درمیان میں کچھ دوسرے خاص مضامین آگئے اب پھر اہلِ کتاب ہی کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کا شانِ نزول دو واقعات کا سبب ہے۔ جو مدینہ کے آس پاس دو یہودی قبائل میں پیش آئے۔ ایک واقعہ قتل وقصاص کا اور دوسرا زنا کا ہے۔ یہود کی یہ پرانی عادت تھی کہ اپنے دنیاوی فائدں کے مطابق اپنی تورات سے ہٹ کر خود ہی فتوے بنا لیا کرتے تھے۔ خصوصاً سزاؤں کے معاملہ میں تو امیر وغریب کی وجہ سے خود ہی ردوبدل کر لیا

کرتے تھے۔ان کے اس رویہ کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ اہل کتاب تو بڑے پرانے بگڑے ہوئے عہد شکن، ہٹ دھرم اور نافرمان لوگ ہیں آپ ان کی پرواہ ہرگز نہیں کریں مگر ان سے ہوشیار ضرور رہیں کہ ان میں سے اکثر یہود کے جاسوس ہیں جو مسلمان بن کر یہود کے لیے جاسوسی کرتے ہیں اور پھر تسلی دی کہ آپ ان کو نہ تو ٹھیک کر سکتے ہیں اور نہ ہی سمجھا سکتے ہیں یہ غلط لوگ ہیں، غلط راہوں کی تلاش میں رہتے ہیں، غلط راہوں کے لیے کوشش کرتے ہیں، اس لیے اللہ نے ان کے لیے غلط راہوں کو ہی آسان کر دیا ہے۔ان کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ دنیا میں بے چینی، بے سکونی اور ذلت کی زندگی گزاریں اور آخرت میں سخت سزا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مبتلا کیے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ سختی سے اپنی شریعت پر قائم رہیں اور ہر فیصلہ قرآن کے مطابق کریں۔ یہود کی بالکل پرواہ نہ کریں اور آپ ﷺ کو ان کے پاس آنے والے منافقین کے وفد سے پوری طرح خبردار کر دیا گیا اور ساتھ ہی مسلمانوں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ ہر قسم کی مشرکانہ اور کافرانہ خصلت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔

نبی اکرم ﷺ کو انصاف کرنے کا حکم

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿42﴾

یہ جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور حرام کھانے والے ہیں، اگر یہ تیرے پاس فیصلہ کروانے کے لیے آئیں تو آپ کو اختیار دیا جاتا ہے چاہیں تو آپ فیصلہ کر دیں، چاہیں تو نہ کریں، اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے تو وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو پورے انصاف سے فیصلہ کریں بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔﴿42﴾

تشریح: یہاں یہود کی بری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ جھوٹی اور غلط بات کرنے اور سننے کے عادی ہیں، اس لیے ان کے علماء نے تورات کے تمام قوانین کو مرضی کے مطابق بدل ڈالا ہے۔ دوسری بری خصلت ان کی یہ ہے کہ یہ پکے منافق ہیں یہ یہاں ایمان کی پختگی کے لیے نہیں آتے بلکہ صرف جاسوسی کرنے آتے ہیں۔ تیسری بری خصلت ان کی یہ ہے کہ یہ ہر کام میں رشوت لے کر ٹھیک کو غلط اور غلط کو ٹھیک کہہ دیتے ہیں، اس لیے اے نبی ﷺ! آپ کے پاس جب بھی یہ کسی فیصلہ کے لیے آئیں تو آپ ان کا فیصلہ کرنے کے پابند نہیں۔ اگر فیصلہ کریں تو صرف اور صرف اللہ کی فرمانبرداری کو سامنے رکھتے ہوئے بالکل ٹھیک اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ کیونکہ مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ انصاف کرنے والا ہے اور وہ انصاف کرنے والوں کو ہی دوست رکھتا ہے۔ حدیث ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ یہ بھی اللہ کی تعظیم کرنے ہی کی شکلیں ہیں کہ بوڑھے مسلمان، قرآن کے حافظ کی عزت کی جائے جو نہ اس میں مبالغہ کرتا ہو نہ کمی اور اس حاکم کی عزت کی جائے جو عدل کرنے والا ہو۔'' (سنن ابوداؤد)

یہود و نصاریٰ کی اصلیت

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿43﴾

ع 6/9/10

یہ تمہیں کیسے منصف بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے اور پھر یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ﴿43﴾

تشریح: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بس ہر چیز کو کھیل تماشا ہی سمجھے ہوئے ہیں نہ یہ تورات کو عمل میں لاتے ہیں نہ قرآن کو مانتے ہیں۔ ورنہ فیصلے خود ان کی کتاب میں موجود ہیں۔

تورات کے مضامین

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿44﴾

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے، اسی کے مطابق یہود کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح درویش اور عالم بھی، کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے، پس تم (اے یہودو!) لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو تھوڑے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ ﴿44﴾

تشریح: تورات میں بھی توحید اور ہدایت کا سبق دیا گیا تھا اور ان کے علماء اور فقہاء بھی مسلم ہی تھے مگر یہود نے سب کچھ برباد کر دیا اور کفار میں شامل ہو گئے۔

تورات کے احکامات

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿45﴾

تورات میں ہم نے یہود پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے

کان، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کو معاف کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔ (45)

تشریح: آیت 44 سے سورۂ مائدہ کا ساتواں رکوع شروع ہو چکا ہے۔ اس رکوع میں رب العالمین یہود کو مخاطب کر کے ان کو ان کی بدعہدی اور نافرمانی کا احساس دلاتے ہیں اور کتاب پر عمل نہ کرنے والوں کو کافر اور ظالم قرار دیتے ہیں۔

انجیل اور اس پر عمل کے بارے میں

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ؕ (46) وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (47)

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا۔ تورات میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں راہنمائی اور روشنی تھی اور وہ (انجیل) بھی تورات میں جو کچھ موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور تقویٰ اختیار کرنیوالے لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔ (46) ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔ (47)

تشریح: ان آیات میں پوری طرح سے واضح کر دیا گیا ہے کہ تمام آسمانی کتابیں ایک جیسے احکاماتِ الٰہی سے بھری ہوئی ہیں اور ہر آنے والے پیغمبر نے پہلے پیغمبر کی تصدیق کی ہے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی۔ انجیل نے تورات کی تصدیق کی مگر افسوس کہ دونوں قوموں نے اپنی کتابوں کے تمام احکامات کو اپنی چھوٹی چھوٹی اغراض اور دنیاوی فائدوں کے لیے بدل دیا۔ پیغمبروں کو قتل کیا اور کسی بھی حکم کی پابندی کرنے سے انکار کر دیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر، فاسق اور ظالم کہا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان قوموں کے حالات اور انجام سے عبرت حاصل کریں اور قرآن وسنت پر پوری طرح عمل کریں۔

قرآنِ پاک کی حکمت

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ (48)

(پھراے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب بھیجی جوحق لے کرآئی ہے اور کتاب (تورات) میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اوراس کی محافظ ونگہبان ہے، لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرواور جوحق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کران کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ ہم نے تم میں سے ہرایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی، حالانکہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے، لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے؟ پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ (48)

تشریح: پچھلی آیات میں تورات اور انجیل کے بارے میں بتایا گیا ہے اور اب نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل فرمایا اور پھر قرآن کی برکات، خصوصیات اور بہترین ہدایات کا ذکر کیا جارہا ہے۔ قرآن پاک کی سب سے پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ برحق کتاب ہے کوئی بھی حکم انسانی فطرت سے نہیں ٹکراتا۔ تمام قوانین وقت، حالات اور انسان کی ضروریات کے عین مطابق، آسان اور فائدہ مند ہیں یہی حق کی تعریف ہے۔ دوسری خاصیت قرآنِ پاک کی یہ ہے کہ یہ تمام پچھلی آسمانی کتابوں کو سچ کہتا ہے۔ تیسری خاصیت قرآن کی یہ ہے کہ یہ گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کا محافظ، شاہد، نگران اور نگہبان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پچھلی کتابوں کے قوانین، مضامین اور اصولوں کو لوگوں نے اپنی مرضی کے مطابق بدل لیا تھا جبکہ قرآن ان کتابوں کے اصلی مضامین اور اصول بتاتا ہے اور اب قرآنِ پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس میں ہرگز کوئی شخص بھی ردوبدل کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور یوں تورات وانجیل کے اصل مضامین بھی محفوظ ہو گئے اور پھر قرآنِ پاک ان تمام کتابوں اور جن رسولوں پر یہ نازل کی گئیں سب کو سچ اور بالکل حق ثابت کرتا ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ انسانوں کو اپنی تمام زندگی قرآنی احکامات کے مطابق ہی گزارنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ تاکید کے ساتھ حکم دیتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! جس طرح آپ ہمیشہ سے ہر فیصلہ اور ہر کام قرآن کے احکامات کے مطابق کرتے رہے ہیں اسی طرح ہمیشہ اپنے فیصلے قرآن کی روشنی میں ہی کرتے رہیں۔ کسی شخص یا کسی بھی مجبوری سے آپ کو اپنے راستہ سے ہرگز ہٹنا نہیں چاہیے۔

پھر فرمایا کہ بیشک تمام نبیوں کو ایک ہی دین دیا گیا۔ مگر شریعت میں کچھ فرق رکھا گیا ہے، مثلاً: عبادت کی صورتیں، حلال وحرام اور رہن سہن کے کچھ طریقوں میں فرق ہے۔ اس کی خاص وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آج سے ایک صدی پہلے انسان کے رہن سہن اور ضروریات کی شکل کچھ اور تھی اسی طرح دوصدی پہلے پھر تین صدی پہلے یونہی دیکھتے دیکھتے جب ہم انسان کی ابتدائی زندگی کو دیکھتے ہیں تو وہ آج کے انسان کی زندگی سے بے حد مختلف دکھائی دیتی ہے۔ کبھی انسان غاروں میں رہتا تھا، پتوں سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا۔ جو بھی جانور مل گیا اور جیسے بھی مارا گیا کچا ہی کھالیا اور پھر اللہ کو جیسے بھی جہاں بھی جس طرح بھی خیال میں آیا یاد کرلیا یا نہ کیا۔ اسی طرح انسان نے آہستہ آہستہ ترقی کرنا شروع کی اور اپنی زندگی کو آسان بنانے کے لیے اپنی عقل سے کام لے کر رہن سہن اور عبادت اور

اللہ کی تلاش میں نئے نئے راستے اور طریقے ایجاد کرنے شروع کیے تو اللہ نے انسان کو اکیلا کبھی نہیں چھوڑا ہمیشہ راہنمائی کے لیے انہی میں سے کسی کو ان کا رہبر بناتا رہا، جس کو رسول یا پیغمبر کہا جاتا ہے۔ وہ رسول یا پیغمبران کو دین تو ایک ہی بتاتا تھا مگر شریعت مختلف ہوتی تھی۔ شریعت کا مطلب ہے دین کو جاری رکھنے کے لیے وہ روشن راستہ جو رسول بتائے کیونکہ دین تو بڑی ہی وسیع چیز ہے۔

اب اللہ رب العزت کی قدرت کا ذکر ہوتا ہے کہ اس کے لیے کوئی بھی بات ہرگز مشکل نہیں وہ چاہتا تو شروع سے لیکر آج تک ایک ہی امت بنا دیتا، یعنی ایک ہی معیار کے ایک ہی رہن سہن اور ایک ہی طریقہ سلیقہ انسان کو دے دیتا مگر یہ اس کی مرضی اور حکمت ہے کہ اس نے انسان کو اس طرح رکھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ایک بڑی مصلحت اللہ تعالیٰ یہ بتاتے ہیں کہ اگر ایک ہی امت بنا دی جاتی تو پھر اچھے اور برے کا امتحان کیسے لیا جاتا۔ اللہ نے انسان کو عقل اور ارادہ دے دیا اور راہنمائی کے لیے رسول مبعوث فرمایا اب راہ اختیار کرنا یہ بندے پر چھوڑ دیا کہ جو نیک پرہیزگار اور مخلص بندے ہیں وہ تو رسول کی کہی بات پر چلیں گے، اس کی کتاب پر پابندی سے عمل کریں گے مگر جو ہٹ دھرم، نافرمان اور بے وقوف ہیں وہ نہ تو رسول کی بات سنیں گے اور نہ نیک راہ اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو، بلکہ اہلِ کتاب کو خاص طور سے خبردار کرتے ہیں کہ دیکھو عرب کے جاہل بدو اور کفار کس تیزی سے ایمان کی طرف آ رہے ہیں تم تو نبی، قرآن اور اسلام کے بارے میں سب کچھ اپنی کتاب کے ذریعہ جان چکے ہو تم ایمان لانے میں جلدی کیوں نہیں کرتے؟ ہر بھلائی اور نیکی کی طرف جلد از جلد بڑھتے چلے جاؤ۔ کیونکہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی، ناپائیدار اور دھوکہ دینے والی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں اور تمام پہلی کتابوں میں زندگی گزارنے کے بہترین طریقے بتائے گئے ہیں، ان پر عمل کرو اور خوب اچھی طرح جان لو اور خوب یقین کر لو کہ جس طرح تم اب زندہ ہو اسی طرح تم مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیے جاؤ گے اور اس زندگی میں کیے گئے تمام اعمال کا حساب دے کر سزا یا جزا پاؤ گے۔ وہاں جو بھی فیصلہ ہوگا اٹل ہوگا کوئی سفارش نہ ہوگی کوئی رشوت نہ ہوگی اور وہ سب باتیں جو تم کرتے ہو اور وہ سب اعمال جو تم کرتے ہو تمہارے سامنے موجود ہوں گے اور تم بدلہ پاؤ گے۔ سورۃ الاحقاف کی آیت 33 میں اللہ فرماتا ہے:

"کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور ان کو بناتے ہوئے جو (ذرا بھی) نہ تھکا، وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مُردوں کو قیامت کے روز زندہ کر دے؟ کیوں نہیں، بے شک وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔"

اللہ کا حکم بہترین ہے

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿49﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿50﴾ ع 7/11

اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ آپ کو فتنہ میں ڈال کر اس پر ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔ پھر اگر یہ اس سے منہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں اکثر فاسق ہیں۔ (49) کیا یہ پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ یقین رکھنے والے لوگوں کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ (50)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی ﷺ کو قرآنی فیصلوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور ان فاسق لوگوں پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ قرآن اور اسلام کی روشنی کو چھوڑ کر جاہلیت کے اندھیروں میں رہنا چاہتے ہیں۔ جب یہ اندھیروں میں رہیں گے تو ظاہر ہے بھٹکتے پھریں گے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے جبکہ اللہ پر ایمان رکھنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ فیصلوں میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا صرف اور صرف ربِ اعلیٰ ہی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی دوستی سے بچو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (51)

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی میں ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو (اپنی) ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ (51)

تشریح: مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے، اس لیے ان کی دوستی سے منع کیا گیا ہے اور خبردار کیا گیا ہے کہ اگر ایک دفعہ تم راہ سے بھٹک گئے تو پھر سمجھ لو کہ اللہ کی راہنمائی سے تم محروم کر دیئے جاؤ گے۔ سورۂ آلِ عمران میں بھی ان کی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔

نومسلموں کی کشمکش

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۭ (52) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ (53)

آپ دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔مگر قریب ہے کہ جب اللہ تمہیں فتح بخشے گا یا کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو پھر یہ لوگ اپنے اس (نفاق) پر نادم ہوں گے جو انہوں نے دل میں چھپا رکھا ہے۔﴿52﴾اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ نا کام و نامراد ہو کر رہے۔﴿53﴾

تشریح: پہلے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کیا گیا۔یہاں منافقین کا ذکر ہے جن کو ہر وقت یہ پریشانی رہتی تھی کہ یہود انتہائی مالدار اور عالم لوگ ہیں جب کہ مسلمان جب مدینہ میں گئے تو شروع میں کافی کمزور حالت تھی کیونکہ مدینہ میں تو وہ ہجرت کر کے آئے تھے تو منافق باوجود منع کرنے کے یہود و نصاریٰ کے ساتھ چپکے رہتے جب ان سے وجہ پوچھی جاتی تو کہتے معلوم نہیں مسلمانوں کی کمزور سی جماعت ہے اس پر کیا مصیبت آپڑے۔یہود و نصاریٰ تو بڑے امیر کبیر ہیں مشکل میں ہمارے کام آسکیں گے۔اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ عنقریب ہی مسلمانوں کو فتح و کامیابی نصیب ہو گی اور ان کی پوزیشن بھی بڑی مضبوط ہو جائے گی،تب یہ منافق لوگ اپنے آپ پر سخت ندامت کریں گے تو اس وقت سوائے حیرت کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو گا،اس لیے بہتر ہے کہ ابھی سے اپنے ایمان کو مضبوط اور دل کو منافقت سے پاک صاف کر لو۔مسلمان ان منافقین پر حیرت کا اظہار کرتے جو قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا یقین دلاتے مگر جب دیکھو اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہے ہوتے تو ان کی اس دورخی پالیسی کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کی وہ تمام نیکیاں بھی ضائع کر دیں جو کبھی انہوں نے کی تھیں آخر میں تو ان کو اپنے کیے ہوئے غلط اعمال کا خوب ہی احساس ہو جائے گا جب سوائے سزا کے ان کے لیے اور کچھ بھی نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم اور اس کے اوصاف

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿54﴾ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿55﴾ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿56﴾ ع 8 6 12

اے ایمان والو!اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے(تو پھر جائے)اللہ بہت سے ایسے لوگ اور پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا،جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے،جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔یہ اللہ کا فضل ہے،جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب

کچھ جانتا ہے۔(54) تمہارا دوست تو اصل میں صرف اللہ، اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔(55) جو اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست بنا لے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔(56)

تشریح: پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار اور منافقین کی دوستی سے منع کیا گیا ہے، اس لیے نہیں کہ انسان دوستی بری ہے۔ انسان دوستی تو مسلمان کا پہلا سبق ہے مگر یہاں معاملہ دوسرا ہے کہ وہ جاسوسی کرتے تھے بظاہر مسلمان ہوتے تھے مگر اندر سے مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر کافر یا مرتد ہونا چاہتے ہیں تو ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان سے اسلام کو یا اللہ کو ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے خود ان کا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے کیونکہ اللہ بڑی قدرت، طاقت اور اختیار رکھتا ہے وہ ایسے منافق لوگوں کی جگہ بڑے اچھے، مخلص اور پکے مسلمانوں کی جماعت کو لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل مشکل کام نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان اچھے مسلمانوں کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

1- اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

2- آپس میں مشفق اور مہربان ہوں گے۔

3- وہ بہادر، نڈر اور مضبوط ارادہ رکھتے ہوں گے۔

4- وہ کفار کے لیے سخت گیر ہوں گے۔

5- ان کا سونا جاگنا، اوڑھنا بچھونا، زندگی اور موت سب اسلام کے فروغ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہوگا۔ اسلام کی حفاظت اور فروغ کے لیے ہر وقت تیار رہیں گے۔

6- ان کا تعلق صرف اللہ سے ہوگا۔ وہ کسی ملامت کرنے والے اور ڈرانے والے کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے کیونکہ ان کا معاملہ سیدھا اور صاف اللہ تعالیٰ سے ہوگا۔

آخر میں بندۂ مومن کو ہدایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رب کریم بڑا ہی وسیع علم رکھنے والا اور سب پر غالب ہے تمہیں کسی اور کو دوست بنانے کی کیا ضرورت ہے تمہارا دوست تو صرف اللہ، اس کا رسول ﷺ اور وہ مومنین ہونے چاہئیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور صرف اللہ کے آگے جھکتے ہیں۔ بھلا تمہیں کسی اور سے دوستی کرنے کی آخر کیا ضرورت یا مجبوری ہے؟ تم جھکو تو اللہ کے آگے، مانگو تو اللہ سے اور ڈرو تو صرف اللہ سے ڈرو۔ یقین، مکمل بھروسہ اور پورا ایمان رکھو کہ اللہ کے سامنے کوئی جماعت نہیں ٹھہر سکتی۔ اللہ جو قادرِ مطلق ہے بادشاہوں کا بادشاہ، عظمت طاقت میں بے مثال اسی کی جماعت کامیاب و کامران ہوگی اور سب پر غالب رہے گی؟ اس لیے اللہ کی جماعت کے ساتھ مخلص ہو کر رہو اور کسی کی طاقت پر ہرگز بھروسہ مت کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم میں سے جو کوئی بھی مرے اسی حالت میں مرے کہ اللہ سے نیک گمان رکھتا ہو۔ (اس کی رحمت کا امیدوار ہو۔)۔ (سنن ابن ماجہ)

دین اسلام کا مذاق اڑانے والے سے دوستی نہ لگاؤ اور یہود کی سزا

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿57﴾ وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿58﴾ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿59﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿60﴾

اے ایمان والو! اہل کتاب اور کفار جو تمہارے دین کو مذاق بناتے ہیں دوست مت بناؤ، اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ ﴿57﴾ جب تم نماز کے لیے بلاتے ہو تو وہ اس کا مذاق اڑاتے اور اس کو کھیل تماشہ بناتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔ ﴿58﴾ ان سے کہو اے اہل کتاب! تم ہم سے صرف اس لیے بگڑے ہو کہ ہم اللہ پر اور اس (دین کی تعلیم) پر ایمان لے آئے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور ہم سے پہلے بھی نازل ہوئی تھی، اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں؟ ﴿59﴾ پھر کہو کیا میں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤں جن کا انجام اللہ کے ہاں ان (فاسقوں) کے انجام سے بھی بدتر ہے اور جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سؤر بنائے گئے، جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی، ان کا درجہ اور بھی برا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ﴿60﴾

تشریح: ان آیات میں کوئی نئی بات نہیں سب کچھ بیان ہو چکا ہے۔ یہاں یہود و کفار کی غیر اخلاقی حرکتوں کا ذکر ہے، پھر ان کے عذاب بتائے گئے ہیں اور پھر غلط اور برے لوگوں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ آیات میں تفصیل سے بتا دیا گیا ہے۔ اگلی آیات میں بھی یہود کی خصلت کا ذکر ہے۔

یہود کی بدخصلت

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ ﴿61﴾

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے اور جو کچھ وہ

چھپائے ہوئے تھے اللہ خوب جانتا ہے۔(61)

تشریح: اس آیت میں تشریح طلب کوئی بات نہیں آیت میں ہی بات کی وضاحت ہے۔

یہودی علماء کی فرض سے کوتاہی

وَتَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (62)
لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (63)

اوران میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ دوڑتے ہیں گناہ، ظلم اور حرام کھانے پر یہ سب بہت برے کام ہیں جو یہ کررہے ہیں۔(62)
ان کے فقہا اور علماء ان کو کیوں منع نہیں کرتے ، گناہ کرنے حرام کھانے سے۔ یہ سب بہت برے (اعمال) ہیں جو یہ کررہے ہیں۔(63)

تشریح: اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ جب کوئی قوم برائیوں میں حد سے گزر جاتی ہے تو پھر اس قوم کے علماء اور فقہاء بھی قوم کی بے راہروی میں شامل ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ خود قوم سے زیادہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تو فرض یا منصب ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو نیکی کی راہ دکھائیں تو ان اہلِ کتاب کا درجہ اس قدر گر گیا ہے کہ فقہاء میں بھی وہی صفات، یعنی برائیاں پیدا ہو چکی ہیں جو اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء کا ہی زیادہ قصور ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے علماء وفقہاء کو دین کی مضبوطی اور قوم کی صحیح رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت عطا کرے کہ ہم اللہ کے غضب سے بچ سکیں۔

یہود کی گستاخی

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (64)

یہودی کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ باندھے گئے ان کے ہاتھ اور لعنت پڑی ان پر اس بری بات پر جو یہ کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور گناہوں میں اضافہ کا باعث بن گیا ہے، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہے یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں مگر اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔(64)

تشریح: اس آیت میں یہود کی انتہا سے بڑھی ہوئی بدتمیزی کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس پر انتہائی سخت غصہ اور عذاب کا ذکر ہے جو اللہ رب العزت نے ان پر کیا اور پھر فرمایا کہ ان پر عذاب قیامت تک جاری رہے گا۔ مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ ان سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں یہ اپنی ہر کوشش میں ضرور ناکام رہیں گے کیونکہ فساد پھیلانے والے اللہ کی نظر میں بے حد برے اور نالائق لوگ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہودیوں کی بداعمالیوں اور طریقوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ کس طرح یہ قوم عروج سے زوال تک پہنچی اور ذلیل وخوار ہوگئی۔

یہود نے اپنے ساتھ خود ظلم کیا

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿65﴾ وَلَوْ
اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿66﴾ ع 9/10 13

اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان کی برائیاں ان سے دور کر دیتے اور ان کو نعمت بھری جنتوں میں پہنچاتے۔﴿65﴾ کاش! انہوں نے تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں پر عمل کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے بھیجی گئی تھیں۔ اگر ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ راست باز بھی ہیں لیکن زیادہ لوگ سخت بدعمل ہیں۔﴿66﴾

تشریح: تشریح تو خود آیات میں ہی موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو حق رسالت ادا کرنے کی تاکید

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿67﴾

اے پیغمبر ﷺ! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے یقین رکھو کہ وہ کفار کو ہدایت کی راہ (ہرگز) نہ دکھائے گا۔﴿67﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ رب العزت اپنے پیارے رسول ﷺ کو بڑی تسلی دیتے ہوئے ہمت بندھاتے ہیں کہ بیشک ان لوگوں نے آپ ﷺ کو ستانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر آپ ﷺ فکر نہ کریں بالآخر فتح آپ کی ہی ہوگی اور پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ کس طرح اس چھوٹی مسلم طاقت نے بڑی بڑی طاقتوں کو فتح کیا اور اسلام کا بول بالا پوری دنیا میں ہوگیا اور اگر مسلمانوں نے قرآن وسنت پر عمل کیا تو ان شاء اللہ قیامت تک اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند ہی رہے گا اور اس میں سب سے بڑی کوشش پیغمبر آخر الزماں

حضرت محمد ﷺ کی ہی ہے۔ جنہوں نے سختیاں برداشت کیں مگر ہمت نہ ہاری۔ پہلے مکہ کے انتہائی اکھڑ، جاہل اور وحشی لوگوں سے واسطہ پڑا، پھر مدینہ میں آکر کافر، فاسق اور منافقین سے نمٹنا پڑا۔ آخر نبی ﷺ بھی تو انسان ہی تھے۔ اسی لیے کئی دفعہ آپ ﷺ کو رب العالمین نے تسلی دی کہ آپ بالکل گھبرائیں نہیں اللہ کی پوری پوری مدد آپ کے ساتھ ہے کوئی شخص، جماعت یا قوم آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ آپ پورے کے پورے احکاماتِ الٰہی لوگوں کو بتا دیں اور عمل کر کے دکھا دیں تا کہ اللہ کا پیغام مکمل طور پر لوگوں تک پہنچ جائے۔ دراصل یہ حکم مسلمان فقہاء، علماء اور صاحبِ ایمان لوگوں کو بھی دیا گیا ہے کہ یہودی علماء کی طرح حقائقِ دین کو ہرگز لوگوں سے نہ چھپائیں بلکہ جو کچھ بھی معلوم ہو کھول کھول کر لوگوں کو بتائیں۔ رسول پیغمبر اور انبیاء کے بعد یہ فریضہ علمائے کرام کے ذمے لگ جاتا ہے ان کو بھی اپنی زبان اور اپنے عمل سے نیکی کی ترغیب دینا لازمی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے تو یہ کبھی بھی امید نہ کی جاسکتی تھی کہ وہ کوئی بھی ایسا نکتہ لوگوں کو نہ بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعہ بتایا ہو۔ انہوں نے اس راستے میں بے شمار اور مشکل ترین حالات کا مقابلہ کیا اور اللہ کی مدد کے ساتھ اللہ کا ہر حکم زبان سے اور عمل سے لوگوں تک پہنچا دیا اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

اہل کتاب کو نصیحت کا حکم

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿68﴾

(ان سے) کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! تمہاری کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ تم تورات، انجیل اور اس کتاب کو جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، نافذ نہ کرو۔ ضروری ہے کہ یہ فرمان ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار میں اضافہ کر دے۔ آپ انکار کرنے والوں پر افسوس نہ کریں۔ ﴿68﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ اہلِ کتاب کو سمجھا دو کہ جب تک تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں کو تم اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل نہیں کرتے تمہاری کوئی حیثیت نہیں اگر تم ان کتابوں کو اچھی طرح غور سے پڑھو تو نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا تمہارے لیے بے حد آسان ہو جائے کیونکہ تمہاری کتابوں میں بھی وہی احکام ہیں جو قرآنِ پاک میں نازل کیے گئے ہیں کیونکہ وہ خود اپنی کتابوں سے بالکل غافل ہیں اس لیے جیسے جیسے آپ ان کو توحید اور ہدایت کی باتیں بتاتے ہیں وہ اور بھی زیادہ سرکشی اور نافرمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ ان کی سرکشی، ہٹ دھرمی اور نافرمانی پر بالکل افسوس نہ کریں۔

خوف وغم سے نجات

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿69﴾

جو لوگ ایمان لائے یا یہودی ہیں یا صابی یا عیسائی ہیں جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا بے شک اس کے لیے نہ کسی خوف کا مقام ہے نہ رنج کا۔﴿69﴾

تشریح: اس آیت سے متعلقہ مضمون سورۃ البقرہ کی آیت 62 میں گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نجات کے لیے اللہ پر ایمان آخرت پر ایمان اور نیک اعمال ضروری ہیں۔ جو اس معیار پر پورا اترے وہ ہر قسم کے غم اور فکر سے آزاد ہو سکتا ہے۔ صرف نام سے نجات نہیں ہو سکتی، یعنی یہ کہ ہم کیونکہ یہودی ہیں، اس لیے ہمیں عذاب نہ ہوگا وغیرہ۔

یہود کے کرتوت

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿70﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿71﴾

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور بہت سے رسول ان کی طرف بھیجے مگر جب بھی کوئی رسول ان کی مرضی کے خلاف کوئی حکم لایا تو ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔﴿70﴾ اور یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ نہ اٹھے گا، اس لیے اندھے اور بہرے بن گئے۔ پھر اللہ نے انہیں معاف کیا تو ان میں سے اکثر لوگ اور زیادہ اندھے اور بہرے بنتے چلے گئے اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔﴿71﴾

تشریح: ان آیات میں وہ عہد جو ہم کلمہ پڑھ کر اللہ سے کرتے ہیں اس کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہود کی مثال دی گئی ہے کہ جو بھی یہود کی طرح نفسانی خواہشات کو ترجیح دے کر اللہ سے کیے گئے عہد کو بھلا دے گا تو وہ ہمیشہ دنیا میں نقصان اٹھائے گا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہود کو ہمیشہ رسولوں کی باتیں بری لگتی تھیں تو وہ یا تو ان کو جھٹلاتے یا پھر قتل ہی کر دیتے جیسا کہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل کر ڈالا۔ اللہ اَرْحَمُ الرّٰحِمِین ہے اس نے بار بار یہود کو معاف کیا مگر یہود نے اس معافی اور درگزری سے کبھی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سرکشی کرنے لگتے اور برے کاموں میں لگے رہتے ان کو یہ خیال ہی نہ آتا کہ ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اللہ جل جلالہ بار بار یاد کرواتے ہیں کہ کبھی مت بھولو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر کام سے اچھی طرح واقف ہے جو بھی کوئی بندہ کر رہا ہے اور عہد کے مطابق حساب کتاب کا دن ضرور آئے گا اور حساب کتاب کے بعد سزا اور جزا ضرور ملے گی، اس لیے ہر شخص کو ہر وقت اپنے اعمال پر سختی سے نظر رکھنی چاہیے اور ان قوموں سے سبق لینا چاہیے جنہوں نے خواہشات کی پیروی کی اور دنیا و آخرت خراب کر لی۔

نصاریٰ کا غلط عقیدہ اور سزا

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿72﴾

بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے عیسیٰ بن مریم کو اللہ کہہ دیا اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جس نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ ﴿72﴾

اگلی آیت میں بھی ان کے کفر کا ذکر ہے۔

نصاریٰ کا غلط عقیدہ ''تین خدا''

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿73﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿74﴾

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا ایک ہے، حالانکہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اگر یہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے تو جنہوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ ﴿73﴾ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس سے معافی نہ مانگیں گے؟ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ﴿74﴾

تشریح: اس آیت میں عیسائیوں کے تثلیث کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے تثلیث کا مطلب ہے تین الٰہ یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ اس وقت بھی نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے کہ یہی تینوں اللہ ہیں یا علیحدہ علیحدہ اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن پاک نے صاف الفاظ میں اس عقیدے کو کفر کہا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ صرف اور صرف ایک ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہوسکتا جو اللہ وحدہ لاشریک لہ نہیں مانتا تو اس کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ لیکن توبہ کا دروازہ ان لوگوں کے لیے کھلا ہے۔ اللہ بے حد رحم کرنے والا، معاف کرنے والا اور بڑا درگزر کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح اور مریم کی حیثیت

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿75﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿76﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ
الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿77﴾ ع 10/11/14

مسیح بن مریم صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے، اس کی ماں ایک راستباز عورت تھی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے سچی نشانیاں واضح کرتے ہیں پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔﴿75﴾ ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا؟ حالانکہ (سب کی) سننے والا اور (سب کچھ) جاننے والا تو صرف اللہ ہی ہے۔﴿76﴾ کہو، اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو، اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور اکثر کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔﴿77﴾

تشریح: ان آیات میں عیسائیوں کے عقائد کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ان نصاریٰ کو سمجھاؤ کہ تم اگر تھوڑی سی عقل بھی رکھتے ہو تو تم بڑی آسانی سے اپنے تمام عقائد کو چھوڑ کر ایک ٹھیک اور سیدھا عقیدہ، یعنی عقیدہ توحید کو اپنا سکتے ہو اور پھر تاکیداً ان کو سمجھایا کہ تمہارے رسول نے تو تمہیں توحید کی ہی تعلیم دی تھی تم نے خواہ مخواہ گمراہ قوموں کے کہنے پر سیدھے راستے کو چھوڑ دیا ہے۔ یہاں اشارہ ان گمراہ قوموں کی طرف ہے جنہوں نے عیسائیوں پر بھی اثر ڈالا۔ ان میں قدیم مصری شرک جو یونانیوں میں پوری طرح رچ بس چکا تھا۔ بڑے بڑے یونانی فلسفی اسکندریہ کی روشن خیالی سے بڑے متاثر تھے۔ عیسائیوں نے مشرکانہ عقائد کو آرام سے قبول کر لیا اور پھر پولس (سینٹ پال) نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تمام تعلیمات کو ختم کر کے مسیحیت کو یونانی شرک کی ایک شاخ ہی بنا دیا۔ آخر میں رومیوں نے اپنے مشرکانہ عقائد ان پر عائد کر دیے۔ اب موجودہ مسیحی قوموں کے عقائد وہ نہیں جو ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتائے تھے۔ آنحضرت ﷺ نصاریٰ کو یہی بتا رہے ہیں کہ تمہارا عقیدہ تمہارے نبی کی تعلیمات کے مطابق بالکل ٹھیک اور سچا عقیدہ تھا جو کہ گمراہ قوموں کی وجہ سے بالکل خراب ہو چکا ہے، اس لیے غور و فکر کرو اور توحید کی سیدھی راہ اختیار کرو۔ تمہارا موجودہ مسیحی مذہب، عقائد اور رسم و رواج سب کے سب مصری شرک، یونانی شرک اور رومی شرک کا نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ بار بار نصاریٰ کو ان کی اصلیت اور ان کے نبی کی تعلیم کے بارے میں بتا رہے اور سمجھا رہے ہیں کہ جو کچھ بھی خرابیاں تمہارے مذہب میں شامل ہو چکی ہیں ان کو بھول جاؤ اور اللہ واحد کی طرف لوٹ آؤ۔ گمراہ لوگوں کا راستہ چھوڑ کر اپنی کتاب کی پیروی کرو۔ جو بھی سیدھی راہ اختیار کرے گا دنیا و آخرت میں نجات پائے گا ورنہ شرک تو بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مگر جب اللہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری اس سرکشی کا وبال تم ہی کو بھگتنا ہوگا۔ دنیا کے چند روزہ مزے ہیں پھر ہماری ہی طرف تم کو پلٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔" (یونس آیت: 23)

داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے بنی اسرائیل پر لعنت کا سبب

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿78﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿79﴾

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داود اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔﴿78﴾ انہوں نے ایک دوسرے کو برے کام کرنے سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ برا راستہ تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔﴿79﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو خبردار کر رہے ہیں کہ تمہاری بری عادتوں کی وجہ سے تنگ آ کر تم پر دو بڑے معتبر رسول حضرت داود اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام لعنت بھیج چکے ہیں۔ اگر تم اس لعنت سے نکلنا چاہو تو اسلام قبول کر لو اور سیدھا راستہ اختیار کر لو۔ لعنت بھیجنے کی تین وجوہات تھیں۔

1 گناہوں میں بری طرح پھنس چکے تھے۔

2 دین کی مقرر کی ہوئی تمام حدوں کو توڑ چکے تھے۔

3 نہ خود گناہوں سے بچتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو برے کاموں سے روکتے تھے۔

جب بھی کوئی قوم ان بری عادات کی عادی ہو جاتی ہے تو پھر اس کی بربادی یقینی ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو ان بگڑی ہوئی قوموں سے سبق سیکھ کر سیدھے راستے کی پیروی کرنی چاہیے تب ہی تو وہ دوسروں کو برائی سے منع کر سکیں گے اور قوم تباہی سے بچ سکے گی۔

غلط دوستی کا برا انجام

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿80﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿81﴾

آج تم ان میں بہت سے ایسے لوگ دیکھتے ہو جو کفار کی حمایت اور دوستی کرتے ہیں۔ یہ انہوں نے اپنے لیے بہت ہی برا کیا ہے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔﴿80﴾ اگر واقعی یہ لوگ اللہ، پیغمبر اور اس پر نازل ہونے والے کلام کو ماننے والے ہوتے تو کبھی بھی کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ چکے ہیں۔﴿81﴾

تشریح: پچھلی آیات میں یہود ونصاریٰ کی بدعملی کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی وہ کفار کی دوستی سے باز نہ آئے۔ ان آیات میں اہل کتاب اور تمام انسانوں کو مخاطب کر کے جو ہدایات دی گئی ہیں وہ دین ومذہب کی مضبوطی اور ایمان کی سلامتی کے لیے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو سمجھنا، یاد رکھنا اور عمل کرنا بے حد ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ بے ایمان، برے اور کافر لوگوں سے دوستی کرنا گویا اپنے آپ کو تباہ کرنے کے برابر ہے کیونکہ برے دوستوں کی دوستی برے ہی راستے پر لے جاسکتی ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی گمراہی کی وجہ غلط ماحول اور کفار سے دوستی تھی۔ اسی غلط دوستی کی وجہ سے وہ لوگ اپنی کتاب، رسول اور دین ومذہب سے بالکل دور ہو گئے جس کے نتیجہ میں ان پر پیغمبروں نے اور اللہ نے لعنت بھیجی اور ان کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں انتہائی دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ یہ آیات خبردار کر رہی ہیں کہ ایمان کی سلامتی انسان کی نجات اور آخرت کا انعام صرف ان لوگوں کو ہی ملے گا جو اللہ، رسول اور آسمانی کتابوں پر بالخصوص قرآنِ مجید پر پختہ ایمان رکھتے ہوں گے۔ قرآن مجید پر اس لیے کہ یہ تمام آسمانی کتابوں کا مجموعہ اور ان کا محافظ ہے۔ بری صحبت سے بچنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جسم کے لیے روح ضروری ہے۔ حدیث ہے:

''تو خود کو برے ہم نشین سے بچا کہ تیری اس سے شناخت ہوگی۔'' (ابن حبان)

یہود ونصاریٰ کا مقابلہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿82﴾

تم اہل کتاب کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ﴿82﴾

تشریح: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو یہود ونصاریٰ کا فرق بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کیونکہ اسلام برائیوں، خودغرضی اور آپس میں دشمنی سے منع کرتا ہے اور امن وسلامتی کا حکم دیتا ہے اور یہ سب تعلیمات یہودیوں کی فطرت کے بالکل خلاف تھیں کفارِ مکہ تو تھے ہی جاہل، اس لیے ان دونوں گروہوں نے سمجھا کہ اسلام تو ان سے ان کی سرداری چھین لے گا، لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کی اور رسولِ اکرم ﷺ کی خوب مخالفت کی اور ان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کی۔ کئی دفعہ نبی ﷺ کو ختم کر دینے کی کوشش بھی اسی دشمنی کی وجہ سے کی۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ عیسائی اتنے زیادہ دشمن نہیں ہیں۔ ان میں کچھ لوگ بڑے اچھے، نرم دل، خوش اخلاق اور مسلمانوں سے محبت کرنے والے ہیں۔ مثلاً حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی۔ روم اور دوسرے

عیسائی بادشاہوں نے بھی آپ کی بھیجی ہوئی دعوت اسلام اور پیغامات کی بے ادبی نہیں کی۔اس کے برعکس یہودیوں نے شروع دن سے آج تک مسلمانوں کی بھرپور مخالفت کی اور ہمیشہ سے مشرکوں کا ساتھ دیا ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہود و کفار شرک میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں جبکہ عیسائی نسبتاً نرم دل اور سمجھ دار ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا

نصارٰی کے ایک گروہ کی کیفیتِ ایمان اوران کی جزا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿83﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ
يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿84﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿85﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَحِيْمِ ﴿86﴾ ع 11/9

جب وہ اسے سنتے ہیں جو رسول ﷺ پر اترا تو حق شناسی کی وجہ سے ان کی آنکھیں تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے ﴿83﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ آخر ہم اللہ پر ایمان کیوں نہ لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں؟ جبکہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے ﴿84﴾ ان کے اس کہنے کی وجہ سے اللہ ان کو ایسی جنتیں عطا کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا ﴿85﴾ اور جو لوگ منکر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلانے لگے تو وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں۔ ﴿86﴾

تشریح: پچھلی آیات میں نصارٰی کو یہود سے بہتر کہا گیا ہے۔ ان آیات کا شانِ نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے کچھ لوگ حبشہ ہجرت کر گئے تھے تو وہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ دی گئی بلکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ساتھی قرآن سن کر روئے اور مسلمان ہو گئے، پھر ستر نو مسلم آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قرآنِ پاک سن کر ان کے دل اس قدر نرم ہوئے اور متاثر ہوئے کہ سب کے سب رونے لگے۔ یہی وہ پیارے لوگ ہیں جنہوں نے خوبصورت اور حق کی باتیں کیں، جیسا کہ آیات میں بتایا گیا ہے۔ رب کریم نے ان کو بہشت کی خوشخبری دی کیونکہ انہوں نے دل سے توحید کو قبول کیا، حالانکہ یہ بھی نصارٰی ہی میں سے تھے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جو بدنصیب ایمان کی نعمت سے محروم رہے تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم مسلمان خود اپنے اعمال، کردار اور نیتوں پر غور کریں کہ کہیں ہم بھی تو ان بدنصیبوں کے راستے پر نہیں چل رہے۔ ہم بیشک مسلمان تو ضرور ہیں، سوچنا یہ ہے کہ آیا ہمارے اندر مسلمانوں کی صفات بھی موجود ہیں یا کہ نہیں اگر کہیں بھی کوئی کمی دکھائی دے تو اسے فوراً دور کر دینا چاہیے اور سچے مسلمان بن کر خود بھی زندگی گزاریں، دوسروں کو بھی سکھائیں، اسی طرح پورا معاشرہ اسلامی معاشرہ صاف ہو جاتا ہے۔

اللہ کی حدوں پر قائم رہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿87﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿88﴾

اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیں انہیں حرام مت ٹھہراؤ اور حد سے مت بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔﴿87﴾ اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے جو چیز حلال ہے پاکیزہ (اور) کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔﴿88﴾

تشریح: ان آیات میں ہر بات کو درمیانہ راستہ پر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کسی بات میں بھی میانہ روی کو چھوڑ دینا منع ہے۔ حرام حلال کا مسئلہ صرف کھانے پینے تک ہی نہیں بلکہ اس میں انسان کی خواہشات، اس کا آرام اور دنیا کے بے شمار دوسرے کام بھی شامل ہیں، اس لئے ہر بات میں اعتدال کو سامنے رکھتے ہوئے اور قرآن وسنت کے احکام کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے۔ دنیا اور دین ساتھ ساتھ چلانا ہی بہترین طریقہ ہے اور ہر قدم پر اپنے دل میں اللہ کا خوف محسوس کرتے رہنا ہی ایمان کی نشانی ہے اور نجات کی ضمانت ہے۔

قسم کا کفارہ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿89﴾

تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرے گا، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر اللہ ضرور پکڑے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلاؤ جیسا کہ تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو یہ نہ کر سکے وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے واضح کرتا ہے تا کہ تم شکر کرو۔﴿89﴾

تشریح: چونکہ بعض لوگوں نے حرام حلال کے سلسلے میں قسمیں کھا رکھی تھیں تو اسی لئے قسموں کے بارے میں تفصیلات اوپر آیت میں بیان کر دی گئی ہیں۔ پھر تاکید کی گئی ہے کہ بلاوجہ ہر وقت قسمیں کھانا بری بات ہے اور پھر سنجیدگی سے کھائی گئی قسم کو بھلا دینا اور

بھی بری بات ہے۔ کیونکہ ارادہ سے کھائی گئی قسم اگر ٹوٹ جائے یا توڑنی پڑے تو اس کے لئے کفارہ دینا فرض ہے۔ قسم کا بیان پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے احکامات بار بار بیان فرماتا ہے کیونکہ ان میں بندوں کے لئے بے شمار فائدے موجود ہیں۔ اس لئے اتنی اچھی ہدایات دینے والے کا ہر وقت شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ اس نے زندگی گزارنے کا ہر اچھا طریقہ اور قانون اپنے بندوں کے لیے نازل کیا ہے۔ اور یہ اس کی مہربانی اور محبت کی دلیل ہے۔

شراب اور جوئے کے نقصانات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ ﴿۹۰﴾ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ ﴿۹۱﴾ اللہ اور رسول کی بات مانو اور باز آجاؤ، لیکن اگر تم نے حکم نہ مانا تو جان لو کہ ہمارے رسول پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ ﴿۹۲﴾

تشریح: شراب، جوا اور فال لینا یہ سب پچھلے اسباق میں بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے جیسا کہ پچھلی آیات میں بہترین زندگی گزارنے کے طریقے بتائے گئے ہیں یہاں بھی انسانوں کی بہتری کے لیے شراب، جوا اور فال لینا حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کی اس قدر خرابیاں ہیں کہ ان کو اللہ نے انتہائی غلیظ کام کہا ہے۔ شراب سے انسانی عقل ختم ہو جاتی ہے صحت تباہ ہو جاتی ہے اور یوں انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور انسانی محبت سے دور ہو جاتا ہے۔ جوا، لالچ، حرص، نقصان اور آپس کی دشمنی کا ذریعہ بنتا ہے۔ فال اور توہم پرستی، ایمان یقین اور بھروسے کو ختم کرتی ہے۔ ان تمام باتوں کو مان لینے سے انسانوں کا اپنا ہی فائدہ ہے نہ ماننے سے اپنا ہی نقصان ہے۔ نہ اللہ کا کوئی نقصان ہوگا اور نہ رسول ﷺ کا کوئی نقصان ہوگا۔ ان کا کام تو صرف برے، اچھے کی تمیز سکھانا تھا اللہ کا حکم بندوں تک پہنچانا تھا اور بس! آگے ان کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ جو کرو گے اس کا بدلہ دنیا میں اور آخرت میں تمہیں مل جائے گا۔

حرمتِ شراب سے قبل پر کوئی گرفت نہیں

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

ع 12 7 2

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿93﴾

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انہوں نے تحریم شراب سے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچے رہیں (جو حرام کی گئی ہیں) اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں، پھر یہ خوف الٰہی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں۔ اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔﴿93﴾

تشریح: جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ پہلے شراب سے بچنے کا حکم ہوا پھر شراب کی برائیاں بتا کر بچنے کا حکم ہوا۔ پھر شراب کو مکمل طور پر حرام قرار دے دیا گیا تو اس آیت میں ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتائی گئی ہیں جو حرام کے حکم آنے سے پہلے شراب پیتے رہے جبکہ ایمان لا چکے تھے تو ان کے لئے وضاحت کی گئی ہے کہ حکم آنے کے بعد اگر کوئی مومن شراب پیے گا تو اس کی پکڑ ضرور ہوگی لیکن حرام کا حکم آنے سے پہلے جو ہو گیا سو ہو گیا معاف ہے مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ ان تمام احکامات کی سختی سے پابندی کرے جو اوپر آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت نیک کردار بندوں کو اور اللہ سے ڈرنے والے بندوں کو بے حد پسند کرتا ہے۔

سورۂ بقرہ آیت 219 اور سورۂ نساء آیت 43 میں شراب کو ناپسند کیا گیا اور پھر نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اس کے بعد سورۂ مائدہ کی آیات 90-91 میں شراب کو بالکل حرام قرار دے دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن شراب حرام ہوئی اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہا دی گئی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

کیونکہ شراب پینا، بیچنا، رکھنا اور تحفہ میں دینا یہ سب سختی سے حرام قرار دے دیا گیا تھا۔ تعمیل حکم کی یہ بڑی شاندار مثال پیش کی گئی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: شراب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے خریدنے، کشید کرنے، کشید کروانے اور لے کر جانے والے پر۔'' (از تفہیم القرآن)

یہی وجہ تھی کہ اللہ کا حکم آنے پر تمام مسلمانوں نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ مگر فی زمانہ اس کی خلاف ورزی دیکھنے میں آتی رہتی ہے۔ شریعت کی رو سے یہ بات اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ شراب کی بندش کے حکم کو قانوناً نافذ کیا جائے تاکہ ملک قوم اور مسلمان اس حرام چیز کے تمام نقصانات سے پوری طرح بچ سکیں اور اس طرح اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو سکیں۔

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت اور کفارہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿94﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا

عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿95﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿96﴾

اے ایمان والو! اللہ تمہیں اس شکار کے ذریعے سخت آزمائش میں ڈالے گا جو بالکل تمہارے نیزوں اور ہاتھوں کی زد میں ہوگا، یہ دیکھنے کے لیے کہ تم میں سے کون اس سے ڈرتا ہے غائبانہ طور پر، پھر جس نے اس کی ہدایت کے بعد اس کی مقرر کی ہوئی حد کو پار کیا اس کے لئے دردناک سزا ہے۔﴿94﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے برابر ایک جانور مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو آدمی کریں گے، اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا پھر کفارہ کے طور پر چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا پھر اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کئے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اسے اللہ نے معاف کر دیا، لیکن اب اگر کسی نے یہ حرکت دوبارہ کی تو اس سے اللہ بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔﴿95﴾ تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو۔ البتہ خشکی کا شکار، جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پس اس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے حضور تم سب کو گھیر کر حاضر کیا جائے گا۔﴿96﴾

تشریح: احرام کی حالت میں شکار کرنا منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس طرح رب العزت انہیں آزمانا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی حکم عدولی کرے گا تو اس پر جرمانہ ہے اور دردناک سزا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص شکار کرے تو کفارہ لازم ہوگا۔ کفارے کی حد کے لیے فرمایا کہ شکار کئے گئے جانور کے برابر جس کا فیصلہ تم میں سے دو آدمی کریں نذر کے طور پر خانہ کعبہ بھیج دیا جائے اور اسی طرح دو آدمیوں کی رائے کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا روزے رکھے جائیں پہلے یعنی اسلام سے پہلے جو کچھ ہو چکا معاف کر دیا گیا ہے مگر خبردار کیا جا رہا ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد اگر کسی نے نافرمانی کرتے ہوئے حکم عدولی کی تو وہ بدلہ سے نہ بچ سکے گا یاد رکھو اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

احرام کی حالت میں خشکی کے جانور کو شکار کرنا، پتہ بتانا یا شکار میں شریک ہونا منع ہے مگر احرام کی حالت میں پانی کا شکار مچھلی وغیرہ حلال ہے۔ ایسے ہی حرم کے احاطہ میں احرام میں ہوں یا نہ شکار کرنا منع ہے۔ احادیث میں موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے مثلاً کوا، چیل، سانپ، بچھو، چوہا، بھیڑیا اور باؤلا کتا۔ آخر میں خبردار کیا گیا ہے کہ رب العزت کی نظر سے بچ جانا ہرگز ممکن نہیں اس لیے ہر وقت اس دن کو یاد رکھو جب تم سب اکٹھے کر کے اللہ کے حضور پیش کئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی سزا یا جزا پاؤ گے۔

خانہ کعبہ کے بارے میں احکامات

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ
لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿97﴾ اِعْلَمُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ﴿98﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿99﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿100﴾ ع 13/7/3

اللہ نے کعبہ کو جو قابل احترام گھر ہے لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہ حرام اور قربانی کے جانوروں کو جن کے گلوں میں پٹے پڑے ہوئے ہوں جو کعبہ کی طرف لے جائے جائیں۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے واقف ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔﴿97﴾ خوب جان لو! اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور (اسکے ساتھ ہی) درگزر اور بہت رحم (بھی) کرنے والا ہے۔﴿98﴾ رسول پر تو صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، تمہارے کھلے چھپے ہوئے تمام حالات کا جاننے والا اللہ ہے۔﴿99﴾ (اے پیغمبر ﷺ! ان سے) کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہرحال برابر نہیں ہیں، خواہ ناپاک کی زیادتی تمہیں کتنی ہی بھلی لگے، پس اے لوگو! جو عقل رکھتے ہو اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔﴿100﴾

تشریح: کعبہ عربی زبان میں چوکور مکان کو کہتے ہیں۔ کعبہ کے ساتھ البیت الحرام کا لفظ اس لیے لگایا گیا ہے تاکہ وہ ایک خاص مکان کو ظاہر کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو لوگوں کے قیام اور امن وسکون کا سبب بتایا ہے۔ یہ چیزیں پہلے بھی اسی طرح محترم تھیں، جس طرح آج ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اللہ رب العزت نے انسانوں کے امن وسکون کے لیے لوگوں کے دلوں میں ان چار چیزوں کی عزت وحرمت ڈال رکھی تھی۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ خانہ کعبہ، ماہ ذی الحجہ، قربانی کے جانور اور جانوروں کے گلے میں ڈالے ہوئے پٹے یا ہار جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ قبل از اسلام عرب قوم بڑی ہی اکھڑ، جاہل اور فسادی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگیوں میں تھوڑا سا امن اور سکون بحال کرنے کے لیے ان چاروں چیزوں کی حرمت ان کے دلوں میں ڈال رکھی تھی۔ یہاں اس آیت میں صرف ایک مہینہ، یعنی ذی الحجہ کا ہی ذکر ہے مگر بعض جگہ یہ چار مہینوں کو کہا گیا ہے جاہلیت کے زمانے میں تو چار مہینے ہی سمجھے جاتے تھے۔ وہ لوگ ان چار مہینوں میں لڑائی جھگڑے بند کر دیتے اور امن وسکون سے تجارتی قافلے آتے جاتے اور وہ لوگ سال بھر کا روزگار حاصل کر لیتے۔ مکہ کو تو ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے برکتوں اور رحمتوں والا شہر بنا رکھا ہے۔ مکہ کی تاریخی کہانی تو بڑی تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے بندوبست کر رکھا ہے

کیونکہ ہر چیز کا علم تو صرف اللہ جل شانہ کو ہی ہے۔ وہی جانتا ہے تمام انتظام کس طرح کرنا چاہیے۔ اس لیے اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے میں ہی نجات ہے جو بھی کوئی نافرمانی کرتا ہے نقصان اٹھاتا ہے اور اللہ رب العزت ایسے لوگوں کو سخت سزا دیتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کی بخشش اور رحم کا بھی ذکر آتا ہے کہ وہ بھول چوک اور معافی کو قبول کرنے والا ہے کیونکہ یہ اس کی صفت ہے بخش دینا اور رحم کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے رسول بھیج دیے ہیں مگر ان کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تمہیں اچھی بری راہوں کا فرق بتا دیں تمہارا کام ہے عمل کرو یا نہ کرو مگر ہمیشہ یاد رکھو کہ تم اللہ سے کچھ بھی چھپا کر نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس کا علم اتنا وسیع اور زبردست ہے کہ وہ ہر ہر بات اور ہر ہر چیز کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ حرام اور حلال چیزیں کبھی برابر نہیں ہوسکتیں۔ حرام چیزیں چاہے تمہیں کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگیں یاد رکھو وہ تمہارے لیے یقیناً نقصان دہ ہی ہوں گی اسی لیے تمہارے رب نے ان کو تمہارے لیے حرام قرار دیا ہے اس لیے تم ان سے باز رہو اس طرح تمہیں دوہرا فائدہ ملے گا۔ ایک تو حرام چیز کے نقصان سے بچو گے اور دوسرے خوف الٰہی کا ثواب ملے گا۔ حرام و حلال چیزوں کا ذکر قرآن پاک میں بے شمار دفعہ بڑی تفصیل سے ہو چکا ہے۔ ان تمام چیزوں اور کاموں کو خوب اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور اللہ بھی ناراض نہ ہو۔ صاف ظاہر ہے ایسے ہی لوگ عقل مند کہلانے کے قابل ہوتے ہیں۔

کس قدر پیار ہے اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ کہ ان کی بھلائی اور نجات کے لیے نبی، رسول بھیجے کہ وہ ان کی راہنمائی کرتے رہیں تاکہ انسان ہر مشکل، پریشانی اور بے سکونی سے نجات حاصل کر کے آخرت میں بھی جنت کا حقدار بن سکے۔ سبحان اللہ۔ ہر وقت ہر انسان کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنے ہی فائدوں کے لیے اس کے بتائے ہوئے حکموں کو ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان (نیک لوگوں) کا صلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ (جنت) اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔'' (البینۃ آیت: 8)

سوالات کرنے سے بچیں

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھو گے جب

کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر دیا، وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ (101) تم سے پہلے ایک گروہ نے اسی قسم کے سوالات کئے تھے، پھر وہ لوگ انہی باتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے۔ (102)

تشریح: ان آیات میں آداب کا ایک نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت ان لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں جو خواہ مخواہ کی مین میخ نکالتے ہیں۔ اس بات سے منع کیا گیا ہے خاص طور پر رسول اللہ ﷺ سے بے کار قسم کے سوالات نہ کئے جائیں۔ قرآن مجید کا نزول جاری ہے ہوسکتا ہے ان لوگوں کے فضول سوالات کے جواب میں کوئی ایسا کام فرض کر دیا جائے جس کو پورا کرنا مشکل ہو۔ پھر بتایا گیا کہ پچھلی قوموں نے بھی اپنے نبیوں سے فضول اور بے معنی سوالات کئے جس کے جواب میں ان کی شریعت کے قانون سخت اور مشکل ہوتے چلے گئے، جن پر عمل کرنا آسان بات نہ تھی، لہٰذا نافرمانی میں مبتلا ہوئے اور یوں کافر شمار ہونے لگے۔ اپنے دین کے بارے اور حلال وحرام اور زندگی کے مشکل مسائل جو پوری طرح واضح نہ ہوئے ہوں ان کو ایک خاص حد کے اندر معلوم کرنا تو ٹھیک ہے لیکن ویسے ہی تفریحاً کسی مسئلہ کو سوال کر کر کے الجھا دینا نہ تو عقل مندی ہے اور نہ ہی اس کی اجازت ہے۔ بس جو قوانین، ضابطے اور اصول اللہ نے بتا دیے ہیں ان پر ہنسی خوشی اور خلوص سے عمل کرو اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو اللہ معاف کرنے والا اور تحمل والا ہے۔

غلط عقائد

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔ مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ (103) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ پیغمبر کی طرف تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے، خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں نہ سیدھی راہ پر ہوں۔ (104)

تشریح: ان آیات میں بت پرستوں کی ایک بری رسم کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے حلال چیزوں کو حرام کر لیا جاتا تھا، مثلاً کسی جانور کا دودھ پینا اس لیے چھوڑ دیتے کہ یہ دودھ کسی بت کے نام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آج کل بھی کسی پیر، فقیر اور دیوتا کے نام پر جانور چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے گا۔ اسی طرح اسلام سے پہلے

اہل عرب بھی کچھ جانور آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے اور انہوں نے ان کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے، مثلاً بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے، جسے ہر قسم کی خدمت سے آزاد کر کے کھلا چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ سائبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جو کسی منت کے پورا ہونے پر آزاد پھرنے کے لیے چھوڑ دی جاتی تھی۔ وصیلہ وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار بھی مادہ جنے اور دوسری بار بھی، ایسی اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ حام وہ اونٹ جو دس اونٹوں کا باپ بن چکا ہو یعنی بوڑھا ہو چکا ہو اسے بتوں کے نام پر بطور سانڈ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نشانی کے طور پر ان جانوروں کا کان چیر دیا کرتے تھے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ نذرانے کے طور پر چھوڑا ہوا جانور ہے۔ پھر یہ بھی کہتے کہ اس سے بت خوش ہوتے ہیں اور اللہ بھی خوش ہوتا ہے۔ یہ تو اللہ پر جھوٹا بہتان ہے اور اللہ رب العزت ان لوگوں کو بالکل بے وقوف اور عقل سے خالی لوگ قرار دیتے ہیں اور پھر جب بھی ان لوگوں کو اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستوں کی طرف بلایا جاتا تو صرف کہہ دیتے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے بتائے ہوئے طریقوں پر ہی چلیں گے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے باپ دادا کو ٹھیک راستہ یا طریقے کا پتہ ہی نہ چلا ہو تو کیا تم بھی آنکھیں بند کر کے انہی غلط راستوں پر ہی چلتے رہو گے؟ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔

اگر تمہیں کوئی ایسا راستہ دکھایا جا رہا ہے جو اچھا، سیدھا اور نجات کا راستہ ہے تو کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ سوجھ بوجھ سے کام لے کر باپ دادا کے اختیار کئے ہوئے غلط عقیدوں کو چھوڑ کر اچھے، پاکیزہ اور صاف عقیدے اختیار کر سکو۔ یہ تو گمراہی پر قائم رہنے کا ایک بہانہ ہے ورنہ عقل سے کام لینے والے لوگ نیکی اور بدی کی اصلیت سے واقف ہو کر اپنا راستہ خود اختیار کرتے ہیں اور آئندہ لوگوں کے لیے بھی قابل اطاعت مثالیں چھوڑتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

صرف راہ ہدایت پر چلو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿105﴾

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو اور اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟ ﴿105﴾

تشریح: صاف ظاہر ہے کہ خود نیک اور اچھے کام کر کے دوسروں کو سبق دینا اور زبان سے بھی اچھی بات کہنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور سبق دینے کا بہترین طریقہ بھی یہی ہے۔ رب العالمین یہی حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے کہنے سننے سے نیکی کی راہ اختیار نہیں کرتا تو پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ تم اپنا خیال کرو کہ کہیں خود بھی اس گمراہ کی راہ اختیار نہ کر لو۔ اس کا اور تمہارا حساب اللہ تعالیٰ خود انصاف سے ضرور لے گا۔ کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ کے حضور سب لوگ جمع کئے

جائیں گے اور اپنے اعمال خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور پھر ان کے مطابق جزا یا سزا ضرور مل جائے گی۔ اب تو سائنس دان بھی اس مسئلہ پر تحقیق کرتے دکھائی دیتے ہیں بلکہ کافی عرصہ سے تحقیق کر رہے ہیں۔ سلطان بشیر محمود صاحب کی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' سے ایک چھوٹا سا پیرا پیش خدمت ہے۔

''موت کے بعد روح وقت کی تمام سمتوں میں زندہ رہتی ہے لیکن جسم جو مکان کا پابند ہے اس کے اجزا مکان ہی میں تحلیل ہو جاتے ہیں لیکن آخرت میں روح اپنے اجزا کو پہچان کر اپنے پرانے ڈیزائن کے مطابق اکٹھا کرے گی یوں روح، نفس اور جسم مل کر پہلے جیسا انسان بن جائے گا۔''

آج کل اس طرح کے کئی بیانات دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ اس موضوع پر حدیثیں تو بے شمار موجود ہیں اور مسلمان کے ایمان کا تو لازمی جز ہے آخرت پر ایمان رکھنا۔

وصیت پر گواہ اور گواہی کے دوسرے مسائل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿106﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿107﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ
ع 14 8 4 يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿108﴾

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کی شرط یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو معتبر آدمی گواہ بنائے جائیں، یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیر مسلموں میں ہی سے دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی بھی ذاتی فائدہ کے لیے گواہی کو بدلنے والے نہیں ہیں، اور چاہے کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم اللہ کی گواہی چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گار ہوں گے ﴿106﴾ لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں سچ بات کو دبا گئے ہیں تو پھر ان کی جگہ دو اور گواہ میت کے قریب ترین لوگوں میں سے مقرر کیے جائیں جن کی حق تلفی ہوئی ہے، اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالموں میں

سے ہوں گے۔ (107) اس طریقہ سے زیادہ امید کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے، یا یہ خوف ضرور کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرو اور سنو، اللہ نافرمانی کرنے والوں کو راہ نہیں دکھاتا۔ (108)

تشریح: تمام معاملات وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں وضاحت طلب بات صرف اتنی ہے کہ سفر کی حالت میں یا کسی بھی مجبوری کی وجہ سے غیر مسلم گواہ بنایا جاسکتا ہے ورنہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ مسلمان گواہ مقرر کئے جائیں، اور گواہوں میں یہ صفات ضرور ہوں کہ وہ سچے اور دیندار لوگ ہوں۔

مقصد صرف یہ ہے کہ چھوٹا معاملہ ہو یا کہ بڑا معاملہ ہو آپس کے تعلقات اعمال اور عقائد بالکل صاف ستھرے اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہونے چاہئیں۔ پھر اللہ کا خوف ہر وقت سامنے ہونا چاہیے۔ کیوں کہ سیدھا راستہ ہی نجات دلا سکتا ہے جو سیدھے راستے سے بھٹک جائے تو اللہ رب العزت بھی پھر اس کے لیے نیکی کی راہیں بند کر دیتے ہیں اور پھر وہ بھٹکتا پھرتا ہے۔ یوں اللہ کی رحمت اور مدد سے دور ہو ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت برباد کر لیتا ہے۔

روز قیامت انبیائے کرام سے سوال

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿109﴾

(اس دن سے ڈرو) جس دن اللہ پیغمبروں کو اکٹھا کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا، وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ علم نہیں، چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا تو بس تو ہی ہے۔ (109)

تشریح: مسیح کو اللہ ماننے اور تین الٰہوں کا تذکرہ سورۂ آلِ عمران میں بھی کافی ہو چکا ہے، پھر سورۂ مائدہ میں بھی اس کی تردید کی گئی ہے۔ اس سے متعلق کچھ آیات پہلے گزر چکی ہیں اب سورت کے آخر میں دوبارہ اسی موضوع پر بات کو دہرایا گیا ہے جس کی ابتدا رسولوں سے پوچھ گچھ سے ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے پوچھے گا کہ تم نے جو پیغام رسالت پہنچایا تو تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ تو رسول جواب دیں گے کہ ہم نے تو آپ کا پیغام ٹھیک ٹھیک لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے کہاں تک مانا اور کیسے عمل کیا یہ تو آپ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ اس کا علم تو ہمیں نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آج تو حساب کتاب کا دن ہے۔ اس دن میں تو صرف تیرا ہی علم سب سے زیادہ اور معتبر ہوگا۔ ہم تو عاجز اور کم علم رکھنے والے بندے ہیں۔ یہاں بھی قیامت اور حساب کے دن کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ اس دن کی سختی سے بچائے۔ آمین۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور حواریوں کی فرمائش

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ
تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ
الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿110﴾ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ
اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿111﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿112﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ
عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿113﴾ الربع

(اور وہ وقت یاد کرو) جب اللہ عیسیٰ ابنِ مریم سے کہے گا کہ میرا انعام اپنے اور اپنی والدہ کے اوپر یاد کرو، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تھی۔ تم گود میں بھی آدمیوں سے کلام کرتے تھے اور بڑی عمر میں بھی، اور جب کہ میں نے تمہیں کتاب وحکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جب تم میرے حکم سے پرندوں کی شکل مٹی سے بناتے اور پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن کر اڑ جاتا۔ اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے ٹھیک کر دیتے تھے اور جب تم مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتے تھے، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب تم ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے روشن نشانیاں۔ تو جو ان میں کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو سیدھا سیدھا جادو ہے۔﴿110﴾ اور جب میں نے حواریوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ مجھ پر ایمان لے آؤ اور میرے رسول پر بھی تو وہ کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔﴿111﴾ جب حواریوں نے کہا، اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے لیے بھرا ہوا خوان اتارے؟ اس نے جواب دیا اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو۔﴿112﴾ وہ بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں، اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں، ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ رہیں۔﴿113﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے باز پرس کی جائے گی تو قیامت کے دن کا یہ منظر بڑا ہولناک ہے اس میں وہ تمام بات چیت جو اللہ رب العزت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوگی۔ آیات مذکورہ بالا میں بیان کر دی گئی ہے۔ ویسے بھی یہ تمام حالات پہلے مختلف سورتوں میں وضاحت سے بیان ہو چکے ہیں۔ اب سورت کے آخر میں ان تمام حالات کا ذکر جو کہ قیامت کو واقع ہوں گے۔ یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے کے نصاریٰ اور اس سے بعد کے تمام نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصلیت اور ان کی طرف منسوب کی گئی تمام خرافات سے اچھی طرح مطلع کر دیا جائے تا کہ وہ لوگ اصلیت سے واقف ہو کر ان کو صرف نبی کا درجہ ہی دیں اور تین الٰہوں کے چکر سے اپنے آپ کو نکال سکیں۔ اگلی آیات میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے جو کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ اور اللہ کے درمیان ہوگا۔

حضرت عیسیٰ کی دعا اور اللہ کی طرف سے وعید

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿114﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿115﴾ ع 15/7/5

اس پر عیسیٰ بن مریم نے دعا کی اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع بن جائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رزق دینے والا ہے۔﴿114﴾ اللہ نے جواب دیا میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہوگی۔﴿115﴾

تشریح: اس کی آیات میں ہی موجود ہے یعنی اللہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے مائدہ کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعید بیان فرمائی۔

حضرت عیسیٰ کی گواہی، اللہ سے رحم کی درخواست

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿116﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿117﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿118﴾

اور جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ بنالو؟ تو وہ جواب میں عرض کرے گا کہ سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ بیشک تمام چھپی باتوں کو جاننے والے ہیں۔﴿116﴾ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور

تمہارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا جب آپ نے مجھے واپس بلالیا تو پھر ان کی خبر رکھنے والے آپ ہی تھے اور آپ ہر چیز سے خبردار ہیں۔(117) اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔(118)

تشریح: اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان اور جو بھی بات چیت ہوگی وہ صرف اس لیے بیان کی جارہی ہے کہ عیسائیوں نے جو بھی غلط عقائد بنا رکھے ہیں ان پر ان کو آگاہ کر کے ٹھیک واقعات اور حالات سے واقف کیا جائے پھر جب بھی مخاطب کیا گیا تو ان کے اصلی نام سے یعنی عیسیٰ بن مریم کہا گیا تا کہ خوب واضح ہو جائے کہ عیسیٰ ایک انسان تھے اور ان کی ولادت انسانوں کی طرح ہوئی ان کی والدہ بھی ایک انسان ہی تھیں یہ سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے بھلا اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا علیم وخبیر اور عظیم وحکیم ہونے کا ثبوت بھی بار بار پیش کروایا گیا تا کہ عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید مکمل طور پر کر دی جائے اور ان کو وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عظمت وکبریائی کا یقین پوری طرح آجائے اور وہ غلط عقیدوں اور غلط خیالات اور غلط راستوں سے بچ سکیں مگر ان لوگوں پر تو کوئی اثر دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی دکھائی دیتا ہے۔ وہ تو جوں کے توں اپنے راستوں پر چلے جا رہے ہیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کی حکمت، مصلحت، بڑائی اور مختارِ کل ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ لوگ تیرے بندے ہیں تو چاہے معاف کر دے تو چاہے ان کو سزا دے تو قادرِ مطلق ہے۔ ان باتوں سے عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید بھی ہوگئی کہ "قیامت کے دن عدالت کا کام اللہ کے نہیں، اللہ کے بیٹے کے ہاتھ میں ہوگا۔" (نعوذ باللہ) یہ انجیل یوحنا میں ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے۔

"باپ کسی کی بھی عدالت نہیں کرتا، بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے پر رکھا ہے" (نعوذ باللہ) از (انجیل باب 5، آیت 13)

اس سلسلہ میں سوال وجواب کے بعد جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رب ذوالجلال کے درمیان قیامت کے دن ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اللہ کا فیصلہ

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (119) لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (120) ع 16/5/6

اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج وہ دن ہے جب سچوں کے کام ان کا سچ آئے گا، ان کے لیے باغات ہونگے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ یہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوا اور وہ اللہ سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔(119) آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ

ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿120﴾

تشریح: اللہ جل شانہ قیامت کے دن فرمائے گا کہ آج صادقین (سچے لوگوں) کی سچائی کا پھل ان کو جنت کی صورت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (التوبہ)

اس لیے اللہ رب العزت سچے، مخلص، دیانتدار اور پاکباز لوگوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ رب رحیم کی خوشنودی جس کو حاصل ہو جائے اس کو اور کیا چاہیے۔ اس کی رضا حاصل کرنا جنت حاصل کرنے سے بھی بڑی خوش نصیبی اور برکت والی بات ہے۔ ملازم اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ بیوی خاوند کی خوشنودی چاہتی ہے۔ اولاد والدین کی خوشنودی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرنا، تو اتنا بڑا اعزاز ہے، خوش نصیبی ہے، باعثِ برکت ہے کہ جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ کیوں نہ ہو وہ اتنا بلند و بالا، بادشاہوں کا بادشاہ زمین و آسمان کا مالک اور جو کچھ زندہ مردہ، درخت پہاڑ، سمندر دریا، جنگل صحرا غرض وہ تمام چیزیں جو انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور جو دکھائی نہیں دیتیں سب کچھ کا وہ مالک ہے ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کی نظر سے چھپا ہوا نہیں۔ وہ اکیلا ہے کوئی اس کی بیوی نہیں کوئی اولاد نہیں، وہ بالکل اکیلا ہے وحدہ لاشریک ہے وہ مالکِ کل ہے۔ بھلا اتنی عظیم الشان ہستی اگر کسی سے خوش ہو جائے تو اس کی خوشیوں کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کو یہ معلوم ہو گا کہ اللہ رب العزت ان سے راضی ہو گیا۔ ان کے چہرے خوشیوں سے چمک رہے ہوں گے، اسی لیے بار بار آتا ہے کہ نیک لوگوں کے چہرے قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے۔ جب اللہ میاں خوش ہو جائے گا تو انعام میں جنت الفردوس عطاء کرے گا۔ جس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ سرسبز و شاداب ہرے بھرے باغات ہوں گے جن میں دنیا کی ہر وہ نعمت موجود ہو گی جس کے لیے انسان ہر وقت تمنا کرتا ہے۔ پھر یہ خوشخبری بھی دی جا رہی ہے کہ یہ ٹھکانے عارضی نہ ہوں گے بلکہ نیک اور سچے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں ہی رہیں گے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ دنیا تو صرف ایک سفر ہے چھوٹی سی معمولی قیام گاہ ہے۔ مگر ہے بڑی ہی اہم کیونکہ یہ امتحان گاہ ہے۔ یہاں کا ہر لمحہ، ہر حرکت اور ہر آواز حتیٰ کہ ہماری سوچ اور نیت بھی ریکارڈ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ ٹیپ قیامت والے دن ہمارے سامنے موجود ہو گی اور ہماری سچائیوں کا بدلہ ہمیں اللہ کی طرف سے دے دیا جائیگا اور یہی ہماری پوری زندگی کا حاصل ہو گا۔

سچے لوگ کون ہیں؟ ربِ رحیم و کریم ان کی تعریف ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ (اے مسلمانو!) کہہ دو کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی، ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے لیے اور اطاعت کرنے والے ہیں۔'' (البقرہ آیات: 136)

یہی ایمان اور سچائی ہے، اور رضائے الٰہی ہے پھر اسی میں نجات ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ سچ ہے، کائنات اور اس کی ہر چیز سچ ہے اسی طرح قیامت اور حساب کا دن بھی سچ ہے۔

دعا ہے اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہمیشہ راضی رہے۔ آمین۔

الحمدللہ کہ اللہ کی رحمت سے سورۂ مائدہ مکمل ہوئی۔

خلاصہ سورہ المائدہ

اس میں قانون کی پابندی، قانون بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کی فرمانبرداری اور اللہ کا قانون بتانے والے (نبی آخر محمد رسول اللہ ﷺ) کی عزت، احترام اور فرمانبرداری پر سختی سے پابند رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ قانون اللہ نے بنائے ہیں ان کو نافذ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا، ان پر عمل کرنا پوری امت کی ذمہ داری ہے۔ پچھلی امتوں کی غفلت، نافرمانی اور انجام ہمارے سامنے ہے اس سے عبرت حاصل کر کے خود کو نقصان سے بچانا چاہیے۔ کیونکہ سوسائٹی کا بگاڑ انسان اور پوری امت کو تباہی سے دوچار کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس لیے سب سے پہلے سوال کیا جائے گا کیونکہ ان کی امت انسانی سوسائٹی کو بگاڑنے کی سب سے زیادہ ذمہ دار ہے۔ ان کے حالات وواقعات سے بعد کی امت کو عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ ان تمام راستوں سے بچ کر رہنا چاہیے جن کی وجہ سے یہود ونصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی اور دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار ہوئے۔ توحید پر یقین، قرآن سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا یہ ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہیے اسی میں نجات ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

اس سورت میں انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے گمراہی کے اسباب بیان کئے گئے ہیں جن میں سب سے پہلا سبب جمہوریت ہے کیوں کہ کثرت بے علم لوگوں کی بھی ہو سکتی ہے جب کہ ایک عالم دس جاہلوں پر بھاری ہو سکتا ہے اس لیے کثرت حق اور سچ کا معیار نہیں ہو سکتی، دوسرا سبب گمراہی کے رسم ورواج ہیں جو کہ بغیر سوچے سمجھے باپ دادا کی دیکھا دیکھی کئے جاتے ہیں یہ بڑی خرابیوں کا باعث بنتے ہیں اس لیے اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ تیسرا سبب گمراہی کا، عیب چینی ہے یعنی خود کو نہ دیکھنا اور دوسرے پر اعتراضات کرتے چلے جانا۔ پھر اس سورت کا نام ہے مائدہ، یعنی دسترخوان۔ یہ ایک معجزہ کی فرمائش بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کی تھی کہ ہمیں آسمان سے سجا ہوا دسترخوان چاہیے حالانکہ حضرت عیسیٰ ان کو کئی معجزے دکھا چکے تھے تو وہ ایمان نہ لائے اب اس معجزے کی فرمائش بھی بس یونہی کر دی۔ مائدہ کی فرمائش پر اللہ رب العزت نے ان کو خبردار کیا تھا کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو پھر ایسی سزا ملے گی جیسی پہلے کسی کو نہ ملی ہوگی اور پھر ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ دنیا و آخرت میں ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہو گئے۔ نجات کا راستہ اللہ تعالیٰ نے سچائی بتایا ہے۔ دنیا و آخرت میں نجات ہوگی تو صرف اس کی ہوگی جس نے راست بازی کی

زندگی گزاری ہوگی۔ اللہ کی قربت، دنیا میں سکون اور آخرت میں جنت کا انعام صرف راست باز، پاکباز، نیک، مخلص اور سچے مسلمان کو ہی ملتا ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اعمال کے بدلے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس وقت جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا ''لو دیکھو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میرا تو یہ عقیدہ تھا کہ مجھے میرا حساب ضرور ملے گا۔ تو وہ شخص اپنی مرضی کے عیش میں ہوگا۔ اونچے درجہ کی جنت میں جس کے پھلوں کے گچھے جھکے جا رہے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تم گزرے ہوئے دنوں میں کر چکے ہو۔'' (الحاقہ آیات: 19 سے 24)

تعارف سورۃ الانعام

الانعام کا مطلب ہے مویشی، چوپائے، کیونکہ اس سورت میں جانوروں کے حلال وحرام کا ذکر ہے، اس لیے اسکا نام الانعام رکھا گیا ہے یہ مکی سورت ہے۔ اس میں ایک سو پینسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں۔ یہ سورت آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے کچھ ہی عرصہ پہلے نازل ہوئی۔ کیونکہ مکی دور نبوت اور دین اسلام کی حقیقت بیان کرنے کا دور ہے، یعنی شرک اور توحید کی وضاحت اور پھر موت اور اس کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر سزا اور جزا پانا، پھر جاہلیت کی تمام بری رسوم و رواج، توہمات اور عادات کو اسلام کی ہدایات کے مطابق اپنانا۔ یہ دور اس قدر مشکل اور پریشان کن تھا کہ ایک انسان کے لیے اس سے بڑی آزمائش کوئی ہو نہیں سکتی اسی لیے اس سورت میں کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہمت بندھائی گئی اس دور کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1- نبوت کے آغاز میں توحید کی دعوت خفیہ تھی۔

2- نبوت ملنے کے چوتھے سال اعلانیہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا۔

3- اس دور میں ظلم و زیادتی کی شدت کے باعث حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا۔ اسی دور میں خاندان نبوی اور مسلمانوں کو شعب ابی طالب مقام میں محصور ہونا پڑا۔

4- اس دور میں مکہ کے آس پاس توحید کا پیغام پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے سفر کیے۔ یہ بڑا سخت اور مشکل وقت تھا۔ مسلمانوں کی نجات کا راستہ اللہ نے یوں پیدا کیا کہ مدینہ کے لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے نرمی پیدا کر دی اور یوں مسلمان وہاں ہجرت کر گئے اور پھر وہاں ایک مستحکم اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت ایک ہی وقت نازل کی گئی اور اسی رات اس کو لکھوا دیا گیا۔ یہ سورت مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کی شدید جدوجہد اور ان کی ثابت قدمی کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ آیت 153 سورۃ الانعام کا بہترین خلاصہ ہے ملاحظہ ہو۔

''دیکھو یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس راستے

سے بھٹک کر تم کئی گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے زمین اور آسمان بنائے، اندھیرا اور اجالا بنایا، پھر بھی کفار دوسروں کو اپنے رب کے برابر ٹھہرا رہے ہیں۔﴿۱﴾

تشریح: سورۃ الانعام توحید کے اصول وقوانین اور توحید کی اصلیت پر مبنی ہے اس سورت کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے جو یہ اعلان ہے کہ ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے کیوں کہ وہ مالکِ کائنات ہے۔ کائنات کیا ہے؟ اس کی تعریف کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ وہ بڑی ہی وسیع وعریض ہے۔ اس آیت میں آسمان وزمین، اندھیرے اور اجالے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ انسان کے لیے معمول کی چیزیں ہیں۔ آسمان، زمین، اندھیرا، اجالا سب کچھ اس کے لیے عام بات ہے کیونکہ وہ روز ہی دیکھتا ہے اس لیے اس میں عام انسان کے لیے کوئی خاص بات نہیں لیکن جو لوگ کائنات کی چیزوں پر غور کرتے ہیں، سوچ بچار کرتے ہیں وہ اس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کو بنانے والا چلانے والا اور کنٹرول کرنے والا ضرور کوئی ہے اور وہی دکھائی نہ دینے والی ہستی اللہ کی ذات ہے۔ اسی طرح اللہ کی وحدانیت کا تصور انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے کسی بھی ملحد اور کافر کو اگر آپ پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ دنیا کس نے بنائی ہے تو وہ فوراً جواب دے گا۔ ''اللہ نے۔'' مگر اس کے باوجود بہت سی قومیں توحید کی قائل ہی نہیں ہیں جیسا کہ اس وقت ہندوستان میں 33 کروڑ خداؤں کی عبادت ہو رہی ہے۔ کوئی سورج کو، کوئی ستاروں کو، پہاڑوں، دریاؤں، درختوں اور آگ تک کو پوجا جاتا ہے عرب لوگوں کو کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تو اسی کو تراش کر خدا بنا لیتے، بتوں کی پوجا تو اس وقت بہت عام تھی۔ کافر اور مسلمان میں فرق یہ ہے کہ کافر اللہ کی بنائی ہوئی خوبصورت طاقت ور اور مضبوط چیزوں کو ہی اللہ سمجھ بیٹھتا ہے جبکہ مسلمان غور وفکر کر کے ان چیزوں کے بنانے والے کو تلاش کرتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ نہیں سکتا مگر اس کی روح، دل، دماغ اس عظیم ہستی کو تصور میں بڑی اچھی طرح ڈھونڈ لیتی ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ ایک اللہ جو ہر صورت انسانی صفات سے بہت بلند، عظیم وکبیر ہمیشہ رہنے والا ضرور موجود ہے یہی ہے توحید کا سبق جو قرآنی تعلیم سے واضح ہو جاتا ہے۔

انسان کی پیدائش

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿2﴾

وہی ہے جس نے تم کومٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے پاس مقرر ہو چکی ہے، پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو۔ ﴿2﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، مختارِ کل ہونے کی دلیل اور قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے مٹی کا ایک پتلا بنایا اور اس میں روح پھونک دی۔ دراصل مٹی کے تمام اجزا اور خاصیتیں انسانی جسم میں موجود ہیں۔ اس لیے مٹی اور زمین کا تعلق انسان کی پیدائش، نشوونما اور بقا کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا تعلق زمین اور مٹی کے ساتھ اتنا ہی گہرا اور ضروری ہے جتنا کہ پھل، پھول اور درخت کا تعلق مٹی کے ساتھ ہے۔ بیشک ہم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں مگر ہمارے جسم کے تمام اجزا وہی ہوتے ہیں جو اجزا مٹی میں ہوتے ہیں پھر مٹی سے پیدا ہونے والا اناج، پھل، پھول ہمارے جسم کو بڑھانے، باقی رہنے اور زندگی کو قائم رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہیں ہم ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہم مٹی کو بڑا معمولی اور حقیر سمجھتے ہیں مگر ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری زندگی کو باقی رکھنے میں زمین، یعنی مٹی کا کتنا ہاتھ ہے پھر جب ہم مر جاتے ہیں تو بھی مٹی میں ہی ہمیں دفنا دیا جاتا ہے ورنہ اتنے لوگ روزانہ مرتے ہیں اگر ان کو یونہی پھینک دیا جاتا تو ساری دنیا غلاظت، بدبو اور طرح طرح کے گندے جراثیم سے بھر جاتی اور زندہ انسان زندگی سے عاجز آ جاتے۔ پھر ایک اور بات جو اس آیت میں بتائی گئی ہے کہ جس طرح تم زندگی گزار کر مر جاتے ہو اسی طرح یہ کائنات بھی ایک مقررہ مدت گزار کر ختم ہو جائے گی اور اس دن کو قیامت کہتے ہیں۔ تب دوبارہ تم سب لوگ زمین میں سے نکل کھڑے ہو گے اور اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنا اپنا حساب کتاب کروانے کے بعد سزا یا جزا پاؤ گے۔ یہ سب کچھ تمہارے سامنے ہو رہا ہے۔ انسان پیدا ہو رہے ہیں۔ مر رہے ہیں جیسے اب انسان کو پیدا کیا جا رہا ہے اسی طرح اللہ ان کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ آسان سی بات ہے سمجھنے کے لیے، لیکن کافر، منکر اور شیطان کے دوست پھر بھی اللہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی بتا دی گئی ہے کہ انسان کی پیدائش، اس کے مرنے کا وقت، دنیا کی پیدائش، اس کے فنا ہونے کا وقت سب کچھ یونہی اتفاقیہ نہیں ہو رہا بلکہ سب کچھ اللہ کے پاس لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے، اس لیے اللہ کے حکم اور اجازت کے بغیر کوئی کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگلی آیات میں اور بھی تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

اللہ کی قدرت اور طاقت

وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿3﴾ وَ مَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿4﴾

آسمانوں اور زمین میں وہی ایک اللہ ہے۔ تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے، اور جو بھلائی یا برائی تم کرتے ہو وہ اس سے خوب واقف ہے۔﴿3﴾ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو ان کے سامنے آئی ہو اور انہوں نے اس سے منہ نہ موڑ لیا ہو۔﴿4﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ کے علیم وخبیر ہونے کی دلیل دی گئی ہے یعنی علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ بتایا جا چکا ہے کہ ظاہر پوشیدہ، اچھائی برائی اللہ سے کوئی بھی چیز اور کوئی راز پوشیدہ نہیں وہ سب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر افسوس سے کرتے ہیں جو سب کچھ دیکھتے ہیں، سمجھتے ہیں مگر اپنے رسم ورواج کی وجہ سے نہ غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے غلط عقیدوں سے ہٹ کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف مڑتے ہیں۔ یہ اشارہ کفارِ مکہ کی طرف ہی ہے کہ تمام نشانیاں دیکھ کر بھی کفر وشرک سے توبہ نہیں کرتے۔

سچائی کا اظہار

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿5﴾

چنانچہ اب جو حق ان کے پاس آیا تو اسے بھی انہوں نے جھٹلا دیا۔ جس چیز کا وہ اب تک مذاق اڑاتے رہے ہیں اس کے متعلق عنقریب ان کو خبریں پہنچیں گی۔﴿5﴾

تشریح: ان آیات میں کفار کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم لوگ اللہ کی ان تمام نشانیوں سے آنکھیں بند کر کے اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں لگے ہوئے ہو ورنہ ہر عقلمند آدمی جو کائنات کو غور سے دیکھتا ہے اللہ کو پہچان لیتا ہے اردگرد پھیلی ہوئی تمام چیزیں اور خود انسان کی ہستی اللہ کے موجود ہونے اور لاشریک ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں مگر کفار تو ہر بات کا مذاق اڑانا جانتے ہیں، غور وفکر اور عقل سمجھ سے یہ لوگ بالکل ناواقف ہیں۔ اب ایک بہت بڑی نشانی حق کی صورت میں (قرآنِ مجید) ان کی طرف بھیجا گیا ہے جس کی ترغیب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ جیسا بہترین، نیک، متقی اور پرہیزگار انسان پیغمبر بنا کر لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے، مگر یہ عقل کے اندھے پیغمبر اور کتابِ ہدایت قرآنِ مجید دونوں کو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کچھ خبروں کا ذکر کرتے ہیں۔ یقیناً یہ خبریں وہی ہیں جن کا تعلق نبی ﷺ کی ہجرت اور اس کے بعد مسلسل مسلمانوں کی کامیابیوں سے ہے۔ ان تمام آنے والے حالات

کا علم کسی کو نہ تھا حتیٰ کہ نبی ﷺ بھی آنے والے ان تمام حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ انہی تمام کامیابیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو دینے والے تھے۔ اگلی آیت میں نافرمانوں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔

عبرت کا مقام

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿6﴾

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے ملک میں اتنا جما دیا تھا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا۔ ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں، پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا، ان کے بعد ہم نے ان کی جگہ اور امتوں کو پیدا کر دیا۔ ﴿6﴾

تشریح: قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے، اس میں ہر اس بات کو کھول کر اور مثالیں دے کر بیان کیا گیا ہے جو انسان کے لیے بہتری، کامیابی اور نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اسی سلسلہ میں اللہ جلّ شانہٗ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا تم نے دنیا میں ایسی قوموں کی تباہی بربادی کی نشانیاں نہیں دیکھیں؟ جو تم سے کئی درجہ زیادہ مضبوط، خوش حال اور کامیاب و کامران تھیں مگر جب وہ گمراہیوں، ناشکری اور گناہوں میں حد سے بڑھنے لگیں تو اللہ رب العزت نے ان کے گناہوں کی سزا کے بدلے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان کا نام و نشان مٹا دیا اور ان کو آنے والی امتوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ ان کی جگہ دوسری امتوں کو آباد کر دیا۔ اہلِ مکہ کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم بھی نیکی کی راہ اختیار کرو اور یہ جو رحمت قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی صورت میں تم پر کی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر دنیا و آخرت میں نجات حاصل کرو۔ اگلی آیات میں ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے۔

انتہائی بے وقوف لوگ

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿7﴾

اور (اے پیغمبر ﷺ!) اگر ہم تم پر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیتے جس کو لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی یہ کفار تو یہی کہتے کہ یہ تو صاف جادو ہے۔ ﴿7﴾

تشریح: یہ آیت ایک خاص واقعہ کی وجہ سے نازل ہوئی۔ مکہ کے رہنے والے عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ

میں ایمان تب لاؤں گا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ایک کتاب لے کر آئیں جس سے میرا نام لیکر کہا جائے کہ میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ پھر کہنے لگا کہ اگر یہ سب ہو جائے میں تو پھر بھی آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ عبداللہ بن ابی امیہ اللہ کے فضل سے ایسے مسلمان ہوئے کہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔ یہ تو بعد کی بات ہے لیکن پہلے عبداللہ بن ابی امیہ اور ان جیسے بے شمار لوگ صرف نبی اکرم ﷺ کو صرف تنگ کرنے کے لیے بے شمار فضول قسم کے مطالبات کرتے رہتے تھے جیسا کہ اگلی آیت میں فرشتہ نازل کرنے کے مطالبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

عجیب فرمائش

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور پھر انہیں مہلت بھی نہ دی جاتی۔ ﴿۸﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیت میں کفار کی فضول باتوں کا ذکر کیا گیا ہے تو انہیں میں سے ایک بات انہوں نے یہ کی کہ اگر اللہ کا پیغام ایک فرشتہ لے کر آتا ہے تو ہمیں بھی فرشتہ دکھایا جائے۔ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ یوں دیتے ہیں کہ فرشتہ اگر ان کو ظاہر صورت میں دکھا دیا جاتا تو پھر ان کو کسی طرح کی مہلت نہ ملتی اور یہ تباہ و برباد ہو چکے ہوتے کیونکہ فرشتہ کو انسانی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہلی دفعہ دیکھا تو ہیبت زدہ ہو گئے کیونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ وہ تو رسول تھے تو برداشت کر گئے عام انسان تو فرشتہ کو دیکھ کر خوف سے مر ہی جائے۔ پھر دوسری صورت فرشتہ کے ظاہر ہونے کی یہ ہے کہ وہ نافرمان قوم پر اللہ کا عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور وہ تو اتنا اچانک ہوتا ہے کہ آناً فاناً سب کچھ ملیا میٹ ہو جاتا ہے اور پھر توبہ کرنے کی مہلت بھی نہیں مل سکتی۔ یعنی فرشتہ کا ظاہر ہونا ہر صورت میں انسان کی ہلاکت کا باعث ہی ہو سکتا ہے اصل شکل میں فرشتہ کو کوئی انسان دیکھے تو دہشت اور خوف سے مر جائے اگر عذاب کی صورت میں فرشتہ آجائے تو وہ بھی انسان کی ہلاکت کا ہی سبب بن سکتا ہے۔ ایک تیسری صورت فرشتہ کے ظاہر ہونے کی اگلی آیات میں بیان کی جا رہی ہے ملاحظہ ہو۔

کفار کی حجت بازی

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ
ع 10/1/7 قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ
انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۱﴾

اگر ہم فرشتے کو انسانی شکل میں اتارتے تو پھر بھی ان کو اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں یہ اب مبتلا ہیں۔ ﴿9﴾ اے محمد ﷺ! آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے، مگران مذاق اڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت ظاہر کر دی گئی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿10﴾ ان سے کہو! زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے؟ ﴿11﴾

تشریح: جیسا کہ بیان ہو چکا کہ فرشتہ بھیجنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اصل شکل میں فرشتہ نازل ہو یا عذاب کی صورت میں فرشتہ نازل ہو یا پھر انسانی شکل میں فرشتہ بھیجا جائے۔ اگر انسانی شکل میں فرشتہ بھیجا گیا تو یہ لوگ اس کے ساتھ بھی یہی فضول باتیں کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کفار لوگ ہوتے ہی ایسے ہیں آپ گھبرائیں نہیں ان کا تو ہمیشہ سے یہی کام ہے۔ آپ سے پہلے بھی جو پیغمبر اور رسول بھیجے گئے ان سب کے ساتھ ان کی امتوں کے گمراہ لوگوں نے اسی طرح ہنسی مذاق، نکتہ چینی اور غلط قسم کی فرمائشوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ اصل میں یہ لوگ اس قدر بگڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ یہ رسولوں کی بات ماننا ہی نہیں چاہتے اور بس ہنسی مذاق میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ کہ ان کی نافرمانی کا وبال ان پر آ پڑا اور وہ تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اللہ رب العزت نبی اکرم ﷺ سے فرماتے ہیں کہ ان نافرمان اہلِ مکہ کو کہو کہ ذرا سوچو اور دیکھو کہ تم سے پہلے جتنی نافرمان قومیں تھیں ان کا کیا انجام ہوا؟ چل پھر کر دیکھو تو تمھیں ان کی تباہی و بربادی کے آثار جگہ جگہ نظر آ جائیں گے۔ ان کی زندگی کی کہانیاں تمھیں اچھی طرح یہ حقیقت بتا دیں گی کہ نافرمانی، ہٹ دھرمی اور کفر کا انجام کس قدر خوفناک اور عبرت ناک ہوتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی برائیاں اس کے لیے عذاب کا سبب بن جاتی ہیں۔ ہر شخص کو ہر وقت اپنا حساب کرتے رہنا چاہیے تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو مگر اہلِ مکہ اس قدر بگڑے ہوئے اور پکے کافر تھے کہ ان کو راہ راست پر لانا بڑا مشکل کام تھا مگر نبیوں، رسولوں کو تو ایسے ہی لوگوں سے ہمیشہ واسطہ پڑتا ہے سو وہ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور ہر صورت سے دنیا سے برائی ختم کرنے اور نیکی پھیلانے کا مشکل کام پوری کوشش سے کرتے رہتے ہیں اللہ ان کا مددگار ہوتا ہے اور ان کو تبلیغ کے راستے بتاتا رہتا ہے جیسا کہ اگلی آیات میں کہا گیا ہے۔

تبلیغ کے فائدے اور طریقے

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿12﴾ وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿13﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿14﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿15﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

الْمُبِيْنُ ﴿16﴾ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿17﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿18﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ
قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ
لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ﴿19﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
ع 2 10 8 فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿20﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿21﴾

ان سے پوچھو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہو سب کچھ اللہ ہی کا ہے، اس نے رحم وکرم کو اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے (اسی لیے وہ تمہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا) قیامت کے دن وہ تمہیں سب کو ضرور جمع کرے گا یہ بالکل پکی اور سچی حقیقت ہے۔ مگر جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو تباہی میں ڈال رکھا ہے وہ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ ﴿12﴾ رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جو کچھ موجود ہے سب اللہ کا ہے اور وہ (اللہ) سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ ﴿13﴾ کہو، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اس رب کو چھوڑ کر جو زمین وآسمان کا خالق (بنانے والا) ہے، اور جو سب کو کھلاتا ہے خود کسی سے کھاتا نہیں؟ کہو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اسی کے آگے سر جھکاؤں اور کبھی بھی مشرکوں میں شامل نہ ہو جاؤں۔ ﴿14﴾ کہو، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ﴿15﴾ اس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿16﴾ اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اللہ کے سوا کوئی بھی تمہیں اس نقصان سے بچا نہیں سکتا اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی عطا کرے تو وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔ ﴿17﴾ وہ اپنے بندوں پر پورے اختیارات رکھتا ہے اور وہ دانا اور باخبر ہے۔ ﴿18﴾ ان سے پوچھو! کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہو، میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف وحی کے ذریعے بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے، سب کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ کیا واقعی تم لوگ یہ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ بھی ہیں؟ کہو، میں تو اس بات کی گواہی ہرگز نہیں دے سکتا۔ کہو، الٰہ تو صرف وہی ایک ہی ہے اور میں اس شرک سے بالکل دور ہوں جس شرک میں تم لوگ مبتلا ہو۔ ﴿19﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب کو ایسے ہی یقین سے پہچانتے ہیں جیسے وہ بغیر شک وشبہ کے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے خود جان بوجھ کر اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا ہے وہ اسے نہیں مانتے (قرآن پر یقین نہیں کرتے) ﴿20﴾ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے، یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ ﴿21﴾

تشریح: ان تمام آیات میں آنحضرت ﷺ کو نذیر اور بشیر یعنی ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بتایا گیا ہے۔ ان کو گمراہی دور کرنے اور نیکی پھیلانے کے لیے اللہ رب العزت نے منتخب کر کے آخری نبی کی صورت میں لوگوں کی طرف بھیجا اور پھر مختلف طریقوں سے خود نبی ﷺ کی رہنمائی فرمائی اور یوں فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ کا مالکِ کل ہونا ثابت کیا پھر قیامت کے دن کی سچائی اور سختی سے آگاہ کیا۔ پھر اللہ کے رحیم و کریم ہونے کی خبر دی اللہ واقعی بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک نوشتہ اپنے وعدے کا تحریر فرمایا جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، جس کا مضمون یہ ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (قرطبی از معارف القرآن)

پھر اللہ نے آپ کی زبانی اپنی وسیع وعریض لامحدود بادشاہت کا ذکر کیا۔ پھر آپ کو یہ کہنے کا ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کی وحدانیت اور اس کے مختارِ کل ہونے اور آخرت کے دن سے انکار کروں تو میں بھی عذاب کا مستحق ہو جاؤں گا۔ پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ کی رحمت میں آگئے اور آخرت کے دن کی سختی سے بچ گئے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ پھر اعتقاد کا اصول بتایا کہ نفع و نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے، پھر اس بنیادی اور زبردست عقیدے کا ذکر کیا جس نے امتِ مسلمہ کو پوری دنیا کی امتوں سے بلند و بالا کر دیا۔ وہ ہے صرف اور صرف اللہ کو ہی اپنا رزق دینے والا سمجھنا اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ توکل اور ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اس سے بے شمار برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یعنی رشوت، سفارش، جھوٹ، چوری، ڈاکہ، فساد، اور قتل و غارت گری سب ختم ہو سکتے ہیں۔ بس اللہ پر بھروسہ کرو، نہایت ایمانداری، کوشش، محنت اور سکون سے اپنے تمام کام کرو جو اللہ نے تمہارے سپرد کئے ہیں۔ پھر اللہ کی قدرت، طاقت اور بڑائی کو بیان کیا، پھر اللہ رب العزت نے اپنی گواہی کا ذکر کیا کہ اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ وہ اکیلا ہے، سب سے بڑا ہے، قادرِ مطلق ہے حکیم و خبیر ہے۔ پھر آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا کہ اسی رحیم و کریم نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا اور قرآن مجید مجھ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام اور تمام مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ میرے احکام و تعلیمات لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ پھر ان لوگوں کو جواب دیا گیا جنہوں نے یہ کہا کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھ لیا ہے وہ آپ ﷺ کی سچائی کی گواہی نہیں دیتے۔ بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو ان کی کتابوں میں آخری نبی ﷺ کے بارے میں اتنی زیادہ تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا اسی طرح وہ محمد ﷺ اور قرآن کو بغیر کسی غلطی کے پہچان سکتے ہیں مگر ان کی بدقسمتی کہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لا رہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے: ''ان سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر بہتان باندھے اسکی آیتوں کو جھٹلا دے بیشک ظالموں کو بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔''

یہ لوگ دوہرا گناہ کر رہے تھے ایک تو خود جانتے بوجھتے ایمان نہ لاتے اور دوسرے لوگوں کو بھی سچائی سے دور رکھتے اور ان کو الٹا گمراہی کے راستے پر ڈالتے اسی لیے ان کو ظالم کہا گیا ہے۔

ان تمام آیات میں ایمان اور کفر کا نقشہ بڑے آسان اور واضح طریقہ سے بیان کر دیا گیا ہے اور دنیا و آخرت میں نجات حاصل کرنے کے راہنما اصول بھی بتا دیے گئے مگر آدمی کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا ساتھ نہ دے سکے اور صرف ضد اور تعصب کی وجہ سے وہ اس راستہ پر چلنے لگے جس کے بارے میں اس کا ضمیر اس کو بار بار بتا رہا ہو کہ یہ غلط راستہ ہے۔ یہ ایک محرومی اور ناکامی ہے انسان کے لیے مگر شیطان اس کو یہی یقین دلاتا رہتا ہے کہ یہی تمہاری کامیابی ہے، حالانکہ وہ خود کو ہلاکت، ناکامی اور ظلم کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے۔ یہی حال کفارِ مکہ کا تھا اور یہی حال ہر اس شخص کا ہے جو مسلمان ہو کر بھی مسلمان نہیں ہوتا اور سب کچھ جانتے بوجھتے بھی انجان بنا رہتا ہے۔

قرآنِ مجید کا ہر لفظ، ہر جملہ اور ہر آیت انسان کے لیے رشد و ہدایت کا خزانہ لیے ہوئے ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کو سمجھ سکیں اور اس پر پورے خلوص سے عمل کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

الٰہی تو ہمارے دلوں میں نیکوکاری ڈال دے اور ہمیں ہمارے نفس کے شر سے پناہ دے۔ آمین۔

اصل ظالم کون ہے؟

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴿22﴾
ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴿23﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى
اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿24﴾

جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے اور مشرکوں سے پوچھیں گے کہ وہ تمہارے بنائے ہوئے شریک کہاں ہیں جن کو تم اپنا رب سمجھتے تھے؟ تو ان کے پاس کوئی بہانہ نہ رہے گا۔﴿22﴾ مگر یہی کہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تیری قسم ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔﴿23﴾
دیکھو اس وقت یہ کس طرح اپنے اوپر آپ جھوٹ گھڑیں گے، اور وہاں ان کے سارے بناوٹی جھوٹ گم ہو جائیں گے۔﴿24﴾

تشریح: ان آیات میں مشرکوں کی اس پوچھ کا ذکر کیا گیا ہے جو ان سے قیامت کے دن کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک دنیا میں اپنے اوپر ظلم کرتے رہے کیونکہ انہوں نے اللہ کے وجود سے انکار کیا، قرآنِ پاک سے انکار کیا، نبی آخر الزمان ﷺ سے انکار کیا اور اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو معبود بنا بیٹھے، یعنی سورج، چاند ستارے، آگ اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت۔ یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ بنا لیا۔ یہ شرک خود ان کے لیے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وبال بن گیا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے جو مشرک اپنے اوپر کرتا ہے۔ قیامت کے دن جب اللہ ان سے سوال کرے گا کہ بھئی تمہارے وہ رب کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے تو مشرک حیران و پریشان ہو کر کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں تھا تو گویا ایک جھوٹی قسم اور وہ بھی الٰہ العلمین کی اٹھا کر انہوں نے اپنے اوپر ایک ظلم اور کر لیا۔ وہ اس قدر پریشان

اور خوف زدہ ہوں گے کہ ان کو کچھ بھی نہ سوجھے گا۔ پھر وہاں تو کسی کی سفارش بھی نہ چلے گی اور ان کے تمام خود بنائے ہوئے خدا تو وہاں کہیں بھی نظر نہ آئیں گے تب انہیں پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنے ساتھ خود کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ وہاں وہ بے یار و مددگار حیران و پریشان افسوس کرتے ہوئے دکھائی دیں گے اور پھر جھوٹ کا سہارا لیں گے کہ ہم نے تو شرک کبھی کیا ہی نہیں۔ جب کہ وہاں تو انصاف کا دن ہوگا۔ خود ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور زبان، غرض جسم کا ہر عضو ان کے خلاف گواہی دے گا اور پھر ان کا وہ اعمال نامہ جو دنیا میں تیار ہو کر آخرت میں ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ بالکل سچ اور یقینی ہے قرآنِ مجید میں بار بار اس دن اور حساب کا ذکر آتا ہے۔ یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ اس لیے ہم سب کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے۔

مشرکین کا انجام

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿25﴾ وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿26﴾ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿27﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿28﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿29﴾ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿30﴾ ع 3 10 9

ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں مگر ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں جس کی وجہ سے وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں پر بوجھ رکھ دیا ہے۔ وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں مگر ایمان نہ لائیں گے حد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ (25) وہ لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور اس طرح وہ خود اپنی ہی تباہی کر رہے ہیں مگر انہیں اس بات کا شعور نہیں۔ (26) کاش! آپ اس وقت کی حالت دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں دوبارہ واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔ (27) اصل میں یہ بات وہ صرف اس وجہ سے کہیں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ اس وقت کھل کر ان کے سامنے آ چکی ہوگی، ورنہ اگر انہیں پچھلی زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو وہ پھر وہی کچھ کریں جس سے انہیں منع کیا گیا ہے، وہ تو ہیں ہی جھوٹے۔ (28) آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا کی زندگی

ہی ہے اور ہم (مرنے کے بعد) ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔(29) کاش! وہ منظر آپ دیکھ سکو جب یہ لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اس وقت ان کا رب ان سے پوچھے گا کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ یہ کہیں گے ہاں ہمارے رب! یہ حقیقت ہی ہے۔ وہ فرمائے گا اچھا! تو اب اپنے انکارِ حق کی سزا کا مزا چکھو۔(30)

تشریح: ان آیات میں مشرکین اور کفارِ مکہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ آج کل کے مسلمان کا حال کافی حد تک ان سے ملتا جلتا ہے۔ وہ تو قرآن سنتے تھے آج کا مسلمان نہ قرآن پڑھتا ہے نہ غور کرتا ہے اور نہ عمل کرتا ہے۔ کچھ لوگ اب بھی ایسے ہیں جو اللہ کو دل و جان سے مانتے ہیں قرآن مجید پڑھتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں اور پھر عمل بھی کرتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو شرک صرف یہی نہیں کہ بت، آگ، چاند، سورج، ستاروں کو پوجا جائے بلکہ شرک کی بے شمار صورتیں ہیں۔ مسلمان ہوتے ہوئے کلمہ پڑھتے ہوئے بھی انسان شرک کرتا ہے اور یہ شروع اس وقت ہوتا ہے جب انسان صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ آخرت کی زندگی، قیامت اور حساب کتاب یہ سب اس کی آنکھوں اور دل و دماغ سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں۔ وہ اس زندگی کے لیے مال و دولت جمع کرتا ہے اور اسی دوڑ دھوپ میں اللہ کو بھول جاتا ہے اس لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو انسان برائی کی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے اللہ کے قرآن کو محض ایک پرانی بات سمجھنے لگتا ہے تو پھر اس کے لیے صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے بری راہوں کو اس کے لیے آسان کر دیا ہے۔ جب وہ ہدایت کی طرف رخ ہی نہ کرے تو اس کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ بندے کی ہدایت کے لیے رسول ﷺ کو بھیجا گیا اور آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے جو اس راہ کو اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لیے ہدایت اور مدد کے راستے آسان کر دیتا ہے۔ مذکورہ آیات کو غور سے پڑھ کر شرک اور بدکاری کا انجام اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے یہ بیان کسی معمولی انسان کا نہیں یہ الفاظ آیات اور بیان اس اللہ رب العزت کے ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے سب کچھ کا وہ مالک ہے۔ کیا اس کی کہی ہوئی کوئی بات غلط ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جیسے اس نے ہمیں پیدا کیا ہے ایسے ہی مرنے کے بعد ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور ہمارے اعمال کے مطابق ہمیں سزا یا انعام ضرور دیا جائے گا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک شبہ نہیں۔ کہیں ہمارا بھی یہی حال نہ ہو کہ دوزخ کو دیکھ کر اللہ سے التجا کریں کہ کاش! ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم نیک اور پکے مسلمان بن جائیں گے۔ ہمیں اللہ اور رسول ﷺ نے وقت پر خبردار کر دیا ہے کہ راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یہ انجام تمہارا بھی ہو گا۔ وہاں کوئی بچانے والا نہ ہو گا سوائے اپنے نیک اعمال کے جو ہم دنیا میں کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ اور کفار کا جو مقالمہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے یہ بالکل سچ ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

موجودہ دور کے سائنس دان جو دنیا کے اختتام پر تحقیقات کر رہے ہیں وہ زیادہ تر قرآن مجید کی طرف ہی رجوع کر رہے ہیں کیونکہ بے شمار قرآنی آیات میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بیانات موجود ہیں۔ مثلاً سورہ انبیاء کی آیت 104 میں قیامت

کا نقشہ یوں بیان کیا گیا ہے ''جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے لکھے ہوئے خطوط لپیٹ لیتے ہیں۔ جس طرح ہم نے (کائنات) کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ وعدہ ہے ہم پر ہم ایسا ضرور کرنے والے ہیں۔''

فی الحال سائنس دان انسانی زندگی کے چار ادوار کو ثابت نہیں کر سکے۔ البتہ قرآن میں سورۂ حدید کی آیت 3 میں لکھا گیا ہے۔

''وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن۔'' یہاں چار ادوار کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ پہلا دور عالم ارواح، دوسرا یہ دنیا کی زندگی، تیسرا دور یوم حشر سے پہلے عالم برزخ کا زمانہ، چوتھا دور روزِ جزا کے بعد انعام یا سزا کا دور ہے۔ جنت و دوزخ کی زندگی اسی دور کا حصہ ہے، عالم باطن کا مطلب ہے عالم ازل و عالم آخرت۔ عالم ظاہر موجودہ زمان و مکان ہے۔ جب ہم غور و فکر سے قرآن مجید پڑھیں گے تو ہمیں اپنے بارے میں سب کچھ پوری طرح معلوم ہو جائے گا پھر اگر کوئی غلط راہ اختیار کرے گا تو وہ یقیناً ظالم کہلائے گا اور یہ ظلم خود وہ اپنے اوپر کرے گا جس کے نتیجہ میں وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں جہنم کا عذاب اٹھائے گا۔ قرآن مجید میں بار بار خبردار کیا گیا ہے کہ اس ظلم سے بچو تا کہ جنت میں ابدی زندگی حاصل کر سکو۔

سمجھنے کی بات صرف یہ ہے کہ انسان چار دور گزارتا ہے سب سے پہلے عالم امر یعنی روحوں کا عالم جس کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت: 172 میں اس طرح ملتا ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام روحوں سے سوال کیا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب روحوں نے جواب دیا ''ہاں! تو ہی ہمارا رب ہے۔''

دوسرا دور عالم ظاہر کا ہے جس میں ہماری یہ دنیا اور اس کی ہر چیز شامل ہے۔ یہاں زندہ رہنے کے لیے ہمیں جسم کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے ہماری روح کو اس جسم میں ڈال دیا، یعنی ہم انسانی شکل میں دنیا یعنی عالم ظاہر میں آ موجود ہوئے یہ دور بڑا مختصر مگر بڑا اہم ہے کیونکہ عالم آخر میں یہاں کے اچھے برے اعمال کا اجر ملے گا۔ یہ عالم ظاہر تو صرف ایک امتحان کا کمرہ ہے اور یہاں قیام کا وقت عالم ازل عالم برزخ اور عالم آخر کے مقابلہ میں انتہائی مختصر اور تھوڑا ہے۔ لیکن بڑا ہی ضروری اور مشکل وقت ہے۔ یہاں بے شمار قسم کی آسائشیں، چیزیں اور مصروفیات ہیں جو انسان کو غافل کرنے اور اللہ سے دور کرنے کا سبب بنتی ہیں جیسا کہ مقولہ ہے زن (عورت) اور زر (مال) اور زمین ہر قسم کے فساد جھگڑے اور گناہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ بڑی آزمائش کا زمانہ ہوتا ہے اس آزمائش کے دور سے جو بچ بچا کر نکل گیا اسی نے فلاح پائی۔ اسی لیے تو اللہ نے بندے کو راہِ راست دکھانے کے لیے قرآن اور سمجھانے کے لیے نبی آخر حضرت محمد ﷺ کو رسول بنایا ان سے پہلے بھی بے شمار نبی اور رسول اور آسمانی کتابیں بھیجیں۔ جو انسان کی روح کو پاک صاف اور انسان کے جسم کو اس عالم میں کامیاب اور آخرت میں جنت کا حق دار بنا سکتے ہیں۔ انسان کی اصل تو اس کا نفس ہی ہے جسم تو صرف عالم ظاہر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا گیا ہے جو مرنے کے بعد قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے جہاں پر اسے ثواب یا عذاب پہنچتا ہے قرآن و سنت میں اس کے بہت سے دلائل موجود ہیں اور روح عالم آخر یعنی قیامت یا روزِ جزا تک عالم برزخ میں رہتی ہے اور پھر صور پھونکے جانے تک انتظار کرتی ہے۔ یہ موت سے روزِ حشر تک کا طویل عرصہ ہے اس کے

بعد عالم باطن یعنی عالم آخرت کا دور شروع ہوگا جس میں حساب وکتاب کے بعد جنت ودوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔
جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

پھر ضرور اس روز تم سے ان نعمتوں کے بارے پوچھا جائے گا۔ (جو تمہیں دنیا میں دی گئی تھیں۔) (سورۃ التکاثر آیت: 8)

اور اللہ فرماتا ہے پس قسم ہے تیرے رب کی ہم ایسے ہی انسانوں کو دوبارہ اکٹھا کریں گے اور شیطانوں کو اور پھر باغیوں کو حاضر کریں گے جو دوزخ کے گرد اپنے زانوؤں پر گرے ہوں گے۔ (مریم آیت 68)

پھر اللہ رب العزت نے اپنے راستہ کے بارے میں فرمایا۔ یہ ہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ (سورۃ الانعام آیت 153) یہ ہیں وہ تمام باتیں جو قرآن میں انسان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں۔ جو قرآن پڑھے گا تو ضرور کچھ سیکھے گا اور جب کچھ سیکھے گا تو پھر کفارِ مکہ کی طرح غلط راستے اختیار ہرگز نہ کرے گا اور اللہ کے غضب سے ضرور بچ سکے گا۔ یہ آیات صرف کفارِ مکہ کے لیے ہی نہیں بلکہ یہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہیں۔ ہدایت ہمارے سامنے ہے، اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے جو چاہیں راستہ اختیار کر لیں۔ کیونکہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

خسارہ پانے والے لوگ اور دنیا کی بے ثباتی

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿31﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿32﴾

جن لوگوں نے اللہ سے ملاقات کو جھوٹ سمجھا وہ بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ جب اچانک وہ گھڑی آ جائے گی تو یہی لوگ کہیں گے، افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی بھول ہوگئی۔ اور ان کا حال یہ ہوگا کہ اپنی کمروں پر اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو یہ کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔ ﴿31﴾ یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشہ ہے حقیقت میں آخرت ہی کا ٹھکانا ان لوگوں کے لیے بہترین ہے جو (گناہ سے) بچنا چاہتے ہیں، پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لو گے؟ ﴿32﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں انسانی زندگی کے چار مراحل کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے تو اسی بات کو اور زیادہ وضاحت سے یوں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ آیات میں درج ہے جو کہ اوپر لکھی گئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ غافل آدمی بری زندگی گزارتا ہے جب موت کا وقت آتا ہے تو اللہ سے ملاقات سے گھبراتا ہے جب کہ مومن موت کے تحفہ کو خوشی خوشی قبول کرتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے سچے مومن کی موت کا نقشہ یوں بیان کیا ہے۔

نشانِ مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مطلب یہ ہے کہ سچے اور پکے مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے اعمال سے اتنا مطمئن ہوتا ہے کہ اللہ سے ملاقات سے بالکل نہیں گھبراتا بلکہ خوش ہوتا ہے کہ شکر ہے زندگی تمام ہوئی اور رحمٰن ورحیم اللہ رب العزت سے ملاقات کا وقت آ گیا۔ ہنستے ہوئے موت کو قبول کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ تھوڑی زندگی بڑے امتحان کا راستہ ہے۔ یہاں سے گزر کر اللہ کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے۔ غریب، امیر، بڑا چھوٹا، صحت مند بیمار، ظالم مظلوم اور بادشاہ رعایا، غرض زندگی کو جس نے دیانت، امانت اور نیک نیتی سے نبھایا وہی مقبولِ الٰہی ہے۔ جس نے حسد، بغض، شرارت، خباثت اور بددیانتی سے اپنی زندگی کا مقرر کیا ہوا فرض ادا کیا تو ایسے شخص کو دنیا میں نہ سکون ملتا ہے نہ قرار۔ بے سکونی اس کی زندگی کو عذاب بنا دیتی ہے اور وہ خود گناہوں کی تپش میں جلتا رہتا ہے اور پھر آخرت میں بھی اس کو کوئی اچھا اجر نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جو شخص صاف دلی، سادہ دلی، خوش خلقی، خلوص، نیک نیتی اور محبت سے اپنے زندگی کے فرائض کو ادا کرتا ہے وہ انتہائی پُرسکون، پرآسائش اور مطمئن زندگی گزارتا ہے اور پھر اللہ سے ملاقات کا خواہش مند رہتا ہے۔ ہنستے ہوئے موت کو قبول کرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کا حقدار بنتا ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ بچہ نیک بچہ بنے۔ ماں نیک ماں، بہو، بیوی، بہن، دادی، نانی اور ساس سب ہی بہترین بنیں اسی طرح مرد نیک باپ، بیٹا، داماد، خاوند، بھائی، دادا، نانا اور بہترین سسر بنیں اور ان سب رشتوں کے علاوہ بہترین شہری اور اللہ سے ڈرنے والے، بہترین مومن بن کر زندگیاں گزاریں نیکی اور گناہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”نیکی حسنِ خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے۔“ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی دلجوئی اور کفار کی اصلیت

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿33﴾ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ
نَصْرُنَا وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿34﴾ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَ لَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿35﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ

وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿36﴾

(اے محمد ﷺ!) ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے آپ کو رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔﴿33﴾ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں مگر اس جھٹلائے جانے پر اور ان تکلیفوں پر جو ان کو پہنچائی گئی۔ انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی، اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں آپ کو پہنچ ہی چکی ہیں۔﴿34﴾ بہر حال اگر ان لوگوں کی بے رخی آپ سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر آپ میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا، لہٰذا ناداں مت بنو۔﴿35﴾ حق کی دعوت پر وہی لوگ آتے ہیں جو سننے والے ہیں، رہے مردے، تو انہیں تو بس اللہ قبروں سے ہی اٹھائے گا اور پھر وہ واپس لائے جائیں گے۔﴿36﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ رب العزت آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں آپ بالکل نہ گھبرائیں آپ ﷺ کی سچائی اور اچھائی کے تو یہ لوگ ماننے والے ہیں اسی لیے آپ کو نبوت سے پہلے صادق اور امین کے ناموں سے اہل مکہ پکارتے تھے۔ لیکن جونہی آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اللہ کی توحید کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا تو کفار آپ ﷺ کے جانی دشمن ہو گئے آپ ﷺ پر طرح طرح کے الزام لگانے لگے اور آپ ﷺ کو ہر طرح کی تکلیفیں اور دکھ دینے لگے تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ آپ کی دشمنی میں نہیں کر رہے بلکہ یہ تو میری دشمنی میں مجھے جھٹلانے کے لیے کر رہے ہیں آپ ﷺ کو تو معلوم ہی ہے کہ جس قدر پیغمبر اور رسول بھیجے گئے سب کے ساتھ لوگوں نے یہی طریقے کیے، اس لیے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی بہت بڑا معجزہ ہو جائے کہ یہ سب ایک دم راہِ راست پر آ جائیں تو یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ ہمارے طے شدہ پروگرام کے خلاف ہے ورنہ ہم اتنی قدرت رکھتے ہیں کہ سب کو یکدم نیکی کی طرف موڑ دیں یا فرشتوں کی طرح نیک ہی پیدا کر دیں۔ اس طرح تو باقی تمام مخلوقات اور انسان میں کوئی فرق ہی نہ رہ جاتا جب کہ ہم نے انسان کو فرشتوں، جنوں اور تمام مخلوقات سے اعلیٰ بنایا ہے۔ اس کو علم دیا ارادہ دیا اور اس کی آزمائش کے لیے بے شمار طریقے رکھ دیے کیونکہ اسی طرح کھوٹے کھرے، نیک و بد اور سچے و جھوٹے کا فرق معلوم ہو سکے گا۔ جس قدر مشکلات، آزمائشوں اور مصیبتوں سے ایک سچے مسلمان کو گزرنا پڑے گا اسی قدر اس کے صبر، استقلال اور یقین کی وجہ سے اس کا ایمان کامل ہو جائے گا اور پھر فیصلہ کا دن ہوگا جس میں اعمال کے مطابق سزا و جزا دی جائے گی۔ یہی ہمارا منصوبہ ہے اور یہی ہماری حکمت ہے جو لوگ عقل سے کام لے کر نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ زندہ ضمیر رکھنے والے لوگ ہیں لیکن جن لوگوں کا ضمیر مر چکا ہے اور عقل ماری گئی ہے تو ظاہر ہے ایسے لوگ نہ کچھ سننے کے روادار ہوتے ہیں اور نہ ہی ماننے کو تیار ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ رب العزت نے زندہ نہیں بلکہ مردہ لوگ کہا ہے کیونکہ وہ اپنی ضد اور سرکشی کی وجہ سے نہ

کوئی اچھی بات سننا چاہتے ہیں اور نہ ہی ماننا چاہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی کوشش میں لگے رہیں، صبر سے کام لیں اور رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ جو نافرمان لوگ ہیں یہ تو مردوں کی طرح ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی مر جائیں گے اور پھر اللہ کے حضور حاضر کیے جائیں گے اور سخت سزا پائیں گے یہی ان کا انجام ہوگا۔

مشرکین مکہ کا مطالبہ اور مصیبت میں اللہ کو یاد کرنا

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ (37) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي
الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (38) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ
مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَ مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (39) قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ
اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (40) بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ
مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ (41) ع 4 11 10

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ کہو، اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ (37) زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمہاری ہی طرح کی امت ہیں، ہم نے ان کی تقدیر کے بارے میں لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، پھر یہ سب اپنے رب کی طرف جمع ہوں گے۔ (38) مگر جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔ (39) ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ، جب تم پر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آجاتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم سچے ہو۔ (40) اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم پر سے ٹال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ (41)

تشریح: ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو پوری طرح کفر کے قبضہ میں آچکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو ہر وقت تنگ کرتے تھے ان کی پوری طرح مخالفت کرتے اور الٹی سیدھی فرمائشیں کرتے اور کہتے تھے کہ ہمیں کوئی ایسے معجزات دکھاؤ جو فطرتِ انسانی کے خلاف ہوں، مثلاً آپ ﷺ آسمان پر چڑھ جائیں یا اوپر سے لکھی ہوئی کتاب لے آئیں وغیرہ۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ اگر اپنے اردگرد پھیلی ہوئی تمام چیزوں کو دیکھ کر اللہ کو نہیں مانتے تو ان کا کوئی علاج نہیں کیونکہ جب ایک عقلمند انسان دنیا اور اس کی تمام چیزوں پر غور کرتا ہے تو فوراً اللہ کو پہچان لیتا ہے۔ یہاں اللہ پرندوں اور جانوروں کی مثال دیتا ہے کہ یہ

سب اللہ کا کمال ہے کہ ان کی پیدائش کا وقت، مرنے کا وقت، عادات اور ان کے ساتھ ہونے والے حادثات سب اللہ نے اپنے پاس اسی طرح لکھ کر رکھے ہیں جس طرح انسان کی تقدیر موت وحیات لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔ان پرندوں کا گھونسلے بنانا، بچے پیدا کرنا، موسم کے لحاظ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اور اپنا بچاؤ کرنا، اپنے دشمن سے لڑنا اور پیٹ بھرنے کے لیے اپنے جسم کی نشوونما کے مطابق خوراک کھانا مثلاً شیر گھاس نہیں کھاتا اور گائے گوشت نہیں کھاتی۔یہ سب کس کی قدرت کا کمال ہے؟

صرف اللہ ہی یہ سب انتظامات کرسکتا ہے۔اگر یہ کفار چاہیں تو یہ بہت بڑی، کھلی اور صاف نشانیاں ہیں اللہ پر ایمان لانے کی، مگر انہوں نے تو پکا ارادہ کر رکھا ہے کہ اللہ کی راہ اختیار نہیں کرنی اور بس، دوسری کوئی وجہ نہیں جب کسی کا ضمیر مر جائے تو وہ مرتا ہی چلا جاتا ہے اور جب ضمیر مر جائے تو نیک بات کرنے، سننے اور نیکی کی راہ دیکھنے کی، غرض تمام طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں پھر انسان ایسے ہو جاتا ہے جیسے گونگا، بہرا یا اندھا ہو۔جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اللہ رب العزت بھی اس سے ناراض ہو کر اسے مزید اندھیروں، گناہوں اور پستیوں میں دھکیل دیتے ہیں اور نیکی کی راہیں ان ناپاک لوگوں کے لیے بند کر دی جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو جب ان پر انتہائی مصیبت آ پڑتی ہے یا جب موت ان کو دکھائی دینے لگتی ہے تو پھر بالآخر یہ اپنے تمام خداؤں کو بھول کر صرف اور صرف اللہ کو ہی پکارنے لگتے ہیں۔یہ ایسا کیوں کرتے ہیں پھر بھی اپنے جھوٹے خداؤں کو ہی بلایا کریں کہ ان کو مصیبت سے بچائیں مگر اس وقت وہ ان کو بھول جاتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ انسان تو نیک فطرت پر ہی پیدا کیا گیا ہے مگر یہ کفار اس قدر ضدی، بے وقوف اور نافرمان ہیں کہ صرف اپنی ضد پر ہی اڑے رہتے ہیں۔پھر اللہ جب چاہتا ہے اور جس کے لیے مناسب سمجھتا ہے نیکی کی ہدایت کر دیتا ہے اور اس کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔ویسے اللہ رحیم وکریم ہے جب یہ کفار مصیبت میں اسے پکارتے ہیں تو وہ جب چاہتا ہے ان کو مصیبت سے بچا لیتا ہے۔یہ تو صرف اس کی کرم نوازی ہے کہ وہ کفار کو بھی روزی، رزق، آرام اور آسائش دیتا رہتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم اور مہربانی سے ہم سب کو ایمان کی دولت اور اپنی فرمانبرداری سے نوازے، گناہ اور کفر کی ظلمت سے بچا کر رکھے اور سب لوگوں کو ایمان کی روشنی سے منور کر دے۔آمین۔

کفار کی نافرمانی اور ان کا انجام

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿42﴾ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿44﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿45﴾

آپ سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور ان قوموں کو سختیوں اور مصیبتوں میں ڈالا تا کہ وہ عاجزی سے ہمارے سامنے جھک جائیں۔(42) پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی۔ مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، ٹھیک کر رہے ہو۔(43) پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی، بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالی کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان میں خوب مگن ہو گئے۔ تو اچانک ہم نے ان کو پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ (وہ ہر خیر) سے مایوس تھے۔(44) اس طرح ان لوگوں کی جڑ کاٹ کے رکھ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہی ہے جو رب العالمین ہے۔(45)

تشریح: ان آیات میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا دستور ہمیشہ سے یہی چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو یونہی نہیں چھوڑ دیتا بلکہ ان کو راہِ راست پر رکھنے اور خوبصورت زندگیاں گزارنے کے لیے رہنما اصول آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے بھیجتا رہتا ہے اور مختلف زمانہ میں مختلف رسول پیغمبر بھیجے جاتے رہے ہیں تا کہ لوگ گمراہی اور شیطان کی شرارتوں سے بچ سکیں، پھر بھی اگر لوگ ہدایت نہ پائیں تو پھر ان پر ان کے اپنے برے اعمال کی وجہ سے عذاب آتے ہیں پھر اگر گناہوں سے باز نہ آئیں تو پھر آسائشوں کی بارش کر دی جاتی ہے پھر بھی اگر ہوش میں نہ آئیں تو پھر اچانک ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے ان واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ عاد، ثمود یہود و نصاریٰ یہ سب ہمارے لیے عبرت ناک کہانیاں پیش کرتے ہیں پھر ماضی قریب میں ہمارے سامنے کئی ترقی یافتہ اور مضبوط ترین قومیں یوں ٹوٹ پھوٹ گئیں جیسا کہ وہ کبھی تھیں ہی نہیں، خود ہم موجودہ مسلمانوں کے حالات ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، اس لیے ان سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالنا اور درست کرنا بڑا ضروری ہے جو مہلت اللہ نے دی ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے کیونکہ وہی پالنے والا ہے تمام جہانوں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی عزیز اور کریم ہے اور رب العلمین ہے۔

قادرِ مطلق کون؟

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ (46) قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ (47) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (48) وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (49)

(اے محمد ﷺ! ان سے) کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری دیکھنے اور سننے کی طاقت چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر

دے تو اللہ کے سوا اور کون ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہے؟ دیکھو! کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کو دکھاتے ہیں اور یہ کس طرح ان سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ (46) کہو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اچانک یا علانیہ اللہ کی طرف سے عذاب آ جائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟ (47) ہم جو رسول بھیجتے ہیں تو اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہوں، پھر جو لوگ ان کی بات مان لیں اور نیک ہو جائیں تو ان پر نہ ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (48) اور جو ہماری آیات کو جھٹلائیں، وہ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب پائیں گے۔ (49)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی زبردست قوت، طاقت اور شفقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس نے پیدا کیا اور ہدایت کے لیے رسول بھیجے ہیں اور اسی لیے وہ بندوں کا حساب کتاب ضرور لے گا اور سزا و جزا ضرور دے گا۔ اس بات کو ہر وقت دھیان میں رکھنا چاہیے، اسی میں سکون، اطمینان، خوشی اور نجات ہے، جو اس سے لاپرواہ ہیں وہ بے سکون رہیں گے اور آخرت میں عذاب پائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ گنج بخش اور عالم الغیب نہیں

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (50) وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (51)

ع 5/9 11

(اے نبی ﷺ! ان کو) بتا دیجیے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے جمع کیے ہوئے خزانے موجود ہیں اور نہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور نہ ہی میں اپنے آپ کو فرشتہ کہتا ہوں۔ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) پوچھو کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے؟ (50) (اے محمد ﷺ!) آپ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں گے کہ اس کے سوا وہاں نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ شاید کہ وہ اس نصیحت کی وجہ سے تقویٰ کی راہ اختیار کر لیں۔ (51)

تشریح: کفار مکہ آنحضرت ﷺ سے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ کوئی فرشتہ ہوتے جو ان کے لیے تمام دنیا کے خزانے جمع کر دیتے اور ان کو آنے والے تمام حالات و واقعات کی اطلاع پہلے سے دے دیتے اور پھر دوسری بات وہ یہ کہتے تھے کہ بھلا نبی ہم میں سے ہم جیسا انسان کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ تو ہماری ہی طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، سوتے جاگتے ہیں اور گلیوں بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، بھلا آپ نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان تمام نامعقول باتوں کا جواب ان مذکورہ آیات میں دیا گیا ہے۔

انسانوں کی ہدایت کے لیے انسان ہی رسول بنا کر بھیجا جا سکتا ہے اور یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جتنے بھی رسول بھیجے

گئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک سب ہی پیغمبر انہی کی قوم میں سے چنے گئے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ انسانوں میں سے بہترین کردار، اعلیٰ صفات، کریمانہ عادات اور اخلاق حسنہ کا مالک ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی ریاضت عبادت کی وجہ سے خلیل اللہ (اللہ کا دوست) کہا گیا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کو ان کے بہترین اخلاق کی وجہ سے اہلِ عرب صادق (سچا) اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ غرض جس کو بھی اللہ رب العزت نبی بنا کر بھیجتے ہیں وہ ہوتا تو انسان ہی ہے مگر اس کے دل و دماغ اور روح کو اللہ اپنی معرفت (پہچان) کے نور سے بھر دیتا ہے۔ وہ انسان ہی ہوتا ہے مگر بہترین اور پاکیزہ فطرت انسان ہوتا ہے۔ اس کا مرنا جینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب کچھ اللہ کی رضا (خوشی) کے لیے ہی ہوتا ہے۔ یہی جواب کفارِ مکہ کو دینے کے لیے اللہ نے حضور ﷺ کو کہا کہ ان لوگوں کو صاف صاف بتا دو کہ میں تو صرف اللہ کی دی گئی بصیرت کی وجہ سے وحی حاصل کرنے کے قابل سمجھا گیا ہوں سو میں تو صرف اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات اور نیکی کے راستوں کے بارے میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ ہدایت اور قرآن کا خزانہ تو ضرور میرے پاس موجود ہے مگر دنیاوی خزانے میرے پاس موجود نہیں اسی طرح نیکی، بدی، جنت دوزخ کے بارے میں تمہیں ضرور بتا سکتا ہوں کیونکہ یہ وحی کے ذریعے اللہ نے مجھے بتایا ہے مگر اس کے علاوہ میں نہ تو کوئی جادوگر ہوں اور نہ ہی نجومی اور عالم الغیب کہ تمہیں آئندہ کے حالات بتا سکوں۔ اگر تم لوگ میری کہی ہوئی باتوں پر غور کرو تو یہ کوئی مشکل بات نہیں کہ تم سمجھ نہ سکو، ہاں! البتہ جو جان بوجھ کر نا سمجھ بنا رہے اور صرف حجت بازی ہی کرتا رہے اس کا کوئی علاج نہیں کہ وہ ہدایت پا سکے اور پھر فرمایا کہ اے محمد ﷺ! آپ ان ضدی لوگوں کی پروا نہ کریں آپ نصیحت کرتے رہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عقل اور نظر رکھتے ہیں یعنی ہدایت کی بات سننا، ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں اور ایسے ہی لوگ اپنے دلوں میں اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔ وہ بری راہیں اختیار نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد اللہ کے حضور ضرور پیش کیے جائیں گے، حساب وکتاب بھی ضرور ہوگا اور ایسا صاف ستھرا حساب کتاب کہ کوئی بھی اللہ کے سوا گناہوں سے بخشوانے والا اور عذاب سے بچانے والا ہرگز نہ ہوگا۔ جو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں وہی پرہیزگار اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ یہ صفت بیان کی گئی ہے ایک سچے اور حقیقی مسلمان کی، اس لیے اس کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے۔

مخلص لوگوں سے پیار کرنا، مسلمانوں کی ہمت بڑھاؤ

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿52﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿53﴾ وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (54) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (55)

ع 6 5 12

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح وشام پکارتے رہتے ہیں اور اس کی رضا کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ رکھو، ان کے حساب میں کسی چیز کا بوجھ آپ پر نہیں اور آپ کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ ان پر نہیں اس پر بھی اگر آپ انہیں دور پھینکو گے تو بے انصافوں میں شمار ہو گے۔ (52) دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ انہیں دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل وکرم ہوا ہے؟ ہاں! کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا۔ (53) جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحم وکرم کو واجب کر لیا ہے۔ یہ رحم وکرم ہی تو ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی سے گناہ کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔ (54) اور اس طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ گناہ گاروں کا طریقہ کھل جائے۔ (55)

تشریح: ان آیات میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اسلام میں عظمت اور عزت کا معیار امیری اور غریبی ہرگز نہیں بلکہ تقویٰ، پرہیز گاری اور شکر وعبادتِ الٰہی ہے۔ اور یہ آیات اسی سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ جیسا کہ ہر مذہب میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ نبی کی تعلیمات کو سب سے پہلے غریب لوگ ہی اپناتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ پر بھی غریب لوگ سب سے پہلے اور زیادہ تعداد میں ایمان لائے لہٰذا وہ اکثر آپ ﷺ کے پاس بیٹھے رہتے تھے تو عرب کے امیر لوگوں نے حضرت ابو طالب کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ اگر غریب لوگ نبی ﷺ کے پاس نہ بیٹھے رہیں تو پھر ہم آپ ﷺ کے پاس جا کر آپ ﷺ پر ایمان لا سکتے ہیں تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ چلو یہ بھی کر دیکھیں تو اس پر بڑی سختی سے اللہ رب العزت نے اس بات پر عمل کرنے سے منع کیا بلکہ ہدایت کی کہ جو لوگ ہر وقت اللہ کو پورے خلوص سے یاد کرتے ہیں وہ جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ پورے اعزاز، عزت اور پیار ومحبت سے ان کے ساتھ پیش آئیں یہی تو اللہ کے مقبول ترین بندے ہیں نہ کہ وہ امیر، نافرمان اور مغرور لوگ اگر یہ اس وجہ سے ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں یہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں نہ کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ جیسا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کے اعمال کے ذمہ دار نہیں۔ اس عزت کی وجہ سے جو غریبوں کو ایمان کی وجہ سے ملی امیر لوگ حیران ہو گئے۔ جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے وہ ایمان لانے سے پہلے کچھ اخلاقی غلطیاں کر چکے تھے، جن کا چرچا کفار خوب کرتے، تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میں رحیم وکریم ہوں جو غلطیاں لوگوں سے ہو چکیں وہ سچی توبہ کرنے پر معاف کر دی گئی ہیں۔ یہاں اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توبہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مشورہ پر بڑے نادم ہوئے تھے تو اللہ نے ہر توبہ کرنے والے کی توبہ پر اس کو معاف کرنے کا کھلا اعلان کر دیا ہے۔

قرآن مجید کا طریقہ ہے کہ ہر واقعہ سے کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق ضرور دیتا ہے۔ ان آیات میں بھی کچھ قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ غربت اور خستہ حالی تقویٰ اور مقبولِ الٰہی ہونے کی نشانی ہے۔ دوسرا انسان کی اصل شرافت مال میں نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ میں ہے۔ تیسرا غیر مسلموں کی تبلیغ کے لیے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ چوتھا، توبہ اور شکر گزاری اللہ کی رحمت کو بڑھاتے ہیں۔

توبہ کا اصول یہ ہے کہ سچے دل سے معافی مانگی جائے جس عمل سے ایک دفعہ توبہ کر لی جائے اس کو ہرگز دہرایا نہ جائے۔ پانچواں یہ کہ ہر وہ شخص جو آپ کو سلام کرے، ملنے کی خواہش کرے، چاہے بظاہر وہ کتنا ہی کمزور، غریب اور لاچار ہو۔ اس کو بے حد خلوص اشتیاق اور محبت سے ملو۔ ہرگز بے زاری کا اظہار نہ کرو۔ دلوں کی صفائی اللہ رب العزت جانتا ہے۔ کتنے پیارے اصول ہیں زندگی گزارنے کے۔ سبحان اللہ۔

رب کریم آخر میں فرماتے ہیں کہ اس طرح ہم اپنی تمام باتیں خوب اچھی طرح واضح کر کے بتاتے ہیں تاکہ مجرموں کو کسی غلطی کا اندیشہ نہ رہے اور سب کچھ معلوم ہو جائے۔

عبادت صرف اللہ کی

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿56﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿57﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿58﴾

(اے محمد ﷺ! ان سے) کہو کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو مجھے ان کی بندگی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہو! میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہو گیا، راہِ راست پانے والوں میں سے نہ رہا۔﴿56﴾ کہو! میں اپنے رب کی طرف سے ایک دلیل روشن پر قائم ہوں۔ اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، اب جس چیز کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو میرے اختیار میں نہیں ہے، فیصلہ کا پورا اختیار اللہ کو ہے، وہی حق بات بیان کرتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔﴿57﴾ کہو، اگر وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ مگر اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے ظالموں کو (کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے۔)﴿58﴾

تشریح: ان آیات میں نبی اکرم ﷺ کے مقام اور مرتبہ کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کا کام صرف توحید پر عمل کرنا توحید کی تبلیغ کرنا ہے، آپ کا کام نہیں کہ کسی کی خوشامد کریں، کسی سے رعایت کریں، کسی کو سزا دیں یا کسی سے ناراض ہوں۔ اگر یہ سب

آپ کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ کب کی سزا دے چکے ہوتے اور برے لوگوں کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ مگر یہ کام تو رب کا ہے وہی جانتا ہے ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے اور کب کرنا ہے۔ یہ تمام معاملات اللہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس ظالم کو کیا سزا دینی ہے اور کب دینی ہے؟ یہ سب کام اللہ رب العزت کے اختیار اور علم میں ہیں۔ میرا کام تو صرف اس کا پیغام بندوں تک پہنچانا اور ان کو نیکی کی ہدایت کرنا ہے۔ اگلی آیات میں اللہ کی قدرت، طاقت اور علم کا ذکر کیا گیا ہے۔

غیب کی چابیاں اور انسانی زندگی کا نقشہ

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ
اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (59) وَهُوَ الَّذِىْ
يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ
ع 7 5 13 مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (60) وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ
حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (61) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ
مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (62)

اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں کہ جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے اندر اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ خشک اور تر غرض کوئی چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں لکھی نہ گئی ہو۔ (59) وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے، پھر (دوسرے دن اسی کاروبار کی دنیا میں تمہیں) واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ (60) اپنے بندوں پر وہ پوری قوت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور وہ اپنے کام میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ (61) پھر سب لوگ اپنے اصلی مالک اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ، فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت جلدی کرنے والا ہے۔ (62)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی، طاقت اور قادرِ مطلق ہونے کا بیان ہے یہ آیات اسی قدرت رکھنے والے بادشاہوں کے بادشاہ کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ کی زبانی ہم انسانوں کو بتائی گئی ہیں۔ وہ اتنا عظیم اور بڑا ہے کہ کوئی انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ زمین اور آسمانوں کو اس نے بنایا، ان کے تمام راز وہی جانتا ہے۔ عالم، فاضل سائنسدان ہر وقت تحقیق اور جستجو میں لگے رہتے ہیں کہ زمین، سمندر، ہواؤں اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے ان سب چیزوں کا پتا لگا لیں لیکن وہ ابھی

تک کچھ تھوڑا بہت ہی جان سکے ہیں۔ مگر اللہ کا علم اتنا زیادہ ہے کہ ایک پتہ جو اپنی زندگی پوری کر کے گرتا ہے وہ بھی اللہ رب العزت کے علم میں ہوتا ہے، پتے کا ذکر تو مثال دینے کے لیے کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ہر چیز اللہ کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق کام کرتی ہے۔ جیسا کہ زمین کے اندر جو بھی بیج گرتا ہے تو اس بیج میں اس کے عمل کا پورا نظام رکھ دیا گیا ہوتا ہے یعنی اس کے پھوٹنے، پھلنے اور پھر پودا اور پھر درخت بننے اور پھول پھل دینے کا تمام ڈیزائن موجود ہوتا ہے اور پھر وقت بھی مقرر کر دیا گیا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ اس ٹائم میں یہ کچھ ہوگا۔ انسان تو انسان ہے یہاں کی ہر چیز یعنی حیوانات، جمادات اور نباتات، ہر چیز کا ہر قسم کا حساب کتاب، معمولات، شروع اور آخر کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ لوحِ محفوظ کیا ہے؟ یہ ایک بہت ہی بڑا کمپیوٹر ہے جو انتہائی ٹھیک طریقہ سے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی پانی، ایک ہی مٹی سے مختلف قسم کے پھول، پھل اور اناج نکالتا ہے یہ کبھی نہیں ہوا کہ آم کے درخت پر دھنیا لگنے لگے یا کھجور کے درخت پر انگور لگ جائیں۔ سورۃ النور کی آیت 45 میں اللہ فرماتا ہے: "اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا ہے۔"

سبحان اللہ کتنی بڑی قدرت ہے اس کی اور کتنا بڑا کمال ہے اس کا۔ پھر انسانی زندگی کا ایک عجیب وغریب عمل جو کہ ہمارے ہر روز کے معمولات میں آتا ہے۔ یعنی رات کو سو جانا اور دن کو اٹھ کر اپنے کام کاج میں لگ جانا۔ نیند کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ یہ آدھی موت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے جسم کی نشوونما کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ کھانا پینا، یعنی خوراک، ہوا اور پانی۔

اگر کوئی شخص رات کو اچھی طرح سو نہ سکے تو تمام دن اس کا برا حال ہوتا ہے، یعنی نیند میں کیا گیا آرام جس کو آدھی موت کہا گیا ہے۔ انسان کے چاک وچوبند رہنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ یہ نیند اور اس کے کمالات اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمارے سائنسدان حضرات اس کے بارے میں بھی تحقیقات کرتے رہتے ہیں جو کہ آئے دن بدلتی رہتی ہیں۔ غرض انسان کی پیدائش، بڑھنا، جوان ہونا، بوڑھا ہونا اور مرنا یہ سب کچھ اللہ کی لوحِ محفوظ میں درج کیا جا چکا ہے۔ پھر خبردار کیا جا رہا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی پیدا کر کے کھلا نہیں چھوڑ رکھا بلکہ تمہارا ہر عمل جو کہ تم تمام دن اور رات کرتے ہو سب کا حساب وکتاب باقاعدہ لکھا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد تم سب کو اللہ کے حضور اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہونا ہے اور پھر وہ بہترین انصاف کرنے والا ہمارا پورا پورا حساب کتاب ضرور لے گا۔ اس لیے اپنی زندگیوں کو حسد، بغض، شرارت، خباثت، کفر اور اللہ کی نافرمانی سے بالکل پاک صاف رکھنا چاہیے۔

مسلمان ہونے کے لیے ان تمام باتوں کا دھیان رکھنا، ان پر سختی سے عمل کرنا، ہماری نجات کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اللہ کو وحدۂ لاشریک ماننے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا جب ہم اوپر بیان کئے گئے تمام حالات کو غور سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا پیدا کرنے اور پالنے والا سوچ بھی سکیں۔ اس لیے ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہیے تا کہ مرنے کے بعد ہمیشہ والی زندگی عیش اور آرام سے گزر سکے۔ یہی حقیقت ہے، یہی سچ ہے اور یہی ہمیشہ ہونے

والا ہے۔انہی تمام اعتقادات کی وجہ سے ہم ہر وقت، ہر چیز میں اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیاں دیکھ سکتے ہیں اور یہی ہماری زندگی کا مقصد اور حقیقت ہے۔

اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں۔" اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر صاف صاف آیات نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لے آئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تمہارے حال پر بڑا شفیق ہے، بڑا مہربان ہے۔" (سورۂ نحل آیات 48-49)

اللہ ہم سب کو ایمان اور علم کی روشنی سے مالا مال کر دے اور کفر کی تاریکی سے بچائے۔ آمین۔

عذاب کی اقسام

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿63﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿64﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿65﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ ﴿66﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿67﴾

(اے محمد ﷺ!) فرما دیں کہ صحرا اور سمندر کی تاریکیوں سے کون تمہیں بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے مصیبت کے وقت تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ اور کہتے ہو کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔﴿63﴾ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔﴿64﴾ آپ کہہ دیجیے! وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے آپس میں لڑا دے۔ آپ دیکھیں کہ ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ شاید کہ وہ سمجھ جائیں۔﴿65﴾ آپ کی قوم اس کا انکار کر رہی ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں تم پر داروغہ نہیں بنایا گیا۔﴿66﴾ ہر کام کے ہونے کا ایک وقت مقرر ہے، عنقریب تمہیں خود ہی انجام معلوم ہو جائے گا۔﴿67﴾

تشریح: ان آیات میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو وعدہ لے رکھا ہے تمام انسانوں سے، یعنی ہر بندہ فطرتاً اللہ کو ہی خالق و مالک مانتا ہے مگر پھر بھی کفار شرک، کفر اور نافرمانی سے باز نہیں آتے تو ایسے لوگوں کو آپ ﷺ صاف صاف بتا دیں کہ میں نے توحید کا پیغام اور اللہ کی حاکمیت قدرت اور طاقت کے بارے میں خوب وضاحت کر دی ہے پھر بھی جو کفر کرتے ہیں تو ان کو عقل سے کام لے کر اور اللہ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایمان، سلامتی اور نجات کا راستہ اختیار کر لینا

چاہیے ورنہ پھر وہ گھڑی، یعنی عذاب کی گھڑی بھی اپنے مقررہ وقت پر آنے والی ہے جب تم سب لوگوں کو اپنے کیے ہوئے اعمال کا نتیجہ مل جائے گا اور یہ بالکل یقینی بات ہے۔ تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ (شیطان) ان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا رہتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے فریب کے سوا کچھ نہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ لوگ اس سے بچنے کی کوئی اور جگہ نہ پائیں گے۔'' (سورۃ النساء 120-121)

ان آیات میں پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ قرآن پاک کا ہر لفظ سچا ہے اس میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جس پر شک وشبہ کیا جائے، قرآن کے تمام احکامات بالکل سچ اور انسانوں کے لیے نہ صرف سچ بلکہ بھلائی، آسانی اور کامیابی کی طرف بھی لے جاتے ہیں، مثلاً اللہ کو ایک مان کر ہر مصیبت اور پریشانی میں صرف اسی سے ہی مدد مانگنا، آخرت اور حساب کتاب کے دن کو اگر کوئی ہر وقت یاد رکھے اور اس دن پر یقین رکھے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ سچ نہ بولے، چوری کرے، کسی کا حق مارے، چغلی کرے، قتل و غارت اور دنگا فساد پھیلائے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پورے یقین اور کوشش سے قرآن کے تمام احکامات جو رسول ﷺ نے بتائے ہیں ان پر عمل کیا جائے تاکہ قیامت کے دن کی سختی سے بچ کر نجات پا سکیں۔ کیونکہ اس زندگی کے بعد عمل کا وقت ختم ہو جائے گا اور صرف سزا یا جزا، کا ہی وقت رہ جائے گا۔ اس لیے شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کر لینی چاہییں۔

صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ عالم ازل، عالم ظاہر اور عالم آخر کی ہر چیز ہر عمل اور ہر قسم کی مخلوقات کا ہر قسم کا حساب کتاب لوحِ محفوظ میں درج کر دیا جا چکا ہے۔ دنیا وجود میں آئی تو وقتِ مقرر کے مطابق، دنیا چل رہی ہے تو رضائے الٰہی کے مطابق ختم ہو گی تو مقررہ وقت کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے کوئی کام اس کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کچھ قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے، لہٰذا اس زندگی کو غنیمت سمجھ کر نیکیاں، بھلائیاں اور آخرت میں نجات حاصل کرنے کا پورا پورا سامان اکٹھا کر لینا چاہیے۔ قرآن میں بتایا گیا ہے حساب کتاب ہو گا اس لیے حساب کتاب ضرور ہو گا اور اس دن کی تیاری اسی دنیا میں ہو سکتی ہے بعد میں نہیں ہو سکتی۔

دنیا میں تین قسم کے عذابِ الٰہی ہو سکتے ہیں۔ ایک جو اوپر سے آئے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر بارش کا اور قوم عاد پر ہوا کا طوفان، قومِ لوط پر پتھر برسائے گئے، بنی اسرائیل پر مینڈک اور خون کی بارش کی گئی، اصحاب فیل پر پرندوں نے کنکریاں برسائیں۔ اسی طرح نیچے کے عذاب میں قومِ فرعون اور قارون کی مثال موجود ہے ایک پانی میں غرق ہو گیا اور دوسرا اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنس گیا۔ یہ دوسری قسم کا عذاب ہے جو قوموں کو نیچے سے دیا گیا ہے اور تیسری قسم کا عذاب یہ ہے کہ قوم پوری کی پوری کئی گروہوں میں بٹ جائے اور وہ آپس میں لڑ لڑ کر ختم ہو جائے۔ یہ بھی بڑا سخت عذابِ الٰہی ہے۔

اگر پچھلی قوموں پر نافرمانی، بے راہروی اور بداعمالی (برے کام) کی وجہ سے عذاب آ سکتے ہیں تو ہم بھی اللہ کی بنائی

ہوئی مخلوقات ہیں۔ ہمارے پاس بھی ڈرانے کے لیے اور خوشخبری سنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ بھیجے جا چکے ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ رسول کا کام ہے ہدایت کی رہنمائی جزا سزا تو خود اپنے اعمال سے ملے گی اور یہ ضرور ملے گی جیسا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے اور آخرت میں وعدے کے مطابق ہو کر رہے گا۔

قرآن کے منکروں کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی صفات

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿68﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿69﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿70﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿71﴾ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿72﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَ لَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿73﴾

ع 8 10 14

اور (اے محمد ﷺ!) جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو آپ وہاں سے ہٹ جائیں یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے تو اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو﴿68﴾ اور پرہیز گاروں پر ان (ظالموں) کے حساب میں کوئی چیز نہیں ہے، لیکن ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے تا کہ وہ ڈریں۔﴿69﴾ ان لوگوں کو چھوڑ و جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے فریب میں ڈال رکھا ہے ہاں! مگر یہ قرآن ان کو سنا کر نصیحت کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کئے کے وبال میں گرفتار نہ ہو جائے، اور گرفتار بھی اس حال میں ہو کہ اللہ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ ہو اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا ہو اور اگر وہ ہر ممکن چیز ادا کر کے بدلے میں چھوٹنا چاہے تو کچھ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے، کیونکہ ایسے لوگ تو خود اپنے کئے ہوئے اعمال کے بدلے میں پکڑے جائیں گے، انکو تو (حق سے) انکار کرنے کے بدلے میں سزا کے طور پر کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے دیا جائے

گا اور ساتھ دردناک عذاب بھی دیا جائے گا۔ (70) (اے محمد ﷺ!) ان سے کہیں کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان؟ اور جب کہ اللہ نے ہمیں سیدھی راہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص جیسا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و پریشان پھر رہا ہو جبکہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے؟ کہو، حقیقت میں ٹھیک راہنمائی تو صرف اللہ ہی کی راہنمائی ہے اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ کائنات کے مالک کے سامنے فرمانبرداری سے سر جھکا دو۔ (71) نماز قائم کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو، اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ (72) وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا (حشر) ہو جا (قیامت آ جائے) وہ ہو جائے گا، اس کا قول بالکل سچ ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس دن بھی بادشاہی اس کی ہوگی۔ وہ چھپی اور ظاہر باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ حکمت والا جاننے والا ہے۔ (73)

تشریح: جیسا کہ بہت دفعہ بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت کی کتاب ہے، اس میں مسلمانوں کو ہر طرح سے بہترین زندگی گزارنے کے آداب، اصول اور قوانین سکھائے گئے ہیں۔ اسی طرح اللہ رب العزت ان آیات میں مخاطب تو رسول اللہ ﷺ کو کر رہا ہے مگر یہ حکم اصل میں تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ کافر لوگ مخالفت کی وجہ سے ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو تنگ کیا جائے تو اسی سلسلے میں وہ لوگ حرمِ کعبہ میں اور اس کے علاوہ بھی جہاں بھی مل کر بیٹھتے تو قرآنِ مجید کی آیات کا مذاق اڑاتے۔ تو اس پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہاں سے آپ لوگ ہٹ جایا کرو۔ اس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی بے حرمتی تمہارے سامنے نہ ہو دوسرے یہ کہ تمہارے جذبات مجروح نہ ہوں، تیسرے شیطان فطرت لوگوں کی صحبت سے دور رہا جائے تو بہتر ہے۔ بھول سے بیٹھے رہ جاؤ تو معاف ہے۔ مگر یاد آنے پر فوراً اٹھ جاؤ۔ اگلی آیات میں نیک لوگوں کی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یہ لوگ تو ہر وقت ہی مسجدِ حرام میں موجود ہوتے ہیں تو پھر کیا ہم طوافِ کعبہ اور عبادت کے لیے بھی وہاں نہ جائیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ضرور جاؤ مگر نہ کفار کی باتوں پر توجہ دو اور نہ ہی ان کی مجلس میں بیٹھو۔ بلکہ اپنی عبادت کرو۔ تو اس طرح ان کے گناہ کا تم سے کوئی احتساب نہ ہوگا۔ وہ اپنے گناہوں کے خود ذمہ دار ہونگے اور تم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہو گے۔ ہاں! البتہ اگر گنجائش ہو تو ان کو نصیحت ضرور کرو، ہو سکتا ہے کوئی تمہاری کہی ہوئی اچھی بات ان پر اثر کر جائے اور اس پر تم ثواب اور انعام کے حق دار بن جاؤ۔ یہاں پر تبلیغ کا سبق دیا گیا ہے۔ اسلام کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے اس کا طریقہ بھی سمجھا دیا گیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا طریقہ تبلیغ کا یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر ہر صورت سے اتنا مکمل، مضبوط اور سچا مسلمان ثابت کر دو کہ ہر دیکھنے اور ملنے والا شخص تم سے اس قدر متاثر ہو کر خود بخود اسلام کی طرف بڑھنے لگے۔ اسلام کے اصول بے حد خوبصورت، فطرت کے مطابق اور انسان کے لیے فائدہ مند ہیں کہ ان کو اپنا

لینا ہرگز مشکل نہیں بلکہ انسان کو تمام معاملات میں صاف ستھرا، مطمئن اور پُروقار بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں اخلاق، بات چیت، رہن سہن، اتفاق، اتحاد، ہمدردی، خیر خواہی اور بھائی چارے کے تمام بہترین طریقے سکھا دیے گئے ہیں جو انسان کو بہترین انسانی صفات سے سجا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے جب کوئی شخص جو ذرا سی بھی سوجھ بوجھ رکھتا ہو تو وہ ضرور ہی اسلام کی طرف راغب ہوتا ہے۔ جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام دباؤ یا جنگ و جدل زبردستی یا تلوار کے زور پر نہیں پھیلا بلکہ حسنِ اخلاق، حسن کردار اور اخلاقی بلندیوں کی وجہ سے پھیلتا چلا گیا اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے مذہبِ اسلام کی روشنی عرب سے اٹھ کر شام، عراق، ایران، فلسطین، ترکی، آذربائیجان، افغانستان، وسط ایشیا، چین، برصغیر ہندو پاکستان، بنگلہ دیش، برما اور پھر بحرِ ہند کے راستے ملائیشیا، انڈونیشیا، فلپائن اور برونائی جیسے دور دراز کے علاقوں تک پھیل گئی، خشکی ہی کے راستے مصر، الجزائر، تیونس، مراکش کو فتح کیا اور آبنائے طارق کو پار کر کے اندلس (سپین)، پرتگال اور جنوبی فرانس پر اسلام کا جھنڈا لہرایا، اس کے بعد براعظم افریقہ کے ریگستانوں کو عبور کر کے کم گنجان آباد نخلستانوں میں اسلام پھیلایا اور پھر سوڈان، ایتھوپیا، چاڈ، بالائی وولٹا نائجر، نائیجریا، سینیگل، گنی بساؤ، کیمروں سے ہوتے ہوئے بحرِ اوقیانوس جا پہنچے۔ ادھر وسطی ایشیا میں قزل کم اور کراکم کے ریگ زاروں کو پار کرتے ہوئے قزاقستان، کرگیزیا، تاتار اور والگا سے گزر کر پولینڈ، بحیرہ بالٹک تک اپنا اثر و رسوخ قائم کیا۔ خلافتِ عثمانیہ کے دوران پہلی جنگ عظیم تک مشرقی یورپ کے رومانیہ، بلغاریہ، یوگوسلاویہ، البانیہ کے عیسائیوں اور قبائلیوں نے مذہبِ اسلام قبول کیا۔ پندرہویں صدی عیسوی میں نئی دنیا (امریکہ) کی دریافت کے بعد بے شمار مسلمان، امریکہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اپنے کاروبار کے سلسلے میں وہاں پہنچے اور وہاں وہ اپنی پروقار حیثیت رکھتے ہوئے مقامی لوگوں کی فلاح و بہبود اور اسلام کی تبلیغ کے لیے خوب کام کر رہے ہیں۔ (از جغرافیہ عالم اسلام مؤلف پروفیسر ماجد حسین)

یہ تمام جغرافیہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام ایک فطری معقول اور آسان مذہب ہے یہ صرف اپنے بہترین اصول اور قوانین کی وجہ سے ہی ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست جو مدینہ میں قائم ہوئی بڑھتے بڑھتے کہاں سے کہاں تک پہنچی۔ یہ بہت بڑا ثبوت ہے اسلام کی طاقت اور قرآن کی تعلیمات کا، تو بار بار بتایا جا رہا ہے کہ جو اس سے انکار کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی نقصان میں ہیں اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ اللہ کے پاس جانا بالکل اٹل ہے۔ وہاں عذاب کے بدلے میں یہ لوگ اپنا سب کچھ دے کر بھی عذاب سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے، اس لیے اسلام اور ایمان کا راستہ ہی بہترین کامیابی کا راستہ ہے۔ اپنی خواہشات کا غلام بن کر نیکی کی راہ نہیں چھوڑنی چاہیے۔ کاروبارِ زندگی میں ہر وقت اور ہر صورت ایمان، اسلام، قرآن اور شریعت کے اصولوں کو سامنے رکھ کر کام کرنا چاہیے کیونکہ اگر ہم ان سے دور ہو گئے تو ہماری مثال اس شخص کی ہو گی جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے اچھے ساتھیوں کو چھوڑ کر ذلت و خواری کے جنگل میں یوں بھٹکتا پھرتا ہے کہ اپنے بہترین نیک ساتھیوں کی آواز بھی نہیں سنتا اور یوں اپنی غلط خواہشوں کے چنگل میں پھنس کر اندھا بہرہ ہو جاتا ہے۔ یعنی نہ اسے نیکی کی بات سنائی دیتی ہے

اور نہ ہی نیکی کی راہ دکھائی دیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہہ دو ہمیں اس نے اپنی رحمت سے مسلمان بنادیا ہے تو کیا کفار یہ چاہتے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح بے دین اور گمراہ ہوجائیں یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ ہم اس خدائے برتر کو چھوڑ کر گمراہ ہوجائیں جس نے ہمیں پیدا کیا جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ قیامت کے دن سب حساب کتاب کے لیے اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس نے آسمان اور زمین بنائے۔ وہ صرف ''کن'' (ہوجا) کہہ کر پیدا کرنے والا طاقتور ہے۔ اللہ جو کہتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ قیامت کے دن (اور اس سے پہلے بھی) اسی کی بادشاہت ہوگی، وہ چھپے اور ظاہر سب سے واقف ہے کیونکہ اس کی صفت ہے کہ وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اس سے نہ تو کوئی چیز چھپی ہوئی ہے اور نہ ہی اسکی کاریگری سے باہر ہے۔ تو کیا یہ کسی عقلمند انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی عظیم ہستی کی عبادت چھوڑ کر کفار کے ساتھ جا ملے اور ایسے معبود بنالے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکیں نہ فائدہ دے سکیں۔ دیکھا جائے تو انسانی عقل اس بات کا فیصلہ بڑی آسانی سے کرسکتی ہے کہ عبادت کے لائق کون ہے؟ مگر جو شیطان کے شکنجے میں جکڑے جاچکے ہوں اور ہدایت کی راہ اختیار نہ کرنا چاہتے ہوں ان کو کون سمجھا سکتا ہے۔ مگر جو کوشش کریں اللہ ان کے لیے بہترین راہیں کھول دیتا ہے۔ اگلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دی جارہی ہے ملاحظہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿74﴾
وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿75﴾ فَلَمَّا جَنَّ
عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿76﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿77﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿78﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ
وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿79﴾ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ
اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿80﴾ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿81﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں ہیں۔ ﴿74﴾ اور ہم اس طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہوجائیں۔ ﴿75﴾ پھر جب اس پر رات طاری ہوئی تو انہیں ایک ستارہ دکھائی دیا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے

کہ یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ غائب ہونے والے تو مجھے پسند نہیں۔ (76) پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا رب مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں بھی ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔ (77) پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا رب یہ ہے یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگے لوگو! جن چیزوں کو تم (رب کا) شریک بناتے ہو میں ان سب سے بیزار ہوں۔ (78) میں نے سب سے ایک طرف ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (79) تب ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں کیا بحث کرتے ہو؟ اس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا۔ ہاں! جو کچھ میرا رب چاہے میرا رب اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے کیا تم سوچتے نہیں؟ (80) بھلا میں ان چیزوں سے جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو ان سے کیوں ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ شریک بنانے سے نہیں ڈرتے اور اس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اب دونوں فریقوں میں سے امن وسکون کا کون مستحق ہے؟ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو بتاؤ؟ (81)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ تلاش کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی ضرور کرتا ہے اور اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال اللہ نے قرآنِ مجید میں دی ہے۔ قرآن مجید میں سبق دینے کے لیے بے شمار قصے پرانی قوموں کے بیان کیے گئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک نہایت اہم قصہ جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توحید پر ایمان لانے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بیان کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ انسانی فطرت میں شامل ہے کہ وہ جماعت یا گروہ کی صورت میں زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں پھر اس گروہ کا کوئی سردار بھی بن جاتا ہے اور زندگی گزارنے کے کچھ طریقے اور رسم و رواج بنا لیے جاتے ہیں اسی طرح شہر اُر جس کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ تھی صنعتی اور تجارتی شہر تھا، مذہب شرک تھا، یعنی اُر کے آثارِ قدیمہ میں ملنے والے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً پانچ ہزار خداؤں کی عبادت کرتے تھے۔ انتہائی بدکردار، موقع پرست، خودغرض اور بگڑی ہوئی قوم تھی اس گندے اور غیر سنجیدہ ماحول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام آزر تھا۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا کی روایت کے مطابق وہ، یعنی آزر صرف بت پرست ہی نہیں بلکہ بت ساز (بت بنانے والے) اور بت بیچنے والے بھی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ملک کلدانیا بت پرستی اور ستارہ پرستی کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے اس بگڑی ہوئی مشرک قوم کی ہدایت کے لیے انہیں میں سے ایک پیغمبر چن لیا اور ان کو اس بات کی عقل، سمجھ اور طاقت و ہمت دی کہ اللہ کی حقیقت کو سمجھ کر توحید کی تعلیم دینی شروع کریں۔ یہ بڑا مشکل کام تھا لیکن جہاں اللہ کی مرضی ہو وہاں کوئی کام مشکل نہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے "کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کیسی عقلمندی کی بات کی۔" کہ "کیا تم مٹی کی بنائی ہوئی مورتیوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہیں فائدہ

پہنچاسکیں نہ نقصان۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم کھلی ہوئی بہت بڑی غلطی میں پھنسے ہوئے ہو۔ کتنی بڑی بے قوفی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور اسی کی عبادت کرنے لگے۔'' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو چھوڑا تو ہم نے اس پر آسمانوں اور زمین کے بھید ظاہر کرنے شروع کر دیے اور بتایا کہ جس چیز کو دیکھو وہ الگ اپنا ایک نظام رکھتی ہے اور پھر یہ سارے نظام ایک بہت ہی بڑے نظام کے تحت چل رہے ہیں اور اس سارے نظام کا چلانے والا اِلٰہُ العٰلمین ہے جس کو ہم اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے بلکہ اس کی بنائی ہوئی مخلوقات اور پوری کائنات کو دیکھ کر اللہ کو پہچان سکتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عقل وشعور کو کام میں لاکر غور وفکر شروع کیا تو یہی چاند، سورج اور ستارے جن کو لوگ روزانہ پوجتے تھے۔ اللہ کو ڈھونڈنے کا سبب بن گئے۔ ہوا اس طرح کہ جب اندھیرا چھا گیا تو انہوں نے ستارہ چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہی رب ہوسکتا ہے غروب ہونے پر پکار اٹھے کہ غروب ہو جانے والا رب نہیں ہوسکتا۔ پھر چاند کو دیکھا تو پکار اٹھے یہ بڑا ہے یہ رب ہوسکتا ہے غروب ہونے پر اس کو بھی رد کر دیا دن چڑھنے پر سورج کو بے حد روشن اور بڑا دیکھ کر کہنے لگے یہ رب ہوسکتا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمانے لگے یہ بھی رب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بھی غروب ہو گیا ہے۔ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ اللہ کی ذات اور اس کے وجود پر غور کرنے کی بہترین دلیل ہے۔ کیونکہ قوم کو راہ پر لانے کے لیے نرمی اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسان کو عقل سے کام لینے اور جھوٹ اور سچ میں فرق کرنے کے لیے اختیار کیا۔ اس طرح انہوں نے توحید کی بنیاد رکھی اور اللہ کو واحد ماننے والوں کا نام انہوں نے مسلم رکھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا ''اے لوگو! سن لو جب اتنی بلند اور روشن چیزیں رب نہیں ہوسکتیں تو تمہارے بنائے ہوئے یہ بت کیسے الٰہ ہوسکتے ہیں۔ میں تمہارے ان سب خداؤں کا انکار کرتا ہوں اور اپنے رب اللہ عزیز وحکیم کے آگے سر جھکاتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ یوں انہوں نے اپنی قوم کے تمام خداؤں کو ٹھکرا دیا اور توحید کی بنیاد رکھ دی۔ اس پر ساری کی ساری قوم ان کے خلاف کھڑی ہوگئی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے مقرر کر دیے گئے تھے اس لیے اللہ کی مدد سے وہ ان کو ہدایت کی طرف بلاتے رہے، سمجھاتے رہے۔ جب ان کی قوم نے ان سے کہا کہ اگر تم نے ہمارے خداؤں کو نہ مانا تو وہ تم سے ناراض ہو جائیں گے تو اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ''مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تمہارے یہ خدا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اور نہ ہی میرا کوئی بھلا ہی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مجبور، بے بس ہیں۔ ہاں! اللہ جو چاہے کر سکتا ہے وہی میرا رب ہے اسی کے علم میں ہر چیز ہے وہ قدرت رکھتا ہے تکلیف پہنچانے کی اور سب کچھ جانتا ہے۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟ جیسا کہ ہر جاہل اور مشرک قوم کا کام ہے کہ بجائے سیدھی راہ پر چلنے کے الٹا پیغمبر سے لڑتے جھگڑتے ہیں بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔ ان کی قوم بھی لڑنے جھگڑنے پر اتر آئی۔ تب انہوں نے کہا کہ تمہارے یہ بے جان خدا میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ جبکہ میرا اللہ جو چاہے کر سکتا ہے تمام آسمان وزمین ہر قسم کی مخلوقات سب اسی کے اختیار میں ہیں اس لیے اس سے ڈرنا چاہیے۔ پھر

انہوں نے کہا کہ تم خود فیصلہ کرو میں مطمئن اور پُرسکون ہوں یا کہ تم لوگ پُرسکون ہو۔ ایک مضبوط، معقول اور انتہائی طاقت ور کو سہارا بنانا زیادہ بےفکری اور سکون کا باعث ہوسکتا ہے یا کہ بےکار، بےجان اور مجبور چیزوں کو اپنا سہارا بنانا عقلمندی ہے؟ مبلغین اسلام کے لیے ہدایت ملتی ہے کہ اپنی قوم سے سخت نہیں نرم یا دلیل اور موثر رویہ اختیار کریں۔ دوسرا یہ کہ تبلیغ ودعوت میں حکمت، تدبر اور مشاہدات سے کام لینا سنت انبیاء ہے۔ تیسرا یہ کہ اصلاحِ اعمال کی دعوت اپنے گھر اور قرابتداروں سے شروع کرنی چاہیے۔ چوتھا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کا درجہ دیا اور پھر ثابت ہوگیا کہ سچی تلاش اور ہدایت کی لگن سے جو کچھ بھی کیا جائے۔ اللہ رب العزت مدد کرتا ہے اور روشن راہیں کھول دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قدر بگڑے ہوئے اور کفر وشرک سے بھرے ہوئے معاشرے میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی، مگر سچی لگن نے ان کے لیے سچائی امن اور سلامتی کی راہیں کھول دیں اور ان کو پوری انسانیت کے لیے مقرب ترین برگزیدہ پیغمبر بنایا۔ انہوں نے انسان کو توحید باری تعالیٰ کا سبق دیا۔ ان آیات میں حق کی دعوت دینے کا ایک بہترین انداز بیان کیا گیا ہے جو کہ اہلِ عرب کے لیے بڑا دلنشین ثابت ہوا، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عرب کے جدِ امجد کہلائے اور پورا عرب ان کی تعظیم کرتا چلا آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت، اللہ کی مہربانیاں اور خوشخبری

ع 9 12 15 اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿82﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿83﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿84﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿85﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ۭ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿86﴾ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿87﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿88﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿89﴾

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم کے ساتھ نہیں ملایا ان کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔﴿82﴾ یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کے درجے بلند کرنا چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا پروردگار دانا اور خبردار ہے۔﴿83﴾ اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے اور سب کو ہدایت دی اور پہلے

نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔﴿84﴾ زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی نیک بختوں میں شامل کیا۔﴿85﴾ اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت دی۔﴿86﴾ اور ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے ان کی اولاد اور بھائیوں میں سے منتخب کر لیا تھا اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی تھی۔﴿87﴾ یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر چلاتا ہے۔﴿88﴾ اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب، حکمِ شریعت اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ کفار ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ جو ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔﴿89﴾

تشریح: ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات، ان کی فضیلت اور پھر ایمان کی برکتیں، ان برکتوں میں سکونِ قلب کے علاوہ نیک آباؤ اجداد، آل اولاد اور عزیز واقربا بھی شامل ہیں آخر میں آنحضرت ﷺ کو خوشخبری دی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کچھ معلومات پچھلی آیات میں دی گئی ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت جو رب تعالیٰ نے ان کو دی وہ تھی راہِ ہدایت کا تحفہ، پھر ان کی تعلیمات جن کی بنیاد توحید، یعنی اللہ کا واحد ہونا۔ اس کے ساتھ کسی بھی چیز، مخلوق یا نباتات و حیوانات کو شریک نہ کرنا۔ اللہ بس ایک ہی ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کو بہت بڑا ظلم کہا ہے کیونکہ ایمان میں سکون ہے جب کہ شرک کرنے والے کو نہ اس جہان میں سکون ملے گا اور نہ آخرت میں نجات ملے گی۔ سورۃ الانعام کی آیت 82 میں صاف الفاظ میں بتا دیا گیا ہے۔ ''جن لوگوں نے یقین کر لیا اور اپنے یقین میں کوئی نقصان (شرک) نہیں ملایا انہی کے لیے امن وسکون ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں۔'' پھر صاف طور پر فرمایا کہ اللہ رب العزت دانا ہے خبردار ہے۔ وہی درجات کو بلند کرنے والا ہے اس میں کسی کا بھی ذاتی کمال شامل نہیں، اللہ رب العزت نے پوری قوم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کے لیے چن لیا پھر ان کی ذاتی ثابت قدمی، نیک فطرت، انسان دوستی اور روحانی پاکیزگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند کر دیے ان پر اپنے فضل وکرم اور رحمتوں کی اتنی بارش کی کہ تمام نبیوں میں ان کو ممتاز کیا اور ان کی نسل سے باقی انبیاء پیدا کیے جن کا ذکر یہاں کیا گیا اور وہ تعداد میں 17 ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جدِ امجد ہیں۔ دل کی پاکیزگی۔ اس کا تعلق سیدھا اللہ سے ہونا یہ انسانی کمال کی نشانی ہے۔ جسے یہ حاصل ہو جائے اُسے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اور شریعت دے کر اپنا رسول بنا دیتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ولی تو بہت لوگ ہو سکتے ہیں، یعنی ولی، نبی اور پھر رسول کا درجہ آتا ہے۔ حضرت محمد کریم ﷺ ولی، نبی اور رسول سب کچھ ہیں۔ نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ آیت 89 مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی جس میں محمد ﷺ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ ''اگر یہ مکہ کے لوگ آپ کی ان باتوں کو نہیں مانتے تو کوئی

فکر کی بات نہیں ہم نے اور لوگوں کو پہلے ہی مقرر کر دیا ہے جو آپ کی کتاب اور شریعت کو دل و جان سے قبول کریں گے اور آپ کو سچا نبی مانیں گے۔'' یہ اشارہ ہے اس وقت کے انصار و مہاجرین کی طرف اور قیامت تک ہونے والے تمام مسلمانوں کی طرف۔ کتنا بڑا اعزاز اللہ نے ہم مسلمانوں کو دیا ہے۔ اس عزت اور احترام کے لائق بننے کے لیے ہمیں اپنے کردار، روح، اعمال اور زندگیوں کو اسی معیار پر لانا چاہیے کہ جس کی وجہ سے ہم امت محمدی میں پیدا کیے گئے اور دین ابراہیمی کے پیروکار بنائے گئے۔ اگر ہم قرآن وسنت سے دور ہو گئے تو یہ بہت بڑا ظلم ہم نہ صرف اپنے اوپر کریں گے بلکہ اپنی آنے والی تمام نسلوں پر بھی کریں گے جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت 88 میں اللہ تعالیٰ صاف صاف فرما رہا ہے:

''یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ ضائع ہو جاتا۔''

اگر ولی پیغمبر راہ سے بھٹک جانے پر عتابِ الٰہی کا شکار ہو سکتے ہیں تو ہم عام لوگ صرف امتِ محمدی ﷺ ہونے پر بخشے نہ جائیں گے بلکہ ہمارا فرض اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں تا کہ فلاحِ دارین حاصل کر سکیں اگر دنیا میں اپنے آپ کو دنیا کی تمام آلائشوں سے بچا کر رکھیں گے تو دنیا میں بھی سکون پائیں گے اور آخرت میں نجات حاصل ہو گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں ماں باپ، برادری اور وطن چھوڑ دیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں اپنی برادری سے بہترین برادری اور اس وطن سے بہترین وطن عطا فرمایا۔ آخرت کے درجات اور رحمتیں علیحدہ ہوں گی۔ پھر دنیا میں اتنا بڑا اشرف اور درجہ دیا گیا کہ آپ کے بعد جس قدر رسول وانبیاء بھیجے گئے وہ سب کے سب آپ کی ہی اولاد میں سے بھیجے گئے اور حضرت نوح علیہ السلام بھی آپ کے ہی جدِ امجد مانے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ہدایت پانے اور اس پر قائم رہنے کے لیے کردار کی مضبوطی اور روح کی پاکیزگی بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے اللہ سے ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے:

''حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ آپ ﷺ کے بعد پھر میں اس کے بارے میں کسی اور سے سوال نہ کروں۔؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ہمیشہ قائم رہ۔'' (صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ توحید الٰہی پر مکمل یقین روحانی قوت کا سرچشمہ ہے۔ یہ قوت برائیوں سے بچاتی ہے۔ اصلاح، اتحاد اور تنظیم کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور دل کا سکون تو اس میں ہے انسان تمام فکروں، پریشانیوں اور وہموں سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے، جب مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز کے ذریعے اللہ سے ملاقات کرتا ہے۔ اللہ سے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی مانگتا ہے پھر ہر کام میں اس سے مدد طلب کرتا ہے تو پھر پریشانی کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے۔ بس ہم اس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے۔

نبی کی صفات، اللہ کی کتاب، انسان کا انجام

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى
لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿90﴾ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ ع 10 8 16
اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ
كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿91﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ
اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿92﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ
الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ
عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿93﴾ وَ لَقَدْ
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى
مَعَكُمْ شُفَعَآءَ كُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿94﴾ ع 11 4 17

یہ وہ (انبیاء) ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس ہدایت کا صلہ نہیں مانگتا۔ یہ تو صرف تمام جہاں کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔﴿90﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسے جاننی چاہیے تھی نہ جانی، جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا؟ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی، اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق پر نقل کر رکھا ہے۔ ان کے کچھ حصہ کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو، تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو کہ اس کتاب کو اللہ نے ہی نازل کیا ہے۔ پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ گفتگو میں کھیلتے رہیں۔﴿91﴾ اور ویسی ہی یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے یہ بابرکت ہے اور اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو اس لیے نازل کی گئی ہے کہ آپ مکہ والوں اور اس کے آس پاس رہنے والے لوگوں کو آگاہ کر دیں، جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری پابندی کرتے ہیں۔﴿92﴾ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے، حالانکہ اس پر کچھ بھی

وحی نہ آئی ہو۔ اور جو یہ کہے کہ جیسی کتاب اللہ نے نازل کی ہے اس طرح کی میں خود بھی بنالیتا ہوں کاش! آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں، اور فرشتے ان کی طرف عذاب کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔(93) جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے ہو اور جو مال و متاع ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب دنیا میں ہی چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے، جن کے بارے میں تم سوچتے تھے کہ وہ (اللہ کے) شریک ہیں۔ آج تمہارے آپس کے سب تعلقات ختم ہو گئے اور جو دعوے تم کرتے تھے سب ختم ہو گئے ہیں۔(94)

تشریح: جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہترین عقائد، بہترین اعمال اور بہترین اجر و ثواب اور اللہ کی طرف سے دیے گئے انعامات کا ذکر بڑی تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان آیات میں دہرایا جا رہا ہے کہ اہل عرب اور یہود اخلاق و کردار کی بدترین مثال بن چکے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ملی تو وہ نہ ان کو ماننے کو تیار تھے اور نہ ہی ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کو ماننے کو تیار تھے تو ایسے ہی لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح پہلے حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہوئی تھی جو اخلاق، کردار، نیک اطوار اور نجات کی راہیں بتانے والی اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب تھی اسی طرح قرآن مجید بھی انسان کی نجات اور دنیا و آخرت میں کامیابیاں حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور پھر یہ کتاب آخری کتاب ہے جو اس پر یقین کرے، عمل کرے گا، مکمل طور پر اللہ کا پسندیدہ بندہ بن جائے گا لیکن جو انکار کرے گا وہ دنیا میں عارضی خوشیوں، راحتوں اور سیر و تفریح میں پھنس کر دنیا کا ہی بندہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کی جب جان نکلتی ہے تو اذیت ناک طریقہ سے نکلتی ہے اور پھر بالکل خالی ہاتھ جب اگلے جہاں میں پہنچتے ہیں تو سوائے گناہوں کے کچھ ان کے پاس نہیں ہوتا کیونکہ دنیا کی کوئی چیز آخرت میں کام نہیں آتی، سوائے نیک اعمال کے اور وہ اس لحاظ سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے بنائے ہوئے معبودان کو کہیں دکھائی نہیں دیتے یہ نقشہ ہے مشرک لوگوں کا انجام ہوتا ہے۔ تو قرآن انسان کو ہوش دلاتا ہے کہ اللہ کو یاد کرو۔ اس کے سامنے جھکو، اسی سے مانگو اور صرف اسی کی عبادت کرو، کیونکہ اسی میں بندے کی نجات ہے، دنیا کا سکون اور آخرت کا ہمیشہ کا آرام صرف اسی راستہ میں ہے جس کا سبق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت و کردار سے ایسی اچھی مثالیں پیش کیں کہ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام دنیا کے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہو رہی ہے۔ ہر عقل مند شخص مانتا ہے کہ یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کے لیے بھلائیاں ہیں۔ دنیا تو انتہائی مختصر قیام کی جگہ ہے، مگر یہ چھوٹا سا قیام بڑا اہم ہے کیونکہ آخرت میں صرف ان اعمال کا بدلہ ملے گا جو یہاں کیے جائیں گے اس لیے نیک، پرہیز گار اور عقل مند لوگ ہر وقت موت کو یاد رکھتے ہیں تاکہ گناہوں سے بچے رہیں۔

کتب تاریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اصم رحمۃ اللہ علیہ جہاد کے لیے تیار ہوئے اپنی بیوی سے پوچھا کہ ''تمہارے لیے کتنا راشن چھوڑ جاؤں تا کہ میری غیر موجودگی میں تمہیں تکلیف نہ ہو۔ اس نیک بندی نے جواب دیا کہ ''آپ میری زندگی بھر کے لیے راشن کا بندوبست کر دیں''۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ''ارے اللہ کی بندی! تیری زندگی تو میرے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا مجھے کیا علم کہ تو کب تک زندہ رہے گی''؟ بیوی نے جواباً کہا کہ ''اگر میری زندگی آپ کے اختیار میں نہیں تو میری روزی آپ کے اختیار میں کیسے ہے جس کا آپ انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ بس جس مالک الملک کے قبضۂ قدرت میں کسی جاندار کی زندگی اور موت ہے اسی کے ذمہ اس کی رزق رسانی بھی ہے۔ لہٰذا آپ اس بات کی فکر نہ کریں اور اپنے مبارک سفر پر روانہ ہو جائیں۔''

یہ واقعہ توکل کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے مگر عام انسانوں کے لیے توکل کے ساتھ احتیاط کی بھی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ فرمان ہے کہ اگر اونٹ کو کھلا چھوڑو تو اس کی ٹانگ ضرور باندھ دو۔ ذکر الٰہی کی فضیلت اور برکت کے بارے میں حدیث شریف ہے۔

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو ذکر الٰہی سے بڑھ کر اسے اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا ہو''۔ (موطا امام مالک)

آخر میں پوری بحث کو یوں سمیٹتے ہیں کہ کسی بھی نبی نے کبھی غلط تعلیمات ہرگز نہیں دیں۔ البتہ ان کی امتوں نے ان کے بعد ان کی تعلیمات کو بدل دیا اور ان کی دی ہوئی کتابوں کو بھی بالکل بدل دیا جیسا کہ یہودیوں نے مطلب کی باتیں مان لیں اور دوسری باتیں چھوڑ دیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ نشانیاں ان کی کتاب میں دی گئی تھیں سب چھپانے لگے بلکہ لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اور قرآن مجید سے بھی انکار کرنے لگے۔ جب کہ قرآنِ مجید کے بارے میں بھی ان کی کتاب میں بتایا گیا تھا۔ قرآنِ حکیم نور ہدایت کا مجسمہ ہے اس کو ماننے والے اس پر عمل کرنے والے ہی نجات حاصل کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے تو وہ بہت بڑا جھوٹا اور ظالم ہے کیونکہ وحی کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا ہے وہ آخری نبی ہیں۔ آخری نبی اور قرآن سے انکار کرنے کا مطلب اصل میں اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ تو ایسے تمام لوگ سزا کے مستحق ہوں گے۔ آخر میں حشر کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر ہوگا اور سزا و جزا پائے گا۔ اس دن ہر شخص ایسے ہی تنہا ہوگا جیسے دنیا میں آتے ہوئے تنہا ہوتا ہے، اس لیے بار بار تاکید کی گئی ہے کہ آخرت کو یاد رکھو دنیا کے عیش و آرام میں کھو کر اللہ کی عبادت اور آخرت کے دن کے حساب کو ہرگز نہ بھول جاؤ اسی میں نجات ہے۔

قدرت کے کرشمے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ

الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿96﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿97﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿98﴾

بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے یہی تو اللہ ہے تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟﴿95﴾ وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی کو پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو آرام کے لیے بنایا، سورج اور چاند کو حساب کرنے کا ذریعہ بنایا، یہ سب اللہ کے مقرر کیے ہوئے اندازے ہیں، جو غالب اور علم والا ہے۔﴿96﴾ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو علم والوں کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔﴿97﴾ وہی تو ہے جس نے تم کو ایک جان (آدم) سے پیدا کیا، پھر تمہارے لیے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی، سمجھنے والوں کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔﴿98﴾

تشریح: ان آیات کو پڑھ کر کون شخص ایسا ہے جو اللہ کی ذات سے متعارف نہ ہو جائے، یعنی جو اپنے پیدا کرنے والے واحد اللہ کو پہچان نہ سکے۔ انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی نشو و نما اور اس کی زندگی گزارنے کے تمام وسیلے، یعنی رہنے کی جگہ زمین، کھانے پینے کے لیے پھل، پھول اور اناج، وقت کا اندازہ کرنے کے لیے دن اور رات کا نکلنا، آرام کرنے کے لیے رات کا پرسکون خاموش اور انتہائی خواب آور ماحول، پھر دن کا طلوع ہونا کہ جس میں ہر چیز روشن اور ظاہر نظر آنے لگتی ہے۔ چرند پرند اور انسان پیٹ پالنے کے لیے رزق کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ نئے نئے کام کرتا ہے اپنی اور پوری نسلِ انسانی کی سہولت، آرام اور سکون کے لیے طرح طرح کی ایجادات کرتا ہے۔ رات میں اگر کہیں جنگل، صحرا یا دریا و سمندر میں راستہ بھول جاتا ہے تو ستاروں کو دیکھ کر اپنے راستہ کو ٹھیک کر لیتا ہے۔ انسان کی پیدائش سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے کی۔ یہ شروع میں بیان گزر چکا ہے پھر انسان کی پیدائش پانی کی ایک بوند سے کی اسی طرح جاندار پرندے بے جان انڈا دیتے ہیں پھر اس بے جان انڈے سے زندہ جیتا جاگتا پرندہ نکل آتا ہے یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ گٹھلی یا بیج بظاہر بے جان نظر آتے ہیں مگر اللہ کی قدرت کہ اس کے پھول کر پھٹنے اور پھر جڑوں کا ٹہنیوں کا پودا بن کر پھول اور پھل دینے کا حساب کتاب اس دانے کے اندر اللہ رب العزت نے بند کر کے رکھ دیا ہوتا ہے اور پھر اسی حساب اور اندازے کے مطابق وہ دانہ پودا، درخت یا جھاڑی بن جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ مٹر کے دانے سے آلو اُگ آئے یا آم کے درخت پر آڑو لگ جائیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے بہت کافی ہے۔

یہ سب باتیں ایک ان پڑھ، جاہل، مرد بچہ اور عورت سب بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں شرط یہ ہے کہ وہ سمجھنا چاہیں۔ جب یہ سمجھ آجاتی ہے تو پھر ہوش مند، تجربات کرنے والے، عقل مند اور تحقیق کرنے والے انسان ان تمام حقیقتوں کا کھوج لگانا

شروع کر دیتے ہیں جن حقیقتوں کا نام ہے فلسفہ، سائنس، طب، کیمیا، ریاضی، طبیعات، علم الافلاک، (آسمانوں کا علم) علمِ نجوم (ستاروں کا علم) غرض ہر وہ علم جس سے دنیا نے آج اس قدر ترقی کی ہے کہ کائنات کے راز معلوم ہو رہے ہیں، بیماریوں اور ان کے علاج کے ایسے ایسے موثر طریقے ایجاد ہو گئے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ان تمام علوم کی طرف قرآن مجید کی ان آیات میں اور بے شمار مختلف سورتوں میں جگہ جگہ اشارے کیے گئے ہیں جن کو عقلمند اور پڑھے لکھے انسانوں نے بنیاد بنا کر ایجادات کیں۔ یہ حقیقت ہے اور سو فیصد سچ بھی ہے کیونکہ مسلمانوں نے قرآن پڑھا اور یہ تمام حقائق معلوم کیئے، ان پر غور و فکر کیا، نئی نئی ایجادات کیں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ تمام ترقی کا سہرا مسلمان سائنس دانوں، حکماء اور محققین کے سر ہی بندھتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کا انسان اس بات سے بالکل لاعلم ہے اور سب یہی سمجھتے ہیں کہ یہ تمام کارنامے اہل یورپ کے ہیں۔ مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ ہوا یوں کہ یورپ نے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے زوال اور عیسائیوں کے عروج کے وقت مسلمانوں کے انتہائی قیمتی علمی، تحقیقاتی اور تجرباتی ذخائر اپنے قبضہ میں کر لیے پھر ان کے انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور اطالوی زبانوں میں ترجمے کر کے ان کو اپنے موجودہ تمام ترقیاتی کاموں کی بنیاد بنا کر نت نئے نئے کارنامے کیے، حالانکہ ان تمام کارناموں کی بنیاد مسلمانوں نے ہی رکھی تھی۔ مثال کے طور پر علم الافلاک کی بنیاد بنو امیہ کے ایک شہزادے خالد بن یزید نے رکھی تھی۔ اس نے دوسری صدی ہجری کے آخر میں فلک کا ایک کرہ دھات سے تیار کروایا۔

دور بین انور اسحٰق ابراہیم بن جندب نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں ایجاد کی مگر 9 سال بعد گلیلو نے اس کو ترقی دیکر ٹیلی سکوپ بنا کر ایجاد اپنے نام منصوب کر لی۔

فنِ کیمیا کا ماہر جابر بن حیان، تیسری صدی ہجری کے شروع کا ماہر ریاضی دان احمد عبداللہ حبش بغدادی گزرا ہے۔ ماہر مسلمان سائنسدان عبدالمالک اصمعی نے تیسری صدی ہجری کے شروع میں حیوانات اور انسان پر پانچ مفصل بہترین تحقیقاتی کتابیں لکھیں۔ مگر یہ سب کچھ اور اسی طرح کی بے شمار دوسری تحقیقات اور ایجادات مسلمانوں نے کیں جو سب انگریزوں نے اپنے نام کروا رکھی ہیں اور اکثر مسلمان اس بات سے لاعلم ہیں۔

یہ سب کچھ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آخر وہ زوال جو مسلمانوں پر آیا اس سے عبرت حاصل کر کے مسلمان دوبارہ اپنے کلام پاک کو راہنما بنا کر شریعت پر پوری طرح عمل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کیوں نہیں کرتے۔ یہ کام نہ تو کوئی مشکل ہے اور نہ ہی ناممکن۔ ذرا سی محنت، لگن اور توجہ کی ضرورت ہے ورنہ ہمارے بچوں میں دوسری اقوام کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ سمجھ بوجھ اور صلاحیتیں موجود ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مذہب سے دوری، مال سے محبت، لالچ، حسد، بغض اور خود غرضی نے یہ تک بھلا دیا ہے کہ یہ زمین جو ہماری حفاظت کرتی

ہے زندہ ہوں تو زندگی گزارنے کے تمام سامان اسی سے مہیا کیے گئے ہیں، پھر جب ہم مرجاتے ہیں تو بھی یہی زمین ہی ہمیں اپنے اندر جذب کر کے سمیٹ لیتی ہے۔ ماں کی گود کی طرح زمین ہمیں اپنے اندر سمیٹ کر تمام غموں، فکروں اور پریشانیوں سے نجات دلا دیتی ہے۔ اس کی حفاظت کرنا، اس کو صاف ستھرا رکھنا اور اس سے محبت کرنا ہر انسان کا فرض ہے اور پھر یہ بھی ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح زمین کے اوپر ہمیں کچھ عرصہ زندگی گزارنے کی اجازت ہے اسی طرح زمین کے اندر رہنا بھی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ کچھ عرصہ، یعنی موت اور قیامت کے درمیان کا عرصہ جو عالم برزخ کہلاتا ہے وہی زمین کی گود (قبر) میں گزارنے کی اجازت ہے، یعنی وہ ٹھکانا بھی عارضی ہے پھر قیامت کے دن تمام لوگ اسی زمین میں سے اللہ کے حکم سے باہر نکل آئیں گے اپنے اعمال نامے اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہونے کے لیے بھاگے چلے جائیں گے۔ یہ حشر کا میدان ہوگا جہاں رب العالمین ہر شخص کا دنیا میں کیے گئے کاموں کا حساب کتاب لے کر پورے انصاف سے سزا یا جزا، یعنی جنت یا دوزخ کا فیصلہ کرے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے جو سو فیصد سچ ہے۔ یہ ہو کر رہے گا اور ہر مسلمان کو اس کا یقین کرنا ضروری ہے۔ یہ حساب کتاب ہر انسان اور جن کا ضرور ہوگا۔ جب ایک شخص ان باتوں کو سمجھ لیتا ہے تو پھر وہ کس طرح کوئی غلط کام کر سکتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد اسی لیے کامیاب تھے کہ انہوں نے قرآن حکیم کی حکمتوں پر غور و فکر کیا اور دنیا کو زیر کر لیا۔ حکمت خیر کثیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور جسے دی گئی دانائی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی۔'' (سورہ البقرہ آیت: 269)

قرآن مجید حکمت و دانائی اور علم و معرفت کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ آخری کتاب ہے اس میں انسان کو تمام مسائل اور تمام علوم کے بارے میں اتنی وضاحت اور آسان طریقہ سے سکھایا گیا ہے کہ اب اس کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت باقی رہی نہ شریعت کی اور نہ ہی آسمانی کتاب کی۔ یہ رشد و ہدایت کا مجموعہ ہے اور تمام کائنات کے راز اس میں موجود ہیں سمجھنے، غور کرنے اور عمل کرنے والے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ جو اس سے غافل ہوئے ناکام ہوئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھی وہ بالکل خالی ہاتھ ہی ہوں گے۔ لہٰذا اس زندگی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر بلندیوں کا رخ کرنا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم دنیا و آخرت میں سرخ رو نہ ہو سکیں۔ ایمان میں بڑی طاقت ہے۔ اپنی ساری کھوئی ہوئی کامیابیاں ہم دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

نوجوانوں سے میری اپیل ہے کہ قرآن کی روشنی میں ایمان کا جھنڈا لے کر عمل کے میدان میں نکل کھڑے ہوں۔ ان شاء اللہ ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکے گا۔ علامہ اقبال نے ایک کامل انسان کو مردِ مومن کہا ہے اور اس کی تعریف میں فرماتے ہیں:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

پھل اور خوراک سب اللہ نے پیدا کی ہیں

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ
حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ
مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع 12/6/18

اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ (ہم جو بارش برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کا سبزہ اگاتے ہیں، پھر اس میں سے سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں پھر ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں، اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے، انگوروں کے باغ، زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلنے پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر نظر (غور) کرو۔ ان میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ ﴿۹۹﴾

تشریح: اللہ تعالیٰ کی پہچان اس کی تخلیقات سے ہوتی ہے اسی لیے تو حکماء کہتے ہیں کہ علم وعرفان (اللہ کو جاننا) ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آسمان سے مینہ برستا ہے۔ کیسے برستا ہے؟ ہم اکثر دیکھتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے لیکن ایک تحقیق کرنے والا شخص اس کی تہہ تک جاتا ہے۔ بادل کیسے بنتے ہیں؟ کیسے سفر کرتے ہیں؟ بارش کس طرح قطرہ قطرہ زمین پر گرتی ہے؟ یکدم دھڑام سے پانی کیوں نہیں گر پڑتا؟ زمین کو اور انسان کو اس بارش کے کیا کیا فائدے ہوتے ہیں؟ یہ سب بہت سے علوم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ پھر نباتات جس میں ہرا گنے والی چیز آجاتی ہے اس آیت میں نمونے کے طور پر گندم، کھجور، انگور، زیتون اور انار کا ذکر کیا گیا ہے۔ دعوت دی گئی ہے کہ انسان ان تمام چیزوں پر غور وفکر کرے کہ یہ کیسے اگتی ہیں پھلتی پھولتی ہیں اور پھر پک کر تیار ہو جاتی ہیں اور انسان کی غذا بن جاتی ہیں؟ یہ تمام سلسلہ سوچنے سمجھنے کا ہے تاکہ انسان اس سے مزید فائدے اٹھا سکے۔ جیسے جیسے انسان اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور کرتا ہے ویسا ہی وہ اللہ رب العزت کے زیادہ قریب ہوتا جاتا ہے۔ دنیاوی علم انسان کو اللہ کی موجودگی، اس کی حکمت، وحدانیت اور قدرت وحکمت کا سبق دیتا چلا جاتا ہے۔ عرفان الٰہی (اللہ کی پہچان) کے لیے اس کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور وفکر بے حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار علوم کی بنیاد ہمارے مسلمان مفکرین نے ڈالی جو آج ترقی کر کے حیرت انگیز ایجادات کی صورت میں دکھائی دے رہی ہیں اور ان سب علوم کو انگریزوں اور ان کے بھائی بندوں نے اپنے سے منسوب کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کا تو کبھی نام ہی نہیں لیتے۔ بہر حال یہ وقت گزر چکا اب ہمارے نوجوان اپنا وقار اپنی اہمیت ان شاء اللہ ضرور بحال کر کے رہیں گے۔ ہمارے پاس تو بہترین راہنما اصول ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ تو بڑا ہی معقول مذہب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے:

''آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کی بھی تکمیل کر دی اور تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا۔'' (المائدہ آیت: 3)

کائنات سے اللہ کی پہچان کہ وہ اکیلا ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوا لَهُ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهُ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿100﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿101﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿102﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿103﴾

اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا، حالانکہ ان کو اسی (اللہ) نے پیدا کیا ہے۔ بغیر سمجھے بوجھے جھوٹا بہتان لگایا کہ اللہ کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ اللہ ان تمام باتوں سے بالکل پاک ہے۔ اس کی شان ان تمام باتوں سے بلند ہے۔ ﴿100﴾ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ ﴿101﴾ ان تمام صفتوں کا مالک اللہ، تمہارا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگران ہے۔ ﴿102﴾ وہ ایسا ہے کہ آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کو پا سکتا ہے، وہ ہر بھید جاننے والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔ ﴿103﴾

تشریح: پہلے آخرت کا ذکر کر دیا گیا ہے اور اب اللہ رب العزت کے تخلیقات کے کرشمے بیان کیے جا رہے ہیں جو اللہ کے واحد، بلند و برتر، حکیم و علیم ہونے کا ثبوت ہیں۔ پچھلی آیات میں اللہ کے انعامات کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح اللہ اپنی قدرت سے اپنا موجود ہونا ظاہر کرتا ہے مثلاً گٹھلی سے درخت کا بننا، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کا نکلنا۔ سورج، چاند کا نظام، ستاروں سے راستہ معلوم کرنا، سمندر اور زمین کے بے شمار فائدے، انسان کا حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہونا اور پھر انسان کی پرورش کے لیے ہر قسم کی اجناس پھول، پھل کا پیدا کرنا، یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ ایمان لانے والے لوگوں کے لیے بہترین نشانیاں ہیں، جن کو دیکھ کر ہم یہ سوچتے ہیں کہ اس پورے نظام کو چلانے والا ضرور کوئی ہے اور وہ ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ (کفار) سب کچھ دیکھ کر بھی کبھی جنوں کو الٰہ بناتے ہیں اور کبھی کسی اور کو۔ وہ لوگ اتنی سی عقل بھی نہیں رکھتے کہ جنوں کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ پھر اور بے وقوفی کی باتیں کرتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ رب العزت کی بھی انسانوں کی طرح اولاد ہے۔ اولاد تو جب ہو اگر اس کی بیوی ہو۔ اس قسم کے رشتوں سے اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے۔ وہ تو بس اکیلا ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا کوئی رشتہ دار نہیں کیونکہ اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو بڑی شان والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے اتنی بڑی کائنات

بنائی ہے۔ زمین وآسمان اور ہر چیز اس کی بنائی ہوئی ہے۔ وہ اس قدر بلند شان والا ہے کہ انسان کی آنکھ اس کو ہرگز نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ حضرت موسیٰ کو اللہ نے اپنا ذرا سا جلوہ دکھایا تھا جس کو وہ برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جس پہاڑ پر وہ کھڑے تھے اس کے سامنے کا پہاڑ اللہ رب العزت کی ایک معمولی جھلک سے جل گیا تھا۔ اس کا جلوہ انسانی آنکھ برداشت نہیں کر سکتی۔ البتہ قیامت کے دن تمام مومنوں کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔ (صحیح مسلم)

اسی لیے بار بار تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرو۔ اس کو واحد مانو، اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے وہی پالنے والا ہے پھر اسی کے پاس واپس چلے جائیں گے۔ ہماری آسانی کی ہر چیز اس نے پیدا کر رکھی ہے اور وہ اس قدر قدرت والا ہے کہ ہر چیز ہر انسان اور تمام کائنات کا حساب کتاب، بندوبست یہ سب اللہ ہی کرتا ہے اور کوئی یہ سب کچھ کرنے کی قدرت کیسے رکھ سکتا ہے جبکہ انسان کو تو خود اتنا بھی معلوم نہیں کہ کتنے دن وہ یہاں زندہ رہے گا اور کس طرح اس کی زندگی کے سامان ہوں گے؟ جب کہ اللہ نے لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ رکھی ہے۔ ایک دانے کے اندر اس نے اس کے پھولنے پھلنے، بڑھنے اور ختم ہونے کا حساب کتاب رکھ دیا ہوتا ہے۔ بھلا یہ سب کوئی بھی عقل مند سے عقل مند انسان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بندہ تو یہ بھی نہیں جان سکا کہ اس کی موت کب، کہاں اور کیسے ہوگی؟

کامیابی کا راستہ

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿104﴾ وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿105﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿106﴾ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿107﴾

(اے محمد ﷺ! ان سے) کہہ دو کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے ان کو کھلی آنکھوں سے دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا، اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے لیے برا کیا اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ ﴿104﴾ اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ کافر یہ نہ کہیں کہ تم نے یہ باتیں (اہل کتاب) سے سیکھ رکھی ہیں اور اس لیے کہ سمجھدار لوگوں کے لیے واضح کر دیں۔ ﴿105﴾ اور جو حکم تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو۔ اس (اللہ رب العزت) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے دور رہو۔ ﴿106﴾ اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار نہیں بنایا اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔ ﴿107﴾

تشریح: اللہ جل شانہ کی تمام تخلیقات کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے کے بعد اس کے واحد ہونے کا یقین دلا دیا گیا تو اب فرمایا

کہ جولوگ قرآن کو سوچ سمجھ کر پوری توجہ اور عقل وفہم کو کام میں لاتے ہوئے پڑھتے ہیں تو ظاہر ہے ایسے ہی لوگوں کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور وہ بے شمار حکمت کی باتیں قرآن میں سے حاصل کر کے اپنی زندگیاں سنوارتے ہیں اللہ کے نیک بندے ایسے ہی ہوتے ہیں اور جو وہ نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں تو اپنا ہی بھلا کرتے ہیں اور جو آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے پڑھ جاتے ہیں تو وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کیونکہ وہ ایمان کے نور سے محروم رہ کر ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ہم نے انسان کو خود مختار پیدا کیا ہے اس کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے آپ کو بھیجا ہے۔ آپ نے ان کو قرآن و شریعت کی تعلیم اچھی طرح دے دی ہے اب ان کی مرضی ہے سیدھا راستہ اختیار کریں یا غلط راستہ، اس اختیار کی وجہ سے ہی ہم نیک وبد کو پہچاننا چاہتے ہیں ورنہ ہم سب کو ہی اپنی قدرت سے نیک راستہ پر ہی لگا دیتے مگر انسانوں کا امتحان لینا ضروری تھا۔ اب وہ جو بھی کریں آپ ﷺ اس کے ذمہ دار ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم بار بار طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ ﷺ یہودیوں سے سن کر سب کچھ بتا رہے ہیں۔ مزید اللہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب کے احکامات پر پوری طرح عمل کریں اور خود کو ان کے سامنے نمونہ بنائیں، پھر جو الٹے راستہ پر چلیں تو آپ فکر نہ کریں آپ کی ذمہ داری پیغام پہنچانا تھی سو آپ ﷺ نے پیغام الٰہی پہنچا دیا۔

ان آیات میں سمجھدار لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اس کی نشانیوں سے پہچان لیتے ہیں اور پھر اس کی محبت اور ایمان کی روشنی سے اپنے دلوں کو اس قدر روشن کر لیتے ہیں کہ اللہ کے ولی بن جاتے ہیں جو ایسے لوگوں سے دشمنی کریں اللہ ان سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا: کہ میں ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، پھر وہ مجھ سے سوال کرے میں اس کو پورا کرتا ہوں۔

مگر دنیاوی علم اور دینی معرفت میں فرق ہے۔ دینی علم کا تعلق اللہ سے ہے اور دنیاوی علم کا تعلق دنیا سے ہے۔ آسان لفظوں میں ہم اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی بات کی دھن لگ جانا دنیاوی علم ہے۔ مثال کے طور پر نیوٹن کے سر پر سیب گرا تو اس کو اس بات کی دھن لگ گئی کہ سیب میرے سر پر ہی کیوں گرا۔ دائیں، بائیں یا اوپر کیوں نہ چلا گیا۔ عام آدمی کے لیے یہ ایک معمولی بات تھی مگر نیوٹن نے اس کو اپنے ہوش وحواس پر طاری کر لیا اور آخر یہ راز پا لیا کہ زمین میں کشش ہے۔ سیب کا سر پر گرنا کشش ثقل کا ثبوت ہے۔ مگر دینی علم کا تعلق اللہ سے ہے۔ قرآن پاک کی آیات کو جو لوگ سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ ان کے مطالب اور مفہوم پر غور وفکر کرتے ہیں تو وہ معرفت کے درجات حاصل کرتے چلے جاتے ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے واقف ہو کر علم وعرفان کے نشے میں مدہوش ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اسی کا فائدہ ہے اور نجات کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی خود کو پہچانا جا سکتا ہے اور اللہ کو پہچانا جا سکتا ہے اور یہی ہماری زندگیوں کا

مقصد ہے۔اللہ ہمیں دنیاو آخرت کی تمام بھلائیاں عطا کرے۔آمین۔

مبلغ کے لیے ہدایت

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع 13/10/19

اور جن لوگوں کو یہ (مشرک) اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں۔اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (ان کی نظروں میں) اچھے کر دکھائے ہیں۔پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔﴿۱۰۹﴾ اور یہ لوگ اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں۔کہہ دو کہ نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور تمہیں کیا معلوم ہے یہ تو ایسے بد بخت ہیں کہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں۔﴿۱۱۰﴾ اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس قرآن پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے ویسے پھر بھی نہ لائیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔﴿۱۱۱﴾

تشریح: ان آیات میں بہترین اخلاق کا، آپس کی رواداری کا سبق دیا گیا ہے۔سب سے پہلے تو یہ حکم ہوا کہ بردباری، صبر اور سکون سے زندگی گزارو کسی کے مذہب کو یا اس کے معبود کو ہرگز برا نہ کہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جواب میں وہ تمہارے حقیقی معبود کو برا کہے گا یا گالی دے گا۔تو مطلب یہ ہوا کہ خود کو، اپنے ماں باپ کو، اپنے بزرگوں کو اور اپنے معبود رب العالمین کو بے ادبی سے بچاؤ۔ کیونکہ کسی کو ادب سکھانے اور ایمان کی طرف بلانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو تمام اخلاق حمیدہ (بہترین) سے مزین کرو۔بہترین انسان بن کر رہو کہ جو تمہیں دیکھے اچھا انسان بن جانے کی کوشش کرے اور خود بخود نیکی کی راہ اختیار کرے۔بحث مباحثہ، گالی گلوچ ایک اچھے، ایک نیک اور شریف انسان کو زیب نہیں دیتا۔حدیث میں آیا ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ مومن نہ طعنے دینے والا ہوتا ہے نہ لعنتیں کرنے والا، نہ فحش بکنے والا، نہ زبان درازی کرنے والا۔''

اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنا طریقہ پسند ہوتا ہے اور پھر شیطان تو ہر وقت انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے وہ برے راستہ پر چلنے والے کے لیے اس برے راستہ کو بھی اچھا ہی بنا کر دکھاتا ہے اور ایسے لوگ اپنے راستہ کو اچھا ثابت کرنے کے

لیے ہر دلیل پیش کرتے ہیں۔اسی طرح وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ بھی دوسرے نبیوں کی طرح ہمیں ہماری مرضی کے مطابق معجزہ دکھائیں۔معجزہ یہ دکھائیں کہ یہ صفا پہاڑی سونے کی بن جائے اور پھر بڑی بڑی قسمیں کھانے لگے کہ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسی کوئی بات نہیں یہ تو صرف بہانے اور حیلے کر رہے ہیں یہ تو کسی صورت بھی ایمان لانے والے نہیں۔کیونکہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے۔ان کو اپنے عقیدوں اور اپنے طریقوں پر چلنا ہی اچھا لگتا ہے۔سو چلنے دو آخر تو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آئیں گے تب اپنے اعمال کا بدلہ اچھی طرح پالیں گے۔ اصل میں یہ نافرمان لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنس چکے ہیں ان کا ہدایت کی طرف آنا اور ایمان لانا بہت مشکل ہے۔اس لیے اب تو ان کے لیے رب کی طرف سے یہ سزا مقرر ہو چکی ہے کہ جیسا یہ چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی دنیا میں بھٹکتے پھریں۔نہ ان کو ہدایت کا راستہ دکھائی دے گا اور نہ ہی یہ نجات پاسکیں گے۔ان کے دل سخت ہو چکے ہیں اور ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔کفر، شرک اور بداعمالیاں ان کے اپنے ہاتھوں ان کے نصیب بن چکے ہیں۔اگلی آیات بھی اسی مضمون کے متعلق ہیں۔کیونکہ بفضل الٰہی اگلا پارہ شروع ہو رہا ہے، لہٰذا اس کے بارے میں مختصراً بیان کے بعد اس مضمون کو جاری کیا جائے گا۔

وَ لَوْ اَنَّنَا

کفار کی ضد اور بُری عادات

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿111﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿112﴾ وَ لِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿113﴾

اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے بات چیت کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کرتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے لیکن اکثر ان میں جاہل ہیں۔﴿111﴾ اور اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا، وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو اور جو کچھ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ ﴿112﴾ اور (وہ ایسے کام) اس لئے (بھی کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انہیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔﴿113﴾

تشریح: پچھلی آیات میں کفار کی ہٹ دھرمی اور نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے جہاں انہوں نے ایمان لانے کی شرط یہ رکھی کہ صفا کا پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ اللہ رب العزت کفار کی اصلیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے اگر ایمان لانا ہوتا تو لا چکے ہوتے ان کا ایمان لانا ممکن نہیں نہ معجزہ دیکھ کر لائیں گے اور نہ ہی زبردستی کرنے سے ایمان لائیں گے۔ اگر یہ دونوں باتیں ہوتیں تو یہ بہت معجزے دیکھ چکے ہیں اور اگر زبردستی والی بات ہوتی تو ہم سے زیادہ کون زبردست ہے ہم ان سب کو ایمان والے بنا دیتے مگر یہ تو ان کے ارادے اور اختیار کا امتحان ہے کہ کون سیدھی راہ پر چلتا ہے۔ اور اللہ فرماتا ہے کہ یہ اتنے غلط اور خراب لوگ ہیں کہ اگر ہم ان پر فرشتے اتار دیتے یا مردے ان سے باتیں کرنے لگتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہیں، اس لئے اے محمد ﷺ! آپ ان خراب لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کریں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور آپ ان لوگوں کی دشمنی سے پریشان ہرگز نہ ہوا کریں کیونکہ یہ تو شروع ہی سے دستور چلا آیا ہے کہ جو بھی پیغمبر ہدایت کیلئے بھیجا گیا اس کی مخالفت پرزور طریقہ سے کی جاتی رہی ہے۔ آپ تسلی رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں اور یہ لوگ تو ہمیشہ اپنے غلط راستوں پر چلتے رہیں گے بلکہ دوسروں کو بھی چکنی چپڑی باتوں سے بہلا پھسلا کر اپنے غلط راستوں پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ بڑی خوشی اور آسانی سے کفار و مشرکین کی باتوں میں آ کر غلط راستوں پر چلنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے شیطانوں کے دوست شیطان ہی ہو سکتے ہیں۔

شریعت اللہ کی تکمیل، اکثریت کی حیثیت

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿114﴾ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿115﴾ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿116﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿117﴾

کہو کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح آیات والی کتاب بھیجی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات اور انجیل) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے۔ تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا ﴿114﴾ اور آپ کے رب کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا، جانتا ہے ﴿115﴾ اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں گمراہ ہیں، اگر آپ ان کا کہنا مان لوگے تو وہ آپ کو اللہ کا راستہ بھلا دیں گے۔ یہ صرف خیال کے پیچھے چلتے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔ ﴿116﴾ آپ کا رب ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چل رہے ہیں ﴿117﴾

تشریح: پچھلی آیات میں کفار و مشرکین کی فطرت اور بدعملی کا ذکر کیا گیا ہے تو ان آیات میں اللہ رب العزت حضرت محمد ﷺ کو فرما رہے ہیں کہ آپ صاف طور اور دوٹوک الفاظ میں ان لوگوں کو بتا دیں کہ عقل سے کام لو تو کچھ مشکل نہیں کیونکہ اللہ سے بڑا اور کون گواہ ہوسکتا ہے جس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حکمت اور ہدایت سے بھری ہوئی کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی اور اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور پھر اس کتاب کے بارے میں اہل کتاب کو تورات اور انجیل میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ ان نشانیوں کے ساتھ آئیں گے جو سب نشانیاں ان میں موجود ہیں اور آخری کتاب قرآن پاک کی تصدیق بھی پوری طرح ہو چکی ہے، پھر کیا مشکل ہے کہ ادھر ادھر بھٹکتے پھریں۔

اور پھر سچائی، عدل وانصاف اور حکمت وراست بازی پر مبنی اصول اس انداز سے بتا دیئے گئے ہیں کہ اب اور کسی بات کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اللہ رب العزت سب کچھ جانتا ہے اور ہر بات سنتا ہے اس نے کلام مجید کی حفاظت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہر مسلمان پر فرض کر دیا گیا ہے کہ اس کے احکامات پر نہ صرف خود عمل کرے بلکہ دنیا کے ہر شخص کو عمل کرنے کی تلقین کرے کیونکہ جتنے بھی پیغمبر آئے جو شریعت لائے وہ کسی خاص قوم، علاقہ اور وقت کے لئے آئے، جیسے ہی وہ دنیا سے رخصت ہوئے ان کی قوم نے تمام احکامات میں تحریف کر دی اور نئی نئی راہیں اختیار کر لیں جیسا کہ تورات، انجیل اور زبور کا حال ہوا مگر نبی کریم ﷺ

اوران پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک پوری دنیا کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن کر آئی ہے، اس میں کوئی بات، کوئی اصول، کوئی عمل ایسا نہیں کہ جو انسان کی فطرت کے خلاف ہو یا جس پر عمل کرنے سے انسان کو مشکل پڑے یا کوئی نقصان ہو۔

یوں تو باقی سب آسمانی کتابوں میں بھی نیکی کی ہدایات ہی کی گئی ہیں مگر وہ ایک وقت تک کے لیے تھیں اور ویسے بھی لوگوں نے ان میں تحریف کر دی، قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے اس کی وجہ سے عربی ادب اور عربی زبان کی بھی حفاظت ہوگئی، ورنہ زبان میں تبدیلی آتی رہتی ہے مگر عربی زبان میں تبدیلی نہ آئی اور نہ آئندہ آئے گی۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ ایک ایسی ہستی نے لیا ہے جو قادر مطلق، علیم و خبیر ہے، نہ سوتا ہے، نہ تھکتا ہے اور نہ ہی کسی بات سے وہ غافل ہے۔ پوری کائنات اور اس کی ہر چیز اور ہر بشر، ہر وقت اس کی نظر میں ہے۔ جو بھی انسان شیطان صفت لوگوں کے بہکاوے میں آکر غلط راستہ اپنالے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اس لئے بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ اللہ کی نظر سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ سیدھا راستہ اختیار کرو دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی نفس کے دھوکہ میں آکر غلط راستہ اختیار نہ کرو۔

قرآن مجید میں نے بتایا ہے کہ اس دنیا میں اکثریت گمراہ لوگوں کی ہے۔ اگر تاریخ کو دیکھیں یا اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو اس فرمان کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کو دیکھیں تو بظاہر علم میں بڑی ترقی کر چکے ہیں بڑی بڑی ایجادات ان کی شان و شوکت کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ ترقی اگر صرف سائنسی ترقی ہوتی تو قابل قبول تھا مگر یہاں انسانیت کو بری طرح کچلا جا رہا ہے۔ انسان کی اخلاقی حیثیت جانوروں کی روش میں تبدیل ہو چکی ہے۔ میاں بیوی کی حیثیت تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ جانوروں کی طرح انسان کی نسل وجود میں آرہی ہے۔ پیسے کی حرص نے ان کو انتہائی پست کردار بنا دیا ہے۔ خاندانی سسٹم تقریباً ختم ہو چکا ہے، جبکہ خاندانی اقدار و اصول انسان کو بے راہ روی، بے سکونی اور بدکرداری سے محفوظ و مامون رکھتے ہیں۔ انسان کی حیثیت صرف مشین کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لینا چاہتے ہیں۔ مادی ترقی کے اس پہلو پر اگر غور کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ آدمیت، انسانیت، ان قوموں میں ختم ہو چکی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سائنسی اور علمی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی ترقی میں بلند رتبہ حاصل کر کے انسان واقعی خلیفۃ اللہ بن جاتا۔ مگر ان قوموں نے انسان کی اخلاقی اقدار کو بالکل روند ڈالا ہے۔ ایسی ہی قوموں اور ایسے ہی لوگوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ ان بگڑے ہوئے ترقی یافتہ لوگوں کی تعریف علامہ اقبال ان الفاظ میں کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک کی سحر کر نہ سکا

مومنوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑو، ایمان کو مضبوط رکھو، اللہ کا راستہ اختیار کرو، رسول کی شریعت پر چلو، علم و عرفان حاصل کرو تو پھر ترقی، کامیابی، سکون اور نجات تمہارے لئے ہے۔ تمہاری ان خوبیوں

میں اتنی طاقت ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تاریخ گواہ ہے جب مسلمان سچے مسلمان تھے تو انہوں نے کفرو بے سکونی، ظلم واستبداد کو کس طرح ملیامیٹ کر دیا اور اس وقت کی بڑی بڑی سلطنتوں کو اپنے زیر کر کے تمام مخلوق کو امن وسکون عطا کیا۔ دنیاوی علوم میں اتنی ترقی کی کہ آج کی ہر ایجاد کی بنیاد مسلمانوں کی رکھی ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ ایمان ہی کی برکت سے ہوا۔ مگر جیسے جیسے مسلمان کا ایمان کمزور ہوتا گیا، قرآن وسنت سے دور ہوتا گیا مسلمان کی ترقی تنزل کی طرف بڑھنے لگی۔ اور یوں مسلمانوں نے نورِ ایمانی سے دوری اختیار کر کے خود کو ذلیل وخوار کر لیا۔ اللہ رب العزت ہماری اس خطا کو معاف کر دے اور ہمیں نورِ ایمانی سے منور کر کے ان لوگوں کی پیروی سے بچا لے۔ ہمیں سچے پکے اور بہترین مسلمان بنا دے تاکہ ہم اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کر سکیں، بدی کو مٹا سکیں اور پوری دنیا کو اپنے حسن کردار حسن اخلاق اور اللہ کے نور، دین اسلام کی روشنی سے منور کر سکیں۔ اللہ ہماری مدد کرے اور ہم اس طرح فطری، مدلل اور مکمل دین کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا سکیں۔ اس ذلیل وخوار ہوتی انسانیت کو اور ڈگمگاتی معیشت کو اور بھٹکتی پھرتی روحوں کو اللہ کے دیئے ہوئے اصولوں سے دوبارہ سہارا دے کر بلندیوں، کامیابیوں، ترقیوں اور سکون کی طرف لے جا سکیں۔ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ اگر میری طرف سے تمہیں ایک آیت (اور قرآن وسنت کا ایک لفظ) بھی معلوم ہے تو اس کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی پوری کوشش کرو۔ (صحیح بخاری)

اور پھر زندگی کا کونسا ایسا رخ ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین اصول نہیں بتا دیئے جیسا کہ شراب اور جوا کی حرمت اور ان کے بارے میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ شراب جسمانی صحت کو خراب کرتی ہے جبکہ جوا روحانی صحت کو تباہ کر دیتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز ہمارے سامنے کھول کر رکھ دی ہے اور کہا کہ غور کرو اور نئی نئی چیزیں دریافت کرو۔ کام کاج سے منع نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ محنت اور دیانتداری سے روزی کماؤ مگر ہر وقت حدود اللہ، اخلاقی پابندیوں اور سنت رسول کا خیال رکھو۔ اللہ رب العزت نے ایک مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ”وہ لوگ جنہیں خرید وفروخت اور تجارت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔“ (النور آیت: 37)

بھلا ہم بہترین لیڈر اور بہترین عوام کیوں پیدا نہیں کر سکتے۔ ہر شخص، عورت مرد، بوڑھا بچہ اور جوان جس شعبہ میں بھی کام کر رہا ہو اللہ کی حدود اور اللہ کے اصول زندگی کا لائحہ عمل بنا لے ایک ذرہ برابر بھی ان سے انحراف نہ ہو تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ آمین۔

جانور کو حلال کرنے کی شرط، گمراہوں کی پیروی کا رد

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴿118﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿119﴾ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ
الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿120﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَ اِنَّ
الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿121﴾ ع 14/11

تو جس چیز پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اسے کھا لیا کرو۔﴿118﴾ اور کیا سبب ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے تم اسے نہ کھاؤ، حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرادی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں۔ (بیشک ان کو نہیں کھانا چاہیے) مگر اس صورت میں کہ انتہائی مجبوری کی حالت ہو جائے۔ اور بہت سے لوگ بغیر سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں بیشک تیرا رب حد سے بڑھ جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔﴿119﴾ ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کا گناہ چھوڑ دو۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔﴿120﴾ اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ وہ (اس کا کھانا) گناہ ہے اور شیطان لوگ اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بیشک تم بھی مشرک ہو گے۔﴿121﴾

تشریح: حلال حرام کے بارے میں بڑی تفصیل سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کفار کے جواب میں پھر اس مسئلہ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کفار نے اعتراض کیا کہ لو دیکھو اللہ کے مارے ہوئے کو تو نہیں کھاتے جس کو خود ماریں اسے کھا لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس جانور کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے وہ حلال ہے، لیکن جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام لیکر ذبح کیا جائے وہ مسلمان کو کھانا منع ہے۔ ہاں! اگر جان کو خطرہ ہو، یعنی انتہائی مجبوری پیش آ جائے تو پھر کھا سکتے ہیں اور یہ مجبوری اللہ خوب جانتا ہے۔ کبھی بھی اللہ سے چھپا کر یا ظاہر طور پر گناہ نہ کرو۔ خیال رکھو یہ کفار تمہیں بدراہ کرنے کے لئے ہر وقت کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خبردار ان کے فریب میں آ کر کبھی گناہ نہ کر بیٹھنا۔ کیونکہ گناہ گار ضرور سزا پائے گا۔ ان سے بچ کر رہنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار کو، خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور ایسی چیز کو جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ لیکن جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو (اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے) بشرطیکہ وہ نافرمان نہ ہو اور ضرورت کی حد سے نکل جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔" (البقرہ آیت: 173)

قرآن میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو انسان کے فائدہ میں نہ ہو۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طبی لحاظ سے بھی مردار، خون اور خنزیر کا گوشت انسانی صحت کو برباد کرتا ہے، جبکہ ذبح کرنے سے خون گوشت میں سے خوب اچھی طرح نچڑ جاتا ہے اور یوں گوشت خوش ذائقہ اور صحت کے لئے مفید ہو جاتا ہے اور ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینے سے ایمان مضبوط ہوتا ہے، برکت کا باعث ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات کہ حکم الٰہی کی تابعداری ہوتی ہے، اس لیے اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ورنہ مسلمان اور مشرک میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ ہر وقت شیطان اور شیطان فطرت لوگوں سے ہوشیار رہنا

چاہیے۔ کیونکہ اللہ تو ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور سزا و جزا ضرور بندے کو ملے گی، لہٰذا ہر وقت شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

ایماندار اور کافر کی مثال

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسکو زندہ کیا اور اس کیلئے روشنی کردی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے؟ اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ انہیں اچھے اور خوبصورت بنا دیے گئے ہیں۔ (۱۲۲)

تشریح: اس آیت میں روشنی اور اندھیرے کا ذکر ہے اور مردہ و زندہ کا ذکر ہے۔ روشنی اور زندگی کو ایمان، علم اور رضائے الٰہی کہا گیا ہے جبکہ اندھیرے اور مردہ کو کفر و شرک، بے دینی اور لاعلمی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو کفر کے اندھیرے میں بھٹک رہے تھے ہم نے ان کو نور ہدایت عطا کیا، یعنی ان کو ایمان کی روشنی عطا کی اور اب وہ اس روشنی سے نہ صرف خود برائیوں سے بچ رہے ہیں بلکہ ان کی روشنی سے بہت سے اور لوگ بھی فائدہ اٹھا کر سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ وہ بھی ایمان کی روشنی میں گناہ اور ثواب کا فرق دیکھ سکتے ہیں۔ مگر کفر کے اندھیرے میں رہنے والا انسان گمراہی کو پسند کرتا ہے اسے برائی ہی اچھی لگتی ہے۔ روشنی اس کو اچھی نہیں لگتی اندھیرے کا وہ اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ وہ ہر برا کام خوشی اور آسانی سے کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کی انہی راہوں کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے اور اسے ڈھیل دیتا ہے اور یوں وہ اپنا تمام وقت تاریکی میں رہ کر برباد کر دیتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی تو عمل کرنے کا میدان ہے۔ جس نے ایمان کی روشنی حاصل کر لی اور نیک راہوں پر چلنے لگا اس نے جنت کا سامان کر لیا مگر جو کفر کے اندھیرے میں گم ہو کر بدی کی راہوں پر چلتا رہا اس نے آخرت میں جہنم کا سامان کر لیا۔ ہر وقت اللہ کے فضل کی ہی دعا کرنی چاہیے تاکہ وہ فضل کے راستے کھول دے اور نہ حال یہ ہوگا جیسا کہ اگلی آیات میں بیان کیا گیا ہے

کفار کے مکر، رسالت کی تعریف اور انشراح صدر

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ

فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿125﴾

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں۔ان کا نقصان انہی کو ہے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔﴿123﴾ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جس طرح (کی رسالت) اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک اس طرح (کی رسالت) ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے۔لوگ جرم کرتے ہیں ان کو اللہ کے پاس جلد ہی ذلت اور شدید عذاب ہوگا اس لیے کہ مکاریاں کرتے تھے۔﴿124﴾ تو جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔اس طرح اللہ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔﴿125﴾

تشریح: جو لوگ دنیا میں کھو جاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ خود ہی غلط راستوں پر چلتے ہیں بلکہ اپنے رعب داب اور مال و دولت کے زور پر دوسروں کو بھی گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس طرح کے لوگ ہرگز یہ نہیں سوچتے کہ یہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں خود اپنے لیے ہی وبال اکٹھا کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار تو دیا ہے مگر ہدایت کے لیے پیغمبران کے پاس بھیجے جاتے ہیں تو وہ بجائے ہدایت پر غور کرنے کے الٹا حجت بازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو کچھ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے جب تک خود ہمیں رسالت نہ دی جائے۔ یہ نا سمجھ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ رسالت کے لیے تو اللہ رب العزت صرف انہی لوگوں کو چنتا ہے جو انسانوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ، نیک اور متقی ہوں نیز یہ نبوت و رسالت کوئی کسبی چیز نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے وہبی ہے اور یہ نورِ ہدایت بچپن سے انکے دل و دماغ میں موجود ہوتا ہے، رسالت کا مرتبہ اتنا بڑا اور مشکل ترین رتبہ ہے کہ جس کو نبھانا اور اس پر قائم رہنا کوئی معمولی بات نہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ پیغمبروں کی زندگیاں کس قدر آزمائشوں، سختیوں اور تگ و دو سے بھری ہوئی تھیں، خود نبی کریم ﷺ پر کس قدر ظلم و ستم ان کی قوم نے ان پر ڈھائے یہاں تک کہ وہ اپنا پیارا شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔تو یہ بُری ذہنیت کے لوگ پیغمبری کا درجہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کہ ان کے دل و دماغ تو گناہ اور مکاریوں سے بھرے ہوئے ہیں۔تو جو لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنس چکے ہیں اور وہاں سے نکلنا بھی نہیں چاہتے تو پھر اللہ ان کو عذاب کے طور پر اور بھی زیادہ دھکیل دیتا ہے سینہ کھول دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے اور سینہ تنگ ہونے سے مراد وہ ایمان کے نور سے خالی اور کفر کی ظلمت سے بھرا ہوا تنگ ہو جاتا ہے یہ تو دنیا کا عذاب ہے کہ نورِ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں آخرت میں اس سے بھی زبردست عذاب ان کو ملے گا۔ جو لوگ ہدایت ملنے پر بھی ہدایت کی راہ اختیار نہ کریں ان کو اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیا کرتا۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے وضاحت کی ہے، فرماتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

سلامتی کی راہ

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿126﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿127﴾

یہی آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے جو لوگ نصیحت حاصل کرنے والے ہیں، ہم نے ان کے لیے نشانیاں واضح کر کے بیان کر دی ہیں۔﴿126﴾ ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں اللہ کے گھر سلامتی کا ٹھکانا ہے اور وہی ان کا مددگار ہے۔﴿127﴾

تشریح: ان دو آیات میں نیک لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اے رسول ﷺ! جو کچھ آپ انہیں سکھا رہے ہیں یہی آپ کے رب کی مقرر کی ہوئی سیدھی راہ ہے۔ جو لوگ اس راہ پر چلیں گے وہ ایسی منزل پر پہنچ جائیں گے جہاں ان کے لیے سکون اور آرام کا بندوبست ہوگا۔ جنہوں نے دنیا کے غلط عیش و آرام کو ٹھکرا کر صرف اپنے رب کی فرمانبرداری کی ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کو مرنے کے بعد آخرت میں جنت کی تمام نعمتیں ملیں گی اور اللہ رب العزت ان کا بہترین مددگار ہوگا۔

میدان حشر میں حاضری

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿128﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿129﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿130﴾

اور جس دن وہ سب جن و انس کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ اے گروہِ جنات تم نے انسانوں سے بہت فائدے حاصل کئے تو جو انسانوں میں ان کے خیر خواہ ہوں گے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور آخر اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ اللہ فرمائے گا اب تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں جلتے رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔ بیشک آپ کا رب دانا اور خبردار ہے۔﴿128﴾ اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملا دیں گے۔﴿129﴾ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے جو میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ اے رب العزت! ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، ان

لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور اب خود ہی اپنے لیے گواہی دی کہ وہ کفر کرتے تھے۔(130)

تشریح: ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ قیامت کا دن آئے گا۔ اللہ کے سامنے اکٹھے کیے جائیں گے اور اعمال کا حساب کتاب ضرور ہو گا۔ اور اللہ جن و انس سے حساب ضرور کرے گا، جس کی وضاحت ان آیات میں بیان ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ بے انصافی نہیں کرتا

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ(131) وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ(132)

(اے محمد ﷺ! یہ جو پیغمبر آتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں) یہ اس لیے کہ آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں رہنے والوں کو کچھ بھی خبر نہ ہو(131) اور سب لوگوں کے اعمال کے مطابق درجات مقرر ہیں اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں آپ کا رب ان سے بے خبر نہیں۔(132)

تشریح: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اس نے اپنی توحید کا پرچار کرنے کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا پھر بھی جو برے کاموں سے باز نہ آئے ان پر دنیا میں عذاب آئے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط کی قوم یہ سب عبرت دلانے کے لیے کافی ہیں اور پھر اللہ کا انصاف اس قدر ٹھیک ہے کہ ہر شخص کو قیامت کے دن اپنے اعمال کے مطابق درجات ملیں گے۔ کسی کو جنت کا نچلا درجہ، کسی کو درمیانہ اور کسی کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی، اسی طرح دوزخ میں بھی درجات ہیں اور عذابوں کے بھی درجات ہیں۔ یہ سب بالکل سچ اور اٹل ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اس وقت جس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا۔ لو دیکھو میرا نامہ اعمال پڑھ لو۔ میرا تو یہ عقیدہ تھا کہ مجھے میرا حساب ضرور ملے گا۔ تو وہ شخص اپنی مرضی کے عیش میں ہوگا۔ اونچے درجہ کی جنت میں جس میں پھلوں کے گچھے جھکے پڑے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ یہ صلہ ہے ان اعمال کا جو تم گزرے ہوئے دنوں میں کر چکے ہو۔'' (سورۃ الحاقہ آیات: 19 تا 24)

اللہ کی بے نیازی اور ظالموں کا انجام

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ(133) ؕ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ(134) قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿135﴾

اور آپ کا رب بے پروا اور رحمتوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہاری جگہ جن کو مرضی ہو لے آئے جیسا کہ تمہیں بھی اوروں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔﴿133﴾ کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ (قیامت) آنے ہی والا ہے اور تم اللہ پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتے۔﴿134﴾ کہہ دو کہ لوگو تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ میں اپنی جگہ عمل کیے جاتا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا بہتر ہے، کوئی شک نہیں کہ ظالم نجات پانے والے نہیں۔﴿135﴾

تشریح: ان آیات میں رب العالمین کی طاقت اور قدرت کا ذکر ہے اور پھر اس کے نظم و نسق کا بھی ذکر ہے۔ وہ تو انسانوں کے کسی بھی عمل سے بے نیاز ہے اس کو نہ ہمارے نیک اعمال سے کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ برے اعمال سے کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ یہ سب تو خود انسان اپنی بھلائی یا نقصان کے لیے کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے ایک قوم آتی ہے ختم ہو جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری قوم پیدا کر دی جاتی ہے۔ جس قوم نے نیک راہیں اختیار کیں دنیا میں ترقی حاصل کر لی اور جس نے نافرمانی، بدکرداری کی اور حد سے بڑھ گئی تو اس کو سزا کے طور پر اللہ نے نیست و نابود کر دیا۔ اسی طرح تم سے جو عدہ کیا گیا ہے سزا و جزا کا وہ جلد ہی پورا ہو جائے گا پھر نہ تو تم اس سے بچ سکو گے اور نہ چھپ سکو گے۔ دنیا اور آخرت میں عذاب یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے ان سے صاف صاف کہہ دو کہ میرا فرض تھا احکام الٰہی تمہیں پہنچانا وہ میں پہنچا رہا ہوں اور تمہارا کام ہے ان پر عمل کرنا سوچا ہو تو کرو نہ چاہو تو نہ کرو۔ بدلہ تمہارے اعمال کا تمہیں ضرور مل جائے گا دنیا میں ذلت کی صورت میں اور آخرت میں جہنم کی صورت میں۔

اللہ کے ساتھ بے ادبی

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿136﴾

اور یہ لوگ اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں، یعنی کھیتی اور مویشی میں اللہ کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔ پھر اپنے ہی خیال سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کا ہے تو جو حصہ ان کے شریکوں کے لیے ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں جا سکتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے۔ یہ کیسا برا انصاف ہے۔﴿136﴾

تشریح: اس آیت میں کفار کی اس بے ادبی کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ خیرات کے وقت کرتے تھے۔ ان کی خیرات اللہ کو نہ پہنچتی تھی نہ اللہ کو اس کی ضرورت تھی یہ تو صرف شکرانہ ادا کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ وہ اس میں بھی اپنی بدخصلت کا اظہار کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ بات یہ تھی کہ عرب لوگ اپنے مال مویشی میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام کا نکال دیتے کچھ اپنے بتوں کے نام کا نکال دیتے

حالانکہ جو بھی ان کو ملتا تھا سب اللہ کی رحمت اور عنایت سے ملتا تھا مگر چونکہ وہ مشرک تھے اس لیے سوچتے تھے کہ بتوں کی عبادت کریں کیونکہ وہی ان کا اچھا برا کرنے والے ہیں۔ بے وقوف لوگ جو اللہ کے لیے نکالتے وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے اور جو بتوں کے لیے نکالتے وہ بت خانوں اور بتوں کی سجاوٹ بناوٹ کے لیے خرچ کرتے۔ پھر یہ ایک اور خباثت کرتے کہ اگر کوئی اچھی چیز اللہ والے حصہ میں چلی جاتی تو اس کو نکال کر بتوں کے حصہ میں ڈال دیتے اور کبھی ایسے کرتے کہ اللہ والے حصہ میں سے نکال کر بتوں کے حصہ کو بڑھا دیتے یہ کہتے ہوئے کہ اللہ تو بے نیاز ہے اس کو تو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اللہ تو واقعی بے نیاز ہے وہ جانتے بھی تھے پھر بھی اس کو چھوڑ کر بتوں سے مدد مانگتے تھے۔ اور پھر یہ اپنے مال مویشی کی تقسیم سے اپنی اس حماقت کا اور بھی کھل کر اظہار کرتے تھے کہ وہ بتوں کی زیادہ عزت واحترام اور قدر کرتے ہیں۔ بنسبت اللہ کے۔ اور یہ خیال اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا نہ سنوار سکتا تھا، مگر ان کے اس خیال نے ان کے لیے ان کے اعمال میں سزا کا اضافہ ضرور کر دیا۔ یقیناً جو بے ادبی انہوں نے اللہ کے ساتھ کی اس کی سزا تو ان کو ضرور مل کر رہے گی۔ آیت میں لفظ شرکاء استعمال ہوا ہے جو صرف بتوں کو شامل نہیں بلکہ کوئی بھی شریک جو اللہ کے لیے مقرر کر دیا جائے وہ اس میں شامل ہوگا۔

ایک اور بڑی حماقت

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿137﴾

اسی طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے شریکوں نے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا تاکہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور انکے دین کو ان پر، خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو چھوڑ دو وہ جانیں اور ان کا جھوٹ ﴿137﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیت میں کفار کے صدقہ خیرات کرنے کے غلط طریقہ کا ذکر کیا گیا ہے اس آیت میں ان کی ایک اور بے معنی اور فضول عادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ شیطان کے شاگرد تھے جو شیطان انکو کہتا وہ کرتے اپنی عقل سے تو وہ بالکل کام ہی نہ لیتے تھے جیسا کہ ان کے اس عقیدہ سے پتہ چلتا ہے کہ بے جان بتوں کی پوجا کرتے، کوئی درخت کو، کوئی آگ کو، کوئی سورج، چاند، ستاروں کو پوجتا تھا۔ ان کے آگے سر جھکاتے ان کی عبادت کرتے اور ان سے منتیں مانگتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے یہ بھی اصول بنا رکھے تھے کہ بعض اوقات جانور بتوں کے نام پر قربان کرتے، کبھی جانور کھلا چھوڑ دیتے کہ یہ بت کے نام آزاد ہے اس پر نہ کوئی سواری کرے نہ اس سے کسی قسم کی خدمت لے اور پھر بعض اوقات تو اپنے بچوں تک کو بتوں کے لیے ذبح کر دیتے، یہ انتہا تھی ان کی بے وقوفی کی، پھر بڑی بیوقوفی یہ کرتے، کہتے کہ "یہ سب کچھ تو ہمیں اللہ نے کہا ہے۔ ہم تو اللہ کے حکم سے یہ کرتے ہیں۔"

حالانکہ اللہ کے دیے ہوئے احکامات کو نہ وہ سنتے نہ مانتے تھے عمل کیسے کر سکتے تھے۔ ایک غلط کام کرتے، پھر اس کو اللہ

سے منسوب کرتے، یعنی باری تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگاتے تھے۔ اللہ کے نام سے ذبح کرنا ان کے خیال میں گناہ تھا۔ ان کی یہ تمام غلط رسمیں خود اپنی بنائی ہوئی تھیں جو شیطان کی ہدایات پر انہوں نے بنا رکھی تھیں۔ ان تمام غلط کاموں کا بدلہ ان کو یقیناً بھگتنا پڑے گا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے اور وعدہ بھی ہے کہ کفار کو ان کے جھوٹ، بدعات اور غلط کاموں کا انجام ضرور دیکھنا پڑے گا ان کو بتایا گیا کہ یہ سب غلط ہے وہ نہ مانے تو پھر بھلا سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ان کو ضرور سزا ملے گی۔

مشرکوں کی غلط رسمیں

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿138﴾ وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿139﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿140﴾ ع 16 11 3

اور اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چار پائے اور کھیتی منع ہے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں کوئی دوسرا نہ کھائے اور بعض جانوروں کی سواری منع کر دی گئی اور بعض کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیتے یہ سب اللہ پر جھوٹا الزام ہے۔ وہ عنقریب ان کو ان کے جھوٹ کا بدلہ ضرور دے گا ﴿138﴾ اور یہ بھی کہتے کہ جو بچہ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لیے ہے۔ اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو پھر مرد عورتیں سب کھا سکیں گے۔ عنقریب اللہ ان کو ان کے عقیدوں کی سزا دے گا۔ بیشک وہ حکمت والا خبردار ہے۔ ﴿139﴾ جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی، بے سمجھی سے قتل کیا اور اللہ پر بہتان لگا کر اس کی دی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا انہوں نے نقصان اٹھایا۔ بے شک وہ گمراہ ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہیں۔ ﴿140﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں ان کی بے ہودہ رسموں کا ذکر کیا گیا ہے ان آیات میں ان کو دہرایا گیا ہے۔ ایک بہت بری رسم جاہل عربوں میں یہ بھی تھی کہ اگر ان کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کر دیتے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ جب اس کی شادی ہوگی کسی کی بیوی بن جائے گی تو ہماری عزت اور غیرت ختم ہو جائے گی اور کبھی غربت کے ڈر سے مار دیتے کہ اس کو کیسے پالیں گے۔ یہ گناہِ عظیم وہ کرتے اور اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کو خود ہی حرام ٹھہراتے اور حرام کو حلال بنا دیتے اور پھر کہتے کہ یہ سب کچھ ہم اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ ایک تو گناہ کرتے اور پھر اللہ پر جھوٹا بہتان بھی لگاتے۔ کیونکہ اللہ نے تو ہر اس چیز کو حلال کہا جو انسان کی صحت کے لیے مفید ہو اور ہر اس چیز کو حرام ٹھہرایا جو انسان کی جسمانی اور روحانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور پھر اسی طرح لڑکیوں کی پیدائش پر ناخوش ہونا کافروں کی عادت قرار دیا، ان کی پرورش کو عبادت و ثواب کا درجہ دیا اور یہ عمل باعث جنت قرار

دیا۔ اللہ کے دیے ہوئے احکامات تو اتنے فائدہ مند اور مفید ہیں کہ ہر حکم بندے کے لیے رحمتوں، برکتوں اور خوشیوں کا پیغام دیتا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ ایسے بیہودہ احکامات کیسے دے سکتا ہے جو کسی عام بندے کو بھی دکھائی دیں کہ سراسر نقصان دہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ شیطانی کام کرتے ہیں۔ یہ بُرے رسم و رواج خود ہی بنا رکھے ہیں اور ان پر سختی سے پابند ہیں ایسے بگڑے ہوئے لوگ کبھی نیکی اور ہدایت کی طرف نہیں آسکتے۔ ان کو اپنی گمراہیوں کی سزا ضرور ملے گی۔ اللہ کو تو سب کچھ معلوم ہے اور وہ بڑا حکمت والا ہے۔

اللہ کی نعمتیں اور آٹھ مویشیوں کی حلت کا بیان

وَ هُوَ الَّذِيۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّ النَّخۡلَ وَ الزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ اٰتُوۡا حَقَّهٗ يَوۡمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾ وَ مِنَ الۡاَنۡعَامِ حَمُوۡلَةً وَّ فَرۡشًا ؕ كُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاۡنِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡمَعۡزِ اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ نَبِّـُٔوۡنِيۡ بِعِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَيۡنِ وَ مِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِي الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾ ع 17/4/4

اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور زمین پر پھیلے ہوئے بھی اور کھجور اور کھیتی جن سے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں۔ (نیز) زیتون اور انار (بھی) پیدا کیے جو بعض لحاظ سے آپس میں ملتے جلتے ہیں اور بعض لحاظ سے نہیں ملتے۔ جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جس دن پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو اللہ کا حق اس میں سے ادا کرو۔ بے جا نہ اڑانا کہ فضول خرچ لوگوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا ﴿۱۴۱﴾ اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے، یعنی بڑے بڑے بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے بھی۔ پس اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے راستے پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ﴿۱۴۲﴾ یہ بڑے چھوٹے چارپائے آٹھ قسم کے ہیں۔ دو دو بھیڑوں میں سے اور دو دو بکریوں میں سے یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ (اے پیغمبر!) ان سے پوچھو کہ اللہ نے دونوں کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں کی ماداؤں کو یا جو بچہ ماداؤں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو۔ اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ ﴿۱۴۳﴾ اور دو دو اونٹوں میں سے اور دو دو گایوں میں سے ان کے بارے میں بھی ان سے پوچھو کہ اللہ نے دونوں کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں کی ماداؤں کو یا اس بچے کو جو ماداؤں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو؟ بھلا جس وقت اللہ

نے تم کو حکم دیا تھا اس وقت تم موجود تھے؟ تو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے اور گمراہی کے خیال سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(۱۴۴)

تشریح: ان آیات میں رب تعالیٰ کی کچھ نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، کچھ حکمتیں بتائی گئی ہیں، مثلاً پھلوں اور باغات کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ اکثر پھلوں کی خاصیتیں اور مٹی کے کمالات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ایک ہی جیسی زمین، ہوا اور پانی مل کر انسان کے لیے اللہ کے حکم سے کیسی کیسی مختلف تاثیر اور مزہ کی چیزیں پیدا کرتے ہیں، مثلاً کچھ بیلیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو بلندی پر چھا جانے کا موقعہ نہ ملے تو اس میں پھل نہیں آتا اگر آ جائے تو پھل تیار ہونے سے پہلے ضائع ہو جاتا ہے۔ مثلاً انگور کی بیل کو اگر ٹھیک جگہ ٹھکانا نہ ملے تو پھل نہیں آتا، اسی طرح کچھ بیلوں کی فطرت زمین پر پھیل کر پھل دینے کی ہے مثلاً خربوزہ، تربوز وغیرہ اسی طرح کچھ تناور درخت پھل دیتے ہیں، مثلاً انار، زیتون وغیرہ پھر ان کے بارے میں مزید بتایا گیا ہے کہ یہ پھل اپنی قسم میں کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ کچھ رنگ ذائقہ میں ایک جیسے ہوتے ہیں کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ پھر حکم دیا کہ جب یہ پھل اور فصل تیار ہو جائے۔ تم پھل اتارو اور فصل کاٹو تو اللہ کے نام کا کچھ حصہ غریبوں میں بانٹو۔ یہاں مسلمانوں کو معاشی اصول اور اسلامی طریقہ کا سبق دیا گیا ہے۔ جس میں عدل، احسان، اخوت، مساوات اور تقوٰی کا سبق ملتا ہے۔ زکوٰۃ وعشر کا باقاعدہ اعلان یہاں نہیں کیا گیا۔ پھر جانوروں کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی انسان کی بقا کے لیے ضروری ہیں ایک تو ان سے گوشت حاصل ہوتا ہے ایک بار برداری (سامان اٹھانا) کے کام آتے ہیں۔ پھر کچھ ایسے جانور ہیں جو زمین اور فضا کی صفائی کا کام دیتے ہیں۔ جانور یہاں صرف چوپائے ہی بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ جانور تو اتنے زیادہ ہیں کہ انسان کی سوچ سمجھ ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ ان آیات میں صرف آٹھ قسم کے چھوٹے بڑے جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے چار نر اور چار مادہ یعنی کل آٹھ ہو گئے۔ یہ آٹھوں جانور انسان کو دودھ، گوشت اور بار برداری کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان کو انسانوں کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ جب بھی ان کو ذبح کرو اللہ کا نام لے کر ذبح کرو۔ ورنہ یہ حرام ہیں یہاں حلال وحرام کے بارے میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ تمام رسم ورواج بالکل غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب کچھ جو کفار ومشرکین کہتے ہیں بالکل غلط اور ان کے اپنے بنائے ہوئے اصول ہیں۔ اگر یہ سچے ہیں تو بتائیں کس نبی نے ان کو یہ اصول بتائے ہیں۔ یہ لوگ گمراہ ہیں۔ شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ خود بھی بھٹکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکانے والے ہیں یہ اتنے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں کہ ان کو گمراہی سے بچانا کسی کے بس میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کی طرف ہرگز نظر عنایت نہیں کرتا اور نہ ہی ایسے بدخصلت لوگوں کو اللہ ہدایت ہی دیتا ہے۔ یہ سزا ہے ان کی کہ اپنے گناہوں اور کفر وشرک کے اندھیروں میں ہمیشہ بھٹکتے رہیں اور پھر آخرت میں بھی عذاب پائیں۔

یہ تمام آیات اللہ کی نعمتوں، حلال وحرام اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے مزین ہیں۔ ان کے علاوہ جو بھی زندگی

گزارنے کا غلط طریقہ اختیار کرے گا وہ کفر وشرک اور گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک کر اپنا بڑا نقصان کرے گا۔ اللہ تو انسانوں کے اچھے برے اعمال سے بے نیاز ہے۔

حرام چیزیں

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿145﴾

کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے، حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا خون یا سوٴر کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں۔ یا ناجائز جانور جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر مشہور کیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو (اللہ کے قانون کا) باغی ہو اور نہ ہی حد سے باہر نکل جائے تو آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿145﴾

تشریح: اللہ سبحانہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر رہے ہیں فرماتے ہیں اے رسول ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ یہ چاروں چیزیں حرام ہیں۔ بہتا ہوا خون، مردار، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر مشہور کر دیا جائے یا جس پر ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ سوائے مجبوری کی حالت میں جو کہ واقعی مجبوری ہو، نافرمانی کی وجہ نہ ہو۔ تو پھر اللہ مہربان ہے مجبوری کے عمل کو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح کا مضمون سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع میں بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے۔

یہود پر حلال چیزوں کے حرام ہونے کی وجہ

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿146﴾

اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کر دی تھی۔ سوائے پیٹھ والی چربی کے یا آنتوں یا جو ہڈی سے ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت کی وجہ سے دی تھی اور ہم سچ کہنے والے ہیں۔ ﴿146﴾

تشریح: اس سے متعلقہ مضمون چوتھے پارے میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ رب العزت نے سزا کے طور پر کچھ حلال چیزیں یہود پر حرام کر دی تھیں جو کہ مسلمانوں کے لیے حلال قرار دی گئیں یہ فرمان اس رب ذوالجلال کا ہے جو ہر طرح سے حق ہی حق ہے۔

مجرم سزا ضرور پائیں گے

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿147﴾

اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دو کہ تمہارے رب کی رحمت بڑی وسیع مگر اس کا عذاب گناہ گاروں سے ہرگز ٹلے گا نہیں۔﴿147﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ اگر کافر آپ کو جھوٹا کہیں، اس وجہ سے کہ ان پر عذاب کیوں نہیں آیا، آپ ایسے ہی دھمکیاں دے رہے ہیں تو ان کو اچھی طرح خبر کر دیں کہ اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے وہ بار بار تنبیہ کرتا ہے کہ گناہ سے باز آ جاؤ تا کہ عذاب سے بچ سکو، اسی لیے وہ تمہیں مہلت دیتا ہے کہ شاید توبہ کرلو اور نیکی کی راہ اختیار کرلو تو تمہیں بخش دیا جائے گا ورنہ تو عذاب کا ملنا بالکل ضروری ہے یہ تو اس کی رحمت کی ہی وجہ ہے کہ برے لوگوں کو فوراً عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ ان کو سوچنے کی مہلت دی جاتی ہے۔ بس یہی وجہ ہے ورنہ گناہ گاروں کو عذاب ضرور ملے گا۔

کفار کے اعتراض اور صراط مستقیم کے اصول

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿148﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿149﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿150﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ع 18/6/5
اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿151﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿152﴾ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿153﴾

مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا ہی شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے، کہہ دو کیا تمہارے پاس کوئی سند

ہے؟ اگر ہے تو ہمیں دکھاؤ تم صرف خیالی باتیں کرتے ہو اور اٹکل پر چلتے ہو۔﴿148﴾ کہہ دو بس اللہ کی حجت کامل ہے۔ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ ﴿149﴾ کہو کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو بتائیں کہ اللہ نے یہ سب چیزیں حرام کی ہیں۔ پھر اگر وہ گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ہی ان کی خواہشوں کی پیروی کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔﴿150﴾ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں (ان کے لیے اللہ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا، ماں باپ سے برا سلوک نہ کرنا، مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تمہیں اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ ظاہر یا چھپا کر بے حیائی کے کام نہ کرنا اور کسی ایسے شخص کو جس کو قتل کرنا حرام ہے ہرگز قتل نہ کرنا۔ مگر جس کا شریعت حکم دے۔ ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔﴿151﴾ اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر اس طرح کہ بہتر ہو۔ یہاں تک وہ جوانی کو پہنچ جائے، اور ماپ تول پورا پورا انصاف سے کیا کرو۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور جب کسی کے لیے کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو چاہے وہ تمہارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ ﴿152﴾ اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ ان سب باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔﴿153﴾

تشریح: ان آیات میں شروع میں تو مشرکوں کو اپنے برے اعمال کو ٹھیک ثابت کرنے کے لیے گواہ لانے کو کہا گیا ہے جو کہ وہ ہرگز نہیں لا سکتے، پھر مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جو لوگ مشرک ہیں ان کی کسی بھی چال میں پھنس کر ان جیسے بے دین، گمراہ اور مشرک نہ ہو جانا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیں اللہ نے کیا حرام کیا ہے اور کیا حلال کیا ہے۔ بس صرف اسی پر ہی عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اپنے پاس سے احکامات بنانے یا ان پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع کیا ہے۔ اللہ کے بتائے ہوئے اصول اور قانون اس قدر جامع، مفید اور واضح ہیں کہ جو بھی ان کو اپنائے گا ان پر عمل کرے گا دنیا میں پُرسکون، کامیاب اور مطمئن رہے گا اور آخرت میں نجات حاصل کرے گا۔

اسلامی طریقہ سے زندگی بسر کرنے کے وہ تمام اصول جو مسلمان کو دنیا کی دوسری تمام قوموں سے ممتاز کرتے ہیں وہ بڑی وضاحت سے قرآنِ مجید میں کئی مرتبہ بیان کئے جا چکے ہیں یہاں ایک مرتبہ پھر ان تمام قوانین کو ترتیب سے بیان کر دیا گیا ہے۔

-1 اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وہ اکیلا ہے (عقیدہ)

-2 ماں باپ سے نیک سلوک کرو۔ (اخلاقی سبق)

-3 اولاد کو کسی بھی وجہ سے قتل نہ کرو۔ (توکل اور اخلاقی سبق)

-4 فحش اور بے حیائی کے کام مت کرو (معاشرتی اور اخلاقی سبق)

5- کسی کو قتل نہ کرو۔ (انسانیت کا سبق)

6- یتیموں کا مال مت کھاؤ، ناجائز طریقہ سے۔ (انصاف کا سبق)

7- ماپ تول میں کمی مت کرو۔ (انصاف اور اخلاقی سبق)

8- سب مل کر دین کو قائم کرو۔ (اتحاد اور تبلیغ کا سبق)

9- آپس میں تفرقہ ڈالنے سے بچو۔ (ملی مضبوطی، قومی ترقی، ملکی سالمیت کا سبق)

جب ہم ان تمام اصولوں کو بغور دیکھتے اور پڑھتے ہیں اور انکی گہرائی میں جاتے ہیں تو ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں پیدا کیا، صحت وتندرستی عطا کی، دنیا جہاں کی نعمتیں عطا کیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اسلامی ملک اور مسلمان گھرانے میں پیدا کیا۔ اور پھر بہترین زندگی گزارنے کے لیے بہترین طریقے بتا دیئے۔ جو اتنے بہترین ہیں کہ جن کا بنانے والا وحدہ لا شریک اللہ تبارک تعالیٰ ہی ہوسکتا ہے۔ کسی بندے کے بنائے ہوئے اصول نہ تو اس قدر مکمل ہو سکتے ہیں نہ ہی اس قدر آسان اور فائدہ مند، انفرادی یا اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی ایسا اصول نہیں جس میں کوئی نقص ہو بندوں کے حقوق اور اللہ کے حقوق، سب ہی قرآن کی ان آیات میں بتا دیے گئے ہیں۔ اللہ چاہتا تو سب کو ہی پکے مسلمان بنا دیتا مگر یہ تو اس کے فیصلے، مرضی اور قانون کے خلاف ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ تمام نعمتیں دیں ہدایت کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے اور انسان کو عقل، شعور، ارادہ اور اختیار دیا کہ خود اپنی مرضی سے ایمان کا راستہ اختیار کر کے دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جائے یا کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا وآخرت میں عذاب حاصل کر لے۔ یہ علم، ارادہ اور اختیار ہی تو انسان کو فرشتوں سے علیحدہ اور ممتاز (برتر) کرتا ہے اور اسی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مگر جنت وجہنم میں جانا اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے جب سے دنیا وجود میں آئی ہے اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے گئے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی کیا گیا ہے اور کچھ انبیاء اور رسولوں کی کتب کا ذکر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

حضرت موسیٰ کی تعلیمات

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (154) ع 19/4/6

ہاں! پھر سن لو کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ نیک لوگوں پر اپنی نعمت پوری کر دیں اس میں ہر چیز کا بیان، ہدایت اور رحمت ہے تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لیں۔ (154)

تشریح: اس آیت میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ انسان کی بہتری، بھلائی اور نجات کے لیے نبی بھیجے جاتے رہے۔ سب نے اللہ کی توحید کی دعوت دی اور اس دور میں موجودہ برائی سے روکا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ اس وقت مصر میں فرعون نے ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے آزاد کروایا۔ دنیا میں قانون الٰہی کی پہلی مکمل کتاب تورات ہے اور پہلی قوم بنی اسرائیل ہے جس کو شریعت دی گئی۔ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔ اس میں ہر مسئلہ کو وضاحت سے بیان کر دیا گیا تاکہ لوگ اپنے رب کو پہچانیں، نیک راستہ پر چلیں اور ان کو یقین ہو جائے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں یہ صرف عمل کرنے کی عارضی جگہ ہے کیونکہ ہم یہاں سے اپنے رب کے پاس چلے جائیں گے وہاں ہمیں اپنے اعمال کے مطابق سزا یا جزا ملے گی اور وہی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ تورات، زبور اور انجیل خاص وقت اور خاص قوموں کے لیے آئیں وقت گزرنے پر ختم ہوگئیں۔ ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے نبیوں کا سلسلہ چلتا آیا ہے۔ آسمانی صحیفے ہدایت کے لیے باقاعدہ آتے رہے وقت کے مطابق ان میں انسان کو ہدایت دی جاتی رہی مگر مکمل شریعت حضرت موسیٰ کو تورات کی شکل میں دی گئی۔ پھر قرآن مجید ایک ایسی کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی جو پوری دنیا کے لیے آئی اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ اپنی تعلیمات میں اتنی مکمل ہے کہ اب اور کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی اسی لیے یہ آخری کتاب آخری پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔

قرآن مجید ایک مکمل کتاب

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور یہ کتاب ہے برکت والی جو ہم نے اتاری ہے تو اس کی پیروی کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔﴿۱۵۵﴾ اس لیے اتاری ہے کہ تم یوں نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں۔ اور ہم ان کے پڑھنے سے معذور یا بے خبر رہے۔﴿۱۵۶﴾ یا یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ سیدھے رستے پر ہوتے سو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل، رحمت اور ہدایت آ گئی ہے۔ سو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے کنی کترائے (اعراض کرے) جو لوگ ہماری آیتوں سے اعراض کرتے ہیں ہم ان کو ان کے اعراض کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۔﴿۱۵۷﴾

تشریح: یہاں قرآن پاک کی چند خوبیوں اور برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے غور و فکر کر کے میری پیروی کرو۔ خلوص نیت سے عمل کرو اور پھر تقویٰ اختیار کرو، صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی ان تینوں ہدایات پر عمل کرے گا تو اللہ کی رحمت اس پر ضرور نازل

ہوگی۔ پھران تمام باتوں کا جواب بھی اللہ تعالیٰ خود ہی دیتے ہیں جو کہ منکرین بہانے بنا سکتے تھے۔ مثلاً یہ کہ تم لوگ کہیں یہ نہ کہتے ہمیں تو کتاب ملی ہی نہیں۔ پہلے لوگوں کو ملی اور وہ ہم نہ پڑھ سکے یا یہ کہتے کہ اگر ہمیں بھی کتاب دی جاتی تو ہم ضرور پہلے لوگوں کی نسبت زیادہ عمل کرنے والے ثابت ہوتے، لہٰذا اب تمہارے پاس کوئی حیلہ بہانہ باقی نہیں رہا اور اب یہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ کتاب جو تمہیں دی گئی ہے یہ باقی تمام کتابوں سے زیادہ محکم، واضح اور رحمتوں، برکتوں اور ہدایات سے بھری ہوئی ہے۔ اب اگر کوئی اس سے منہ موڑے گا یا دوسروں کو قرآن سے دور کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو خوب اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اس کو بڑا سخت عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ بے علم کو تو پھر بھی معافی مل سکتی ہے جبکہ باعلم (جاننے والے) کی سزا زیادہ سخت ہوگی۔

اب بہانہ کیسا؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿158﴾

کیا یہ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود تمہارا رب آئے یا اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیاں آئیں۔ مگر جس دن اللہ کی نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہ لا چکا ہوگا تو اس وقت ایمان لانا اسے کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور پھر اگر ایمان کی حالت میں نیک عمل نہ کئے ہوں گے تو اس وقت گناہوں سے توبہ کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔﴿158﴾

تشریح: اس آیت میں ایک حکمت کی بات بتائی گئی ہے کہ جب ان لوگوں کے پاس، یعنی کفار و مشرکین کے پاس قرآن مجید آچکا ہے تو پھر یہ اور کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اللہ رب العزت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کو یقین دلانے کے لیے فرشتے آسمان سے نازل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ خود ان کے سامنے آموجود ہوگا تو ایمان لائیں گے یا پھر اللہ کی طرف سے کوئی خاص نشانیاں ان کے لیے بھیجی جائیں گی؟ یہ سب کچھ تو صرف ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں تو اللہ تعالیٰ غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر ﷺ! ان کو اچھی طرح سمجھا دیجیے کہ ہماری نشانیاں جب ان کے پاس آئیں گی تو وہ صرف انکے خاتمے کا وقت ہوگا یا تو موت کا فرشتہ ان کے سامنے آموجود ہوگا اور یا قیامت کی گھڑی آموجود ہوگی تو ہر کافر و منکر کو اچھی طرح یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ توبہ کا وقت موت کی عین کیفیت سے پہلے کا وقت ہے اور پھر اگر کوئی شخص ایمان تو لے آیا مگر یقین اور عمل سے دور رہا تو وہ شخص اس شخص کے برابر ہی ہے جو ایمان نہ لایا ہو۔ اس وقت جب موت سامنے نظر آرہی ہو تو توبہ کرنا یا ایمان لانا بالکل بے کار اور بے فائدہ ہے۔ وہ توبہ قبول ہوگی اور نہ اس وقت کا لایا ہوا ایمان کام آئے گا۔ کیونکہ وہ

وقت تو مجبوری کا ہوگا کہ اب اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ ایمان لانا تو ارادہ اور ایمان بالغیب پر یقین کرنے کا نام ہے جو صرف زندگی کے دوران ہی ہوتا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوا قیامت قائم نہ ہوگی تو اس کو دیکھتے ہی سب کے سب ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس وقت کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری عن ابی ہریرہ ؓ کتاب التفسیر)

آخر میں رسول کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ کی تمام نشانیاں اور ہدایات پوری ہو جانے کے بعد بھی اگر تمہیں موت یا قیامت کا انتظار ہے تو یہ انتظار کرتے رہو ہم بھی اسی بات کا انتظار کرتے رہیں گے کہ تمہارے ساتھ تمہارے رب کا کیا معاملہ ہوتا ہے۔

فرقہ بندی کا نقصان، خالص توحید، انسان کی نیابت

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٥﴾ ع 20 11 7

جن لوگوں نے اپنے دین میں بہت سے رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہوگئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں ان کا کام اللہ کے حوالے پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اللہ ان کو سب کچھ بتائے گا۔﴿١٥٩﴾ جو (کوئی اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا اس کو اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا اور جو برائی لائے گا اسے ویسی ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔﴿١٦٠﴾ کہہ دو کہ میرے رب نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے یہی وہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم حنیف کا دین تھا، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔﴿١٦١﴾ یہ بھی کہہ دو کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب رب العلمین ہی کے لیے ہے۔﴿١٦٢﴾ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔﴿١٦٣﴾ کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر

جانا ہے اور جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تمہیں بتائے گا۔(164) اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بیشک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔(165)

تشریح: یہ سورۃ الانعام کی آخری آیات ہیں اور ان میں بے شمار مسائل کا حل بتایا گیا ہے۔ مسلمانوں میں کئی فرقے بن چکے ہیں۔ فرقہ بندی کسی بھی قوم کو کمزور کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اس لیے قومی ترقی، کامیابی اور مضبوطی کے لیے ضروری ہے کہ فرقہ پرستی اور گروہ بندی سے بچا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کی گروہ بندی سے فکر ہوتی تھی تو رب العلمین نے ان سے کہا کہ آپ اس بات کی ہرگز فکر نہ کریں کیونکہ آپ کا کام تھا تعلیم دینا وہ آپ نے دیدی اب اس پر عمل کرنا نہ کرنا یا اس کو بگاڑ دینا یہ سب ہر شخص کا ذاتی عمل ہے جو بھی غلط کام یا شریعت سے ہٹ کر کام کرے گا وہ عذاب پائے گا کیونکہ بالآخر سب نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ضرور پیش ہونا ہے اور اپنے کئے ہوئے اعمال کا جواب بھی ضرور دینا ہے۔ آپ ﷺ فکر نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو گیا اس نے اسلام کا قلادہ (ہار، پہچان) اپنی گردن سے اتار دیا“ (رواہ ابوداؤد واحمد)

جماعت سے مراد ہے اللہ و رسول ﷺ کی جماعت۔ پھر اللہ رب العزت کے انصاف اور رحم و کرم کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی رحمت کا انداز یہ ہے کہ قیامت کے دن جو بھی شخص ایک نیکی لیکر جائے گا اللہ رب العزت خوش ہو کر اس کو دس نیکیوں کے برابر کا بدلہ دے گا۔ اور جو ایک گناہ لے کر جائے گا اس کو صرف ایک ہی گناہ کی سزا دی جائے گی یہ تو ایک مثال ہے اس کے کرم کی، ورنہ یہ دین، کتاب اور پھر انبیاء کے سردار حضرت محمد ﷺ یہ سب کچھ اس کی رحمت ہی تو ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ رب العزت ہدایت کر رہے ہیں کہ آپ کہہ دیں کہ مجھے تو اللہ نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، یعنی دینِ ابراہیمی، خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ اتنے برگزیدہ، صالح اور بہترین اللہ کے پسندیدہ انسان تھے کہ انہوں نے کبھی شرک نہ کیا تھا جب ان کے باپ، دادا اور تمام عزیز واقارب پکے کافر اور مشرک تھے۔ اللہ نے ان کو اتنی عزت دی کہ وہ تمام مذاہب کے لوگوں کے پسندیدہ انسان ہیں اور امامت و بزرگی کا اعلیٰ ترین مقام اللہ نے ان کو عطا کیا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سوا کسی کے فرمان بردار نہ تھے اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں کہ میری زندگی، موت، اٹھنا بیٹھنا، میری نماز، میری قربانی غرض میرا سب کچھ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہی ہے اس میں کوئی دوسرا شامل ہو ہی نہیں سکتا اور میں سب سے یہی کہتا ہوں کہ نیکی کا راستہ اختیار کرو اور ہر وقت اپنے اعمال پر نظر رکھو کیونکہ اللہ نے تمہیں اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہے تمام مخلوقات سے بلند درجہ انسان کو دیا گیا ہے، اس لیے اس کی ذمہ داری اور حساب کتاب بھی سخت ہوگا۔ اس معاملہ میں کسی کو کوئی رعایت نہ دی جائے گی۔ سب لوگ اپنے کئے کا خود حساب دیں گے کیونکہ دنیا میں تو صرف آزمائش ہی آزمائش ہے کسی کو عزت دیکر آزمایا کسی کو دولت دیکر، کسی کو ذلت دیکر اور کسی کو غربت دیکر۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا شکر، اس کی فرمانبرداری اسی میں ہے کہ اپنا ہر عمل اللہ کے لیے کیا جائے۔ زیادہ

دولت مل جائے تو سرکش نہ ہوا جائے، عزت مل جائے تو اللہ کا نافرمان نہ ہو جائے، غربت میں بھی شکر اور نیکی کی راہ اختیار کیے رکھے یہ نہیں کہ مال و دولت کے حصول کے لیے غلط راستے اختیار کر لے۔ چوری، ڈاکہ یا قتل و غارتگری شروع کر دے۔ علم بھی آزمائش کا ذریعہ ہے کہ کوئی عالم اس سے غلط فائدہ نہ اٹھائے لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔ غرض انسان کا ہر رتبہ جو اس کو اللہ نے عطا کیا ہے اس میں اس کی آزمائش ہے۔ کیا لیڈر، کیا استاد اور کیا عالم بلکہ ماں، بچہ، باپ، درزی، نائی، دھوبی، زمیندار، مزدور، طالب علم، غرض زندگی کا ہر قدم اللہ کی نظر میں ہے اس لیے ایک قدم بھی نہ تو غلط اٹھایا جائے نہ غفلت کی جائے اور نہ ہی یہ سمجھا جائے کہ کونسا ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے وہ عذاب ضرور دے گا اور ثواب بھی ضرور دے گا۔

سورۃ الانعام کا شروع اللہ کی تعریف سے ہوا تھا آخر اس کی مغفرت سے ہو رہا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی (اللہ کی) تعریف کرنے کی اور قدم قدم پر مغفرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

خلاصہ سورۃ الانعام

الحمدللہ سورۃ الانعام مکمل ہوگئی ہے اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور اس کی مدد شامل حال ہونی چاہیے۔ اس سورت میں اسلام کے بنیادی اصول بڑی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے اسلامی سوسائٹی اور اسلامی حکومت کا نقشہ واضح کیا گیا ہے، زندگی گزارنے کا ہر اصول بڑی خوبصورتی سے بتایا گیا ہے جس میں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم دنیا میں نہ تو بے مقصد پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی شتر بے مہار کی طرح۔ بلکہ رب العزت نے انسان کو اپنا خلیفہ کہہ کر اسے اپنی اطاعت کا پابند کر دیا ہے اور پھر اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ تمام اعمال کا جواب اللہ کے حضور ضرور دینا ہوگا۔ صرف جواب ہی نہیں دینا بلکہ انعام یا سزا بھی ملے گی۔ وہ ہر ایک کو نعمتیں دیتا ہے یہ دیکھنے کے لیے کہ ہر شخص اس کی دی گئی نعمت کو کس طرح استعمال کرتا ہے؟ غلط استعمال کرتا ہے یا ٹھیک؟ مثلاً امیر کو چاہیے دولت کو غلط کاموں میں بے دردی سے نہ اڑائے۔ وہی کام کرے جن کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ عیش و عشرت میں اللہ کو نہ بھول جائے اسلام کے پانچوں ارکان پر باقاعدہ عمل کرے، یعنی توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ ان ارکان کو بڑی وضاحت سے کئی بار بیان کیا جا چکا ہے یہ انسان کو زندگی کی تمام غلاظتوں سے پاک کر کے روحانی بلندی عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح غریب کو چاہیے۔ قناعت اور شکر کا خیال رکھتے ہوئے ارکانِ اسلام کی پابندی کرے۔ اسی طرح تمام اخلاقی خوبیاں اس کے اندر آ جاتی ہیں اور پھر معاملہ آتا ہے اسلامی ریاست کا۔ تو اس کے لیے اگر ہم مدینہ کی نئی اسلامی ریاست جو ہجرت رسول ﷺ کے بعد وجود میں آئی۔ مثال کے طور پر اپنے سامنے رکھیں تو تمام معاملات کھل کر ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔ عرب دنیا کے اکھڑ ترین، بگڑے ہوئے، بدکردار گناہوں اور بے راہروی میں ڈوبے ہوئے لوگ کس طرح دنیا کی بہترین، سلجھی ہوئی قوم اور کامیاب و کامران قرار پائے یہ قرآن و سنت کی برکت سے ہوا جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے ان تک پہنچا۔ مولانا حالی نے ''مسدس حالی'' میں کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

مدینہ کا نیا معاشرہ اور نئی تہذیب مسلم ملک کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ مدینہ کے معاشرہ میں ظلم و جبر، نفرت، رنگ و نسل، قوم و وطن، آقا و غلام کا فرق ناپید ہو گیا۔ یہ تمام اصلاحات مدینہ میں کی گئیں جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام معاشرہ چوری، ڈکیتی، شراب، جوا، بے شرمی، بے حیائی، قتل، جھوٹ، فریب، غیبت، وعدہ خلافی اور سود جیسی تمام برائیوں سے بالکل پاک صاف ہو گیا اور یوں اسلام دنیا پر معتزز ہونا شروع ہوا۔ دراصل اسلام ایک فطری دین ہے۔ یعنی اسلام کی تعلیمات کو غور سے دیکھیں تو کون عاقل انسان یہ کہے گا کہ صداقت، دیانت، امن سکون، انصاف، سخاوت، شجاعت اور اخلاص بری باتیں ہیں۔ یہ تمام اصول اور خصوصیات ایسی ہیں کہ جو وقت کے ساتھ ساتھ نہ کمزور ہوتی ہیں نہ ختم ہوتی ہیں اور نہ ہی پرانی ہوتی ہیں بلکہ جو بھی ان کو اپنا لیتا ہے دنیا و آخرت میں نجات پالیتا ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں۔ جیسے جیسے وہ مذہب سے دور ہوتے گئے۔ تنزل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ناکام ہوئے اور ذلیل و خوار ہوئے۔ اللہ کی رحمتوں کا ذکر ہر وقت کرتے رہنا چاہیے اور روز قیامت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ ہمارے بچے اور جوان اللہ کے راستہ پر بڑی تیزی سے چلنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ ہماری مدد کرے۔ آمین ثم آمین۔ ہماری یہی دعا ہے:

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے

نگاہِ مسلمان کو تلوار کر دے

بہترین زندگی گزارو مگر امتحان کو ہر دم یاد رکھو۔ اللہ خالق و مالک ہے بڑا مہربان ہے مگر بڑے انصاف کے ساتھ سزا یا جزا ضرور دے گا۔ یہ بالکل سچی اور پکی بات ہے قرآن پاک میں یہ وعدہ بے شمار دفعہ یاد کروایا گیا ہے۔ آخر میں بتاتی چلوں کہ الانعام کا لفظی مطلب ہے مویشی۔ اس سورت میں خاص طور سے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کا ذکر کیا گیا ہے یہ جانور انسان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں قربانی کے لیے بھی انہیں مویشیوں کو مشروع قرار دیا گیا ہے اور ان سے انسان گوشت، دودھ، اون اور چمڑا بھی حاصل کرتا ہے اور بڑے جانور سواری کے کام بھی آتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں ان کے حلال و حرام کا جو خود بنایا ہوا طریقہ تھا اس کو ختم کر کے اللہ نے حرام اور حلال کی حدود بتا دیں۔ کیونکہ حرام و حلال خوراک انسان کی جسمانی اور روحانی صحت کے لیے اچھے اور برے اثرات رکھتی ہے تو اللہ نے اپنی مہربانی سے اس کی وضاحت بھی کر دی کہ مسلمان کسی بھی قسم کے نقصان میں نہ پڑیں۔

تعارف سورۃ الاعراف

قرآن مجید کی سورتوں میں یہ ساتویں سورت ہے۔اس میں گزشتہ تمام سورتوں کے مضامین کو دہرایا گیا ہے۔ یہ مکی سورت ہے اس میں دوسو چھ آیتیں ہیں اور چوبیس رکوع ہیں۔الاعراف عَرف کی جمع ہے جس کا مطلب ہے اونچا مقام۔مفسرین نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ یہ کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں ہیں، جو کہ جنت ودوزخ کے درمیان واقع ہیں۔ یہاں پر وہ لوگ کھڑے کئے جائیں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر برابر ہوں گے۔ وہاں سے وہ جنت اور دوزخ میں داخل ہونے والے لوگوں کو دیکھیں گے جب یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا تو پھر ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان شاءاللہ رب ان پر اپنا فضل کرتے ہوئے جنت میں جگہ دے دے گا۔ جیسا کہ سورۃ الانعام میں توحید کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوا۔اس سورت میں ان بدنصیبوں کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ سے روکنے والے ہیں۔جس میں سب کا سردار ابلیس ہے۔جس نے تمام انسانوں کو گمراہ کرنے کا اعلان کیا کہ وہ تمام مخلوقِ الٰہی کو اللہ کے راستے سے ہٹا کر گمراہی کی طرف چلائے گا۔ ہر غلط بات کی طرف جھکنے کی ترغیب دے گا اور یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر ہوا۔اور یوں انسان کو دنیا میں بھیج دیا گیا اور انسان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے رسول، پیغمبر اور آسمانی صحیفے بھیجے گئے اور پھر جن لوگوں کے نصیب میں ہدایت تھی ہدایت پا گئے اور جو شیطان کے قبضہ میں آگئے وہ ہدایت سے محروم رہ گئے۔

پھر دنیا کی ان قوموں کا ذکر ہے جن کے پاس رسول آئے مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور یوں نافرمانیوں میں بڑھتے چلے گئے اور آخرکار عذاب کا شکار ہو گئے اور یوں بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا سامان کر گئے اسی طرح کئی قومیں آئیں اور تباہ وبرباد ہو گئیں، مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، اہل ثمود، قومِ لوط، مدین کا والے، فرعونی۔اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اور پھر آخر میں حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ۔آیت 157 میں آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف، تعلیمات اور سچائی کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

''جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جس کے بارے میں انہوں نے تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پایا۔وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے، اور برے کاموں سے روکتا ہے۔اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں بتاتا ہے، اور ان پر گندی چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر اب تک جو بوجھ اور قیدیں تھیں سب اتارتا ہے۔سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے، اس کا ساتھ دیا، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا۔سو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

آپ ﷺ کامیاب وکامران ہوئے اور دنیا کی مختلف قومیں آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوئیں۔اور آپ ﷺ کے بعد ہی یہودیوں کا اقتدار پوری طرح ختم ہو گیا۔ یہود ونصاریٰ ان سے ٹکرا کر چور چور ہو گئے۔ پھر قبلہ مکہ کی طرف منتقل ہو گیا۔

سورت کے آخر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے۔جن لوگوں نے

دنیا کے عیش وآرام میں اصلی زندگی یعنی موت کے بعد کی زندگی اور اصلی رب کو بھلا دیا ہے وہ یقیناً شیطان کے پھندے میں پھنس چکے ہیں۔ نیک راستہ اپنا کر شیطان کو شکست دینی چاہیے۔ اللہ سے پناہ مانگنا، اللہ کو ہر وقت دل میں یاد کرنا اور اس کے سامنے عاجزی سے جھکنا چاہئے۔ فرشتے بھی اسی کے سامنے جھکتے ہیں اور ہر وقت تسبیح کرتے ہیں۔ اسی میں سب کی نجات ہے۔

کتاب اللہ کی خصوصیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓصٓ ﴿1﴾ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿2﴾ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿3﴾

الٓمّٓصٓ ﴿1﴾ (اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے آپ کو تنگدل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ نازل اس لیے ہوئی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرسناؤ اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ ﴿2﴾ لوگو! یہ کتاب تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو۔ اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔ اور تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ ﴿3﴾

تشریح: یہ آیات سورۃ الاعراف کی ابتدائی آیات ہیں اور یہ مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا شروع کیا تو ظاہر ہے اہلِ مکہ اس دعوتِ ایمانی سے سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو اس قدر شدید اذیتیں پہنچائیں کہ آپ ﷺ پریشان ہو گئے۔ اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے ہرگز نہ گھبرائیں آپ ﷺ کو علم ہونا چاہئے کہ یہ رسالت کا جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے تو اس کا مقصد ہی یہی ہے کہ بگڑے ہوئے لوگوں کو درست کرو۔ کتاب جو آپ ﷺ کو دی گئی ہے۔ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو اللہ کا پیغام دو ان کو گناہوں کے بدلے ملنے والے عذاب سے ڈراؤ اور نیک راستہ پر چل کر جنت حاصل کرنے کا طریقہ بتاؤ اور ان کو سمجھاؤ کہ یہ جو تم نے شیطانی کام اپنا رکھے ہیں اور شیطانوں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے۔ یہ سب کچھ چھوڑ دو کیونکہ اللہ رب العزت بہترین مددگار ہے۔ اسی کا راستہ اختیار کرو۔ کیونکہ اسی میں ہر طرح کی بھلائیاں موجود ہیں۔ اس وقت تو مکہ والوں کو ہی مخاطب کیا گیا تھا مگر اصل میں یہ تمام انسانوں کو پیغام دیا جا رہا ہے۔ نیکی اور بھلائی میں ہی نجات کا راستہ ہے۔

گناہوں پر عذاب

وَ کَمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا فَجَآءَہَا بَاۡسُنَا بَیَاتًا اَوۡ ہُمۡ قَآئِلُوۡنَ ﴿4﴾ فَمَا کَانَ دَعۡوٰىہُمۡ اِذۡ جَآءَہُمۡ بَاۡسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿5﴾ فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِیۡنَ اُرۡسِلَ اِلَیۡہِمۡ وَ لَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿6﴾ فَلَنَقُصَّنَّ

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿7﴾

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ جن پر ہمارا عذاب یا تو رات کو آتا تھا جبکہ وہ سو رہے ہوتے یا دن کو جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے ہوتے۔﴿4﴾ تو جس وقت ان پر عذاب آتا تھا ان کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ ہائے ہم اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔﴿5﴾ تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے پوچھ گچھ کریں گے اور پیغمبروں کو بھی پوچھیں گے۔﴿6﴾ پھر اپنے علم سے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔﴿7﴾

تشریح: یہاں اس عذاب کا ذکر کیا جا رہا ہے جو گزشتہ نافرمان قوموں پر آ چکے ہیں۔ اللہ رب العزت بڑا مہربان ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لیے رسول اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں مگر اس کے ساتھ ساتھ رب العالمین بڑا سخت حساب لینے والا اور بڑی سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ قرآنِ مجید میں بڑی تفصیل سے ان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو بڑی مہلت دی گئی اور بالآخر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ اور یہ تو محض ہلاکت ہی تھی اعمال کا بدلہ تو قیامت کے بعد دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرے گا، حالانکہ وہ سب کے اعمال و کردار سے پوری طرح واقف ہے، پھر بھی وہ لوگوں سے نافرمانی کی وجہ ضرور پوچھے گا اور ان رسولوں سے بھی پوچھے گا کہ انہوں نے ان لوگوں کو ہدایت کی تلقین کی تھی یا نہیں؟ پھر ان کو ان کے غلط اعمال اور نافرمانی کی وجہ سے سخت عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ہے۔

اعمال کا وزن ہوگا

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿8﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿9﴾ ع 1/10 8

اس روز اعمال کا تلنا برحق ہے تو جن لوگوں کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں۔﴿8﴾ اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے۔﴿9﴾

تشریح: حساب کا دن ضرور آئے گا۔ یہ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے اور اس میں وہ کچھ ہوگا جو اوپر آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

تخلیق آدم پر ابلیس کا مکالمہ

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿10﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿11﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿12﴾ قَالَ فَاهْبِطْ

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿13﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿14﴾
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿15﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿17﴾
قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿18﴾

اور ہم نے ہی زمین میں تمہارا اٹھکانا بنایا اور اس میں تمہارے لیے رہن سہن کے تمام بندوبست کئے مگر تم کم ہی شکر کرتے ہو۔﴿10﴾ اور
ہم نے ہی تم کو شروع میں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ
کیا لیکن۔ ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔﴿11﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں نے تجھے حکم دیا تو کس بات نے تمہیں سجدہ
کرنے سے باز رکھا؟ اس نے کہا کہ ''میں اس سے افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے﴿12﴾ فرمایا تو
بہشت سے نکل جا۔ تو اس لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے پس نکل جا تو ذلیل ہے﴿13﴾ اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما
جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔﴿14﴾ فرمایا اچھا تم کو مہلت دی جاتی ہے۔﴿15﴾ پھر شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے
دھتکار ہی دیا ہے۔ میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان کو گمراہ کرنے کے لیے بیٹھوں گا۔﴿16﴾ پھر ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں
سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے آؤں گا اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔﴿17﴾ اللہ نے
فرمایا نکل جا یہاں سے پاجی مردود جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں ان کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر جہنم کو بھر دوں گا۔﴿18﴾

تشریح: ان آیات کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے اور ان کی عبارت بڑی عام فہم اور آسان ہے، لہٰذا صرف وہ نکات بیان کئے جائیں گے جو خاص خاص ہیں۔

-1 انسان کے رہنے، کھانے اور پینے کا بندوبست جو اللہ رب العزت نے کیا ہے لاجواب ہے۔ مگر انسان ناشکرا ہے۔

-2 انسان کی پیدائش کا معجزہ جو تمام موجودہ تحقیقات کو غلط ثابت کرتا ہے خاص طور سے ڈارون کی تھیوری کہ انسان بندر سے موجودہ شکل میں آیا ہے۔ اللہ کی قدرت کاملہ اور بے مثال طاقت کا مظاہرہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے۔

-3 انسان کا بلند درجہ کہ جس کی وجہ سے وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ اور تمام مخلوقات سے افضل مخلوق بنائی گئی۔ فرشتوں سے بلند مرتبہ انسان کا بنایا گیا ہے۔

-4 غرور، تکبر اور نافرمانی کسی صورت بھی اللہ کو پسند نہیں چاہے کرنے والا کتنا ہی بڑا مقبولِ الٰہی ہستی کیوں نہ ہو۔ اس کی مثال ابلیس کے قصہ سے ظاہر کر دی گئی ہے۔ کسی شخص کو زندگی کے کسی موڑ پر کسی صورت میں بھی تکبر کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اس کی سزا بڑی سخت ہے۔

5- شیطان کا دعویٰ کہ وہ ہر انسان کو نیکی سے بدراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ قیامت تک وہ ہر شخص کے ساتھ کوشش کرتا رہے گا۔ مگر مضبوط اور پکے مسلمان اس کی گرفت میں ہرگز نہیں آسکتے۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی کے حالات سے پتہ چلتا ہے۔ اللہ نے ان کو ہر قسم کی دنیاوی نعمتیں دے رکھی تھیں پھر سب کچھ چھین لیا سوائے اللہ کے کوئی بھی سہارا نہ رہا وہ پھر بھی اللہ کا شکر ہی ادا کرتے رہے۔ جس کے بدلے میں اللہ نے اپنی قدرت سے ان کی تمام مشکلات دور کردیں اور مال، اولاد، مویشی، صحت، عزت اور سکون پہلے سے بھی زیادہ دیا۔ توکل علی اللہ کی یہ خوبصورت مثال ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں سب کو ایسے ہی ایمانِ کامل کی توفیق دے۔

6- آخری بات جو سمجھائی گئی وہ یہی ہے کہ صبح اٹھنے سے رات سونے تک ہر ہر لمحہ اور ہر ہر قدم پر انسان کے لیے برائیوں اور گناہوں کے بے شمار مواقع موجود ہیں۔ مثلاً ریا، غرور، غصہ، بدگمانی، حسد، منافقت، جھوٹ، جھوٹی قسم، غیبت، افواہیں پھیلانا، طعنہ زنی، لالچ، خیانت، چوری، سودخوری، رشوت، ذخیرہ اندوزی، بخل، ظلم، قتل، شراب خوری، خودکشی اور بے صبری وغیرہ ان تمام رذائلِ اخلاق (اخلاقی برائیاں) کو بڑی وضاحت سے بیان کیا جاچکا ہے۔ اگر ان کو غور سے دیکھیں تو ان کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے اور انسان کی ہر عمر سے ہے۔ اور یہ اس قدر اہم تعلق ہے کہ کردار کی مضبوطی اور کردار کی پاکیزگی ہی قوموں اور ملکوں کی ترقی اور سلامتی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ انسان اگر شیطان کے قبضہ میں آکر اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جائے تو وہ نہ صرف خود ہی عذاب میں پڑتا ہے بلکہ اپنے ساتھ ملک وقوم کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ اسی لیے رب العالمین نے صاف اعلان کردیا کہ شیطان اور اس کے کہنا ماننے والوں کو ضرور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور ویسے بھی ایک شیطان فطرت انسان دنیا میں پُرسکون اور پُروقار نہیں ہوسکتا۔ آخرت میں سزا الگ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ

وَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿19﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا
عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿20﴾ وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ
النّٰصِحِيْنَ ﴿21﴾ لا فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿22﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿23﴾ قَالَ اهْبِطُوْا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿24﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ

ع 2 15 9 وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿25﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ
ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿26﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ
اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا
تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿27﴾ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ
اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿28﴾

اور ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو۔ جہاں سے چاہو جو چاہو کھاؤ پیو، مگر اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ گنا ہگار ہو جاؤ گے۔﴿19﴾ تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا۔ تا کہ ان کے پردے والی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو۔﴿20﴾ اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔﴿21﴾ غرض شیطانِ مردود نے ان کو دھوکہ دے کر گناہ کی طرف کھینچ ہی لیا۔ جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا تو ان کی پردہ کی چیزیں کھل گئیں۔ اور وہ بہشت کے درختوں کے پتوں سے اپنے پوشیدہ جسم کو چھپانے لگے۔ تب ان کے رب نے پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے؟﴿22﴾ دونوں عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔﴿23﴾ (اللہ نے) فرمایا تم سب بہشت سے اتر جاؤ۔ اب سے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین پر ٹھکانا اور زندگی کا سامان کر دیا گیا ہے۔﴿24﴾ (اللہ نے) فرمایا: اسی میں تمہارا جینا ہو گا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے قیامت کے دن زندہ کر کے نکالے جاؤ گے۔﴿25﴾ اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور تمہارے بدن کو زینت دے اور جو پرہیز گاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تا کہ لوگ نصیحت پکڑیں۔﴿26﴾ اے بنی آدم! دیکھنا کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو بہکا کر بہشت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تھے تا کہ ان کا پوشیدہ جسم ان کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں۔ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔﴿27﴾ اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کے لیے ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔﴿28﴾

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ اس کی چند مثالیں ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ انسان کی آزمائش، ضمیر، روح اور جسم سے ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔ یعنی جسم ان تمام ذرات کا مجموعہ ہے جو مٹی میں پائے جاتے ہیں۔ جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق انسان 126

عناصر کا مرکب ہے اور یہ سب مٹی میں موجود ہیں۔انسان مٹی سے بنا مٹی کے اوپر پرورش پاتا ہے اور پھر مٹی میں ہی چلا جاتا ہے۔ مگر اس میں نفس اور روح کی جنگ جاری رہتی ہے۔موت کے وقت انسان کا نفس اپنی روح کے ساتھ عالمِ برزخ کا سفر شروع کرتا ہے جبکہ جسم مٹی میں مل جاتا ہے۔اس کے باوجود بھی اگر جنت والوں سے تو آرام دہ زندگی اور جہنم والوں سے ہے تو انتہائی مشکل زندگی میں مبتلا رہنا ہے اس کیفیت کو احادیث میں بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ان آیات کو اگر غور سے پڑھیں تو ان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام راز کی باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے اور جن باتوں کی حقیقت جاننے کے لیے دنیا کے بڑے بڑے حکماء اور سائنس دان ہر وقت کوشش میں لگے رہتے ہیں۔اللہ نے چند آیات میں ان کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔یعنی انسان کا جسم مٹی سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔روح کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے جبکہ نفس کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔نفس اور روح کا کام علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔روح تو انتہائی پاکیزہ اور بلند درجہ رکھتی ہے مگر نفس کے تین درجے ہیں۔جن کو ہم نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کا نام دیتے ہیں۔

نفسِ امارہ یہ وہ نفس ہے کہ جو شیطان کے قبضہ میں آجاتا ہے اور پھر وہ انسان سے اللہ کی ہر نافرمانی کروالیتا ہے۔جیسا کہ حضرت آدم کو اس نے بہکا دیا اور انہوں نے اللہ کے حکم کو توڑتے ہوئے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔اس کو آپ انسان کی آزمائش بھی کہہ سکتے ہیں۔گناہ اور ثواب انسان کے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں جس نے نفسِ امارہ کو شکست دے دی اس نے روح کی بلندی اور اللہ کی قربت حاصل کر لی اور اپنے لیے بہشت میں جگہ بنالی۔اسی لیے تو شاعر نے کہا ہے۔

" بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا "

اور پھر یہ مصلحت بھی معلوم ہوگئی کہ اللہ کی منع کی ہوئی باتوں میں انسان کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی بھلائی موجود ہوتی ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کو درخت کا پھل جو کھانے سے منع کیا گیا تھا۔تو اس لیے منع کیا گیا تھا کہ اس کے کھانے سے ان کا لباس اتر گیا، یعنی وہ ننگے ہو گئے۔ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے اندر شرم و حیا کی صفت ڈال رکھی ہے۔جیسے ہی حضرت آدم نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی ان کو فوراً سزا مل گئی۔اب یہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ ہر وقت سمیع و بصیر ہے یعنی سنتا اور دیکھتا بھی ہے اور پھر یہ معلوم ہو گیا کہ انسان غلطیوں کا پتلا ہے۔پھر یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ نے گناہ کے لیے معافی کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ سے معافی مانگی اور کیونکہ اللہ رحیم و کریم ہے اس نے ان کو معاف کر دیا۔مگر چھوٹی سی سزا دے دی اور اچھی طرح سمجھا دیا کہ غلط کام کی سزا ضرور ملے گی۔اور پھر یہ بھی سمجھا دیا کہ انسان کو ہدایت ضرور ملتی ہے۔اور ساتھ میں ارادہ بھی اس کو دیا گیا ہے۔جو راستہ چاہے اختیار کر لے۔تو حضرت آدم علیہ السلام کو سزا یہ ملی کہ جنت کے مزے ختم ہو گئے اور ان کو زمین میں اتر جانے کا حکم دیدیا گیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے۔زمین میں تمہارے لیے ہر آسائش کی چیز موجود ہے۔خیال رکھنا کہ نفسِ امارہ کے غلام ہو گئے تو سزا ضرور پاؤ گے۔یہاں موت کا ذکر بھی کر دیا گیا کہ تم یہ نہ سمجھ لینا یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔بلکہ

کچھ عرصہ یہاں رہو گے پھر مر کر مٹی میں مل جاؤ گے اور پھر قیامت کا ذکر کر دیا کہ دوبارہ ضرور زندہ کیے جاؤ گے تا کہ زندگی کے اعمال کا بدلہ دے کر دوبارہ تمہیں ہمیشہ کی زندگی دی جائے۔ پھر صاف صاف بتا دیا گیا کہ اب نافرمانی پر جنت سے نکالے گئے ہو مگر پھر نافرمانی کی تو دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ تو سمجھ میں آ گیا کہ جو لوگ نفسِ امارہ سے شکست کھا کر برائیوں کی طرف چل پڑتے ہیں دوزخ کے مکین ہوں گے۔ جبکہ نفس کی دوسری قسم نفس لوامہ ہے۔ اس کا کام ہے شیطان کا مقابلہ کرنا۔ ایسے آدمی کا ضمیر زندہ ہوتا ہے۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ایک پہریدار ہے جو انسان کو کسی بھی وقت برائی کی طرف جانے پر خبردار کرتا ہے۔ نفسِ لوامہ بیشک خواہشات رکھتا ہے مگر یہ نفس انسان کو بہت حد تک برائی سے روکتا ہے اور گناہ ہو جانے پر توبہ کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم نے گناہ کو فوراً محسوس کر لیا اور اللہ سے توبہ کر لی۔ تو اللہ نے ان کو صرف بہشت سے نکالا اور زمین میں نعمتیں عطا کر کے مہلت دی کہ نیکی اختیار کر کے دوبارہ جنت حاصل کر لو۔ اور واضح کر دیا کہ یہ دنیا کی زندگی ہی جنت یا جہنم دلائے گی۔ جب مر گئے تو عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر انعام یا سزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نفسِ لوامہ کسی حد تک جنت دلانے کا سبب بن سکتا ہے۔

پھر تیسرے درجے کا نفس آ جاتا ہے۔ جس کا نام ہے نفسِ مطمئنہ۔ سب سے بہترین نفس کی حالت ہے کیونکہ یہ روح کی بات مانتا ہے اور پوری کوشش کرتا ہے کہ اللہ رب العزت کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب رہے اور شیطان سے دور رہے۔ ایسے ہی نفس کا مالک اللہ کا پسندیدہ انسان کہلاتا ہے جو بلاشبہ جنت کا حقدار ہوتا ہے۔ چھوٹی سی مثال دیتی ہوں۔ آپ کے سامنے مال و دولت موجود ہے۔ آپ کا دل کرتا ہے آنکھ بچا کر کچھ اٹھا لوں۔ نفسِ امارہ آپ کو مجبور کرتا ہے آپ اس کی بات مان کر چوری کر لیتے ہیں یہ کام آپ کو بہت اچھا لگتا ہے اور آپ چوری کے عمل کو اپنا لیتے ہیں۔ تو آپ نفسِ امارہ یعنی شیطان کے غلام ہو گئے اگر چوری کر کے آپ کو برا لگا اور آپ نے فوراً توبہ کر لی سچی توبہ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ نفسِ لوامہ آپ پر غالب آ گیا اور آپ آئندہ شیطان کے غلام نہ بنیں گے اور آخری درجہ یہ آتا ہے کہ آپ مال اٹھانے کی خواہش ہی نہیں کرتے بلکہ اللہ کی دی ہوئی جائز دولت پر پوری طرح مطمئن اور راضی رہتے ہیں تو یہ ہوا نفسِ مطمئنہ۔ یعنی آپ اپنے رب سے راضی ہوئے اور آپ کا رب آپ سے راضی ہوا۔ یہ روح کی پاکیزگی اور تقویٰ کا درجہ دلانے والا نفس ہے۔ ایسے ہی لوگ حساب کے دن خوش و خرم اور مطمئن ہوں گے اور اللہ کے وعدے کے مطابق جنت میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔

آخر میں اللہ رب العزت انسان کو خبردار کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے میں بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے، یعنی کس طرح شیطان نے ان کو ذلیل کروا دیا۔ ثابت ہوتا ہے کہ برہنگی تمام گناہوں کی ابتدا ہے۔ اسلام میں ستر پوشی، یعنی مرد و عورت کے لیے مناسب لباس بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ بے پردگی بے شمار برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ پردہ اور شرم و حیا انسان کا زیور ہے اور عزت و احترام کا نشان ہے۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو ذلیل و خوار کروانے کے لیے سب سے پہلے ان کے کپڑے اتروا دیے۔ مطلب یہ ہے کہ

اگر انسان کو اپنے جسم کے ننگا ہو جانے پر غیرت اور شرمندگی محسوس نہ ہو تو پھر اس کو روح کے بھٹک جانے کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا برہنگی پر شرمندہ ہونا اور توبہ کر لینا پوری انسانی برادری کے لیے نمونہ بن گیا۔ ورنہ تو انسان ہے ہی غلطی کا پتلا۔ اللہ نے اپنے رحیم و کریم ہونے کا ثبوت دیا کہ توبہ کا راستہ ہمارے لیے کھلا رکھ دیا۔ جسمانی پوشاک زینت اور عزت کے لیے ہے جبکہ پرہیزگاری کی پوشاک روح کی زینت کے لیے ہے۔

آخر میں اہلِ عرب کی اس فضول رسم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ جب ان کو اس گندی حرکت سے منع کیا گیا تو کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلا آ رہا ہے ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر کہنے لگے کہ یہ حکم ہمیں اللہ رب العزت نے دیا ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجیے کہ اس قدر نا قابلِ فہم حکم دینا اللہ کی شانِ کریمی کے خلاف ہے۔ اور یہ لوگ بغیر کسی خاص دلیل کے خواہ مخواہ ہی اس بات کا بہتان اللہ رب العزت پر باندھ رہے ہیں۔ جبکہ رب العزت حیا اور پاکدامنی کو پسند کرتا ہے اور حیا کا حکم دیتا ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے ایمان کے بعد حیا سب سے بڑا حسن ہے۔ کیونکہ حیا ہی انسان کو گناہوں اور نافرض شناسی سے روکتی ہے۔ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایمان (کے درخت) کی ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (صحیح بخاری)

بہر حال حضرت آدم علیہ السلام کے بیان سے اللہ رب العزت نے انسان کو بہترین زندگی گزارنے کا معقول نقشہ بتا دیا ہے۔ اللہ عمل کرنے کی توفیق بھی دے۔

سزا اور جزا کی خبر

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا
بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿29﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿30﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا
وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ؒ﴿31﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ ع 3 6 10
الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ﴿32﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ
تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿33﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا
جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿34﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿35﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ
اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿36﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿37﴾
قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ
حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ
النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿38﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ
فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ ع 4/8 11
لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿40﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿41﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۫ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿42﴾ وَ نَزَعْنَا
مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا
كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ
اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ الربع

کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا قبلہ کی طرف رخ کیا کرو۔ خاص اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو۔ اس نے جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔ ﴿29﴾ ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنا لیا اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ﴿30﴾ اے بنی آدم! ہر مسجد میں (نماز) کے وقت اپنے آپ کو سجایا کرو۔ کھاؤ اور پیو مگر بے جا نہ اڑاؤ کیونکہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ﴿31﴾ پوچھو کہ زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں۔ اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ رب العزت اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ ﴿32﴾ کہہ دو کہ میرے رب نے تو ظاہر و پوشیدہ بے حیائی کی باتوں، گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ کے بارے ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ ﴿33﴾ اور ہر گروہ کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آ جاتا ہے تو (اس گروہ کی گرفت کے لیے) نہ ایک گھڑی مؤخر ہو سکتی ہے نہ جلدی۔ ﴿34﴾ اے بنی آدم! ہم تم کو یہ

نصیحت ہمیشہ کرتے رہے ہیں کہ جب ہمارے پیغمبر تمہارے پاس آیا کریں اور ہماری آیتیں تم کو سنایا کریں تو ان پر ایمان لایا کرو کہ جو شخص ان پر ایمان لا کر اللہ سے ڈرتا رہے گا وہ اپنی حالت درست رکھے گا۔ تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔ ﴿35﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے اکڑ بیٹھے تو وہی دوزخ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔ ﴿36﴾ تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ان کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جان نکالنے آئیں گے۔ تو کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ اب کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے معلوم نہیں کہ وہ ہم سے کہاں غائب ہو گئے اور اقرار کریں گے کہ بیشک وہ کافر تھے۔ ﴿37﴾ تو اللہ فرمائے گا کہ جنوں اور انسانوں کی جو جماعتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں انہی کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک جماعت وہاں جا داخل ہوگی تو اپنی ہم مذہب جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ "اے اللہ! انہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ تو ان کو جہنم کی آگ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ تم سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔ ﴿38﴾ اور پہلی جماعت پچھلی جماعت سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی برتری نہ ملی تو جو عمل تم کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں عذاب کے مزے چکھو۔ ﴿39﴾ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے (یہ ناممکن ہے) اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿40﴾ ایسے لوگوں کے لیے نیچے بچھونا بھی جہنم کی آگ کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی اسی کا۔ اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ﴿41﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ہم (اعمال کے لیے) کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ ایسے ہی لوگ جنت کے وارث ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿42﴾ اور جو کینے ان کے سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔ ان کے محلوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا راستہ دکھایا اور اگر اللہ ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم راستہ نہ پا سکتے۔ بیشک ہمارے اللہ کے رسول حق بات لیکر آئے تھے اور اس روز منادی کر دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے صلہ میں جو دنیا میں کرتے تھے اس بہشت کے مالک بنا دیے گئے ہو۔ ﴿43﴾

تشریح: پچھلی آیات میں بہترین زندگی گزارنے کے اصول، قوانین اور طریقے بتائے گئے ہیں۔ ان آیات میں دوبارہ صالحین اور مشرکین کے بارے میں وضاحت کی جارہی ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی شک باقی نہ رہ جائے کیونکہ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ بھئی مرنے کے بعد کس طرح ہم زندہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بار بار سمجھا رہے ہیں کہ کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔ تم کھاؤ، پیو اور مزے اڑالو مگر یاد رکھو موت کا وقت مقرر ہے ایک سیکنڈ بھی اس سے آگے پیچھے نہ ہوگا۔ اس وقت تم اپنے برے اعمال پر پچھتاؤ گے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

جس طرح تمہارا پیدا ہونا، پرورش پانا حیرت انگیز ہے اسی طرح تمہارا دوبارہ پیدا کیا جانا حیرت انگیز ہے مگر اللہ کے لیے نہ مشکل ہے اور نہ ہی ناممکن۔ اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ سب باتیں الٰہ العالمین کی کہی ہوئی ہیں بالکل سچ اور یقینی ہیں۔ ان باتوں میں ہرگز کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔ تمہیں راہ دکھانے کے لیے نبی بھیجے گئے ہیں۔ ان کا حکم مانو۔

پھر آنحضرت ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ ان تمام لوگوں کو نیکی اور بدی اور ان کی سزا و جزا کی تفصیلات خوب اچھی طرح بتا دو۔ تو اخروی کامیابی کے لیے یہ اصول اپنائے جائیں۔

1 توحید پر پکا یقین دل سے اور زبان سے اقرار۔

-2 جب نماز کا وقت ہو تو اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لیے صاف ستھرے کپڑے پہنو اور قبلہ کی طرف رخ کر کے پورے خشوع خضوع اور سنت رسول کے مطابق نماز پڑھو۔

-3 قیامت پر، یوم الحساب پر پکا یقین کرو۔

-4 اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے خوب عیش کرو مگر جائز طریقہ سے۔

-5 فضول خرچی ہرگز نہ کرو۔ فضول خرچی اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔

-6 قرآن وحدیث کی پوری پوری پیروی کرو۔ سنو اور عمل کرو۔

-7 موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ موت یقینی ہے۔

-8 اللہ سے ہر وقت ڈرو اسی طرح تمہیں سکون ہوگا۔ اللہ کے سوا ہرگز کسی سے مت ڈرو۔ اس پر پورا بھروسہ کرو۔

-9 تمام حلال باتوں پر عمل کرو اور حلال چیزوں کو کھاؤ خود اپنے پاس سے کسی حلال چیز کو حرام اور حرام چیز کو حلال مت بناؤ۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ایسے اچھے اور سچے مسلمانوں کے لیے اللہ کے پاس بہت بڑا، زبردست انعام ہے۔ جو ان کو اس ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لیے دیا جائے گا۔ وہ جنت، بہشت کہلاتا ہے۔ اس کی تعریف بہت دفعہ کی جا چکی ہے اور یہاں بتایا گیا ہے کہ جنت میں نیک لوگوں کے لیے محلات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اس میں داخل ہونے کے لیے نیک اعمال اور اللہ کا فضل ضروری ہے اور پھر مزید مہربانی اللہ کی طرف سے یہ ہوگی کہ اہلِ جنت کو اگر اپنے کسی ساتھی سے کوئی شکوہ، گلہ یا حسد بغض یا کدورت ہوگی تو اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم اور قدرت سے ان کے دل حسد، بغض اور ناراضگی سے بالکل پاک صاف کر کے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ یعنی وہ ہر طرح سے پرسکون اور خوش باش رہیں گے۔ اور اس عظیم نعمت کے لیے اہلِ جنت ہر وقت اللہ کا شکر ادا کریں گے کیونکہ بہشت میں داخلہ نہ زبردستی ہو سکے گا اور نہ ہی اپنی مرضی سے ہو سکے گا۔ اس داخلہ میں بھی رب العالمین کی ہی رحمت شامل ہوگی۔ اور پھر یہ وقت کس قدر خوشی اور باعث سکون ہوگا جب اللہ رب العزت یہ اعلانِ عام کریں گے کہ اے لوگو! تم نے اپنے دنیا کے اچھے اعمال کی وجہ سے جنت حاصل کر لی ہے اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس

کے مالک بنا دیے گئے ہو۔اس کا اندازہ ہم یوں کر سکتے ہیں کہ جب ایک بچہ محنت سے فرسٹ پوزیشن حاصل کرتا ہے یا جب نیک والدین نیک اولاد کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کرتے دیکھتے ہیں یا پھر کوئی نیک بندہ اپنی محنت اور نیک کمائی سے ایک گھر بناتا ہے۔ یہ سب اسی خوشی سے کئی گنا کم ہوگا جو جنت میں ملکیت ملنے سے خوشی حاصل ہوگی۔اس لیے ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارا عمل جنت حاصل کرنے کے معیار پر پورا اترنا چاہیے۔ کیونکہ جنت کے ساتھ ہی جہنم کا ذکر بھی اللہ رب العزت نے بار بار کیا ہے۔جیسا کہ اس آیت میں بھی کیا گیا ہے۔اس کے مطابق مندرجہ ذیل سب کام غلط ہیں۔

1- بے حیائی۔

2- گناہ، جو باتیں اللہ نے حرام کی ہیں وہ سب گناہ ہیں۔

3- کسی بھی انسان یا جانور سے زیادتی کرنا اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب شامل ہیں۔تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بتائی جائے گی۔

4- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔شرک تو بہت بڑا ظلم کہلاتا ہے اور مشرک کبھی بھی معاف نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

5- اللہ پر بہتان۔یعنی بغیر کسی دلیل یا ثبوت کے یہ کہہ دینا کہ یہ کام تو ہمیں اللہ نے کہا تھا،یعنی حرام کاموں کو اللہ کا حکم کہہ کر کر لینا اور دوسروں کو بھی ترغیب دینا۔ یہ اور اسی طرح کی بے شمار باتیں جو قرآن وسنت کے خلاف جاتی ہوں۔جہنم میں لے جانے کا سبب بنیں گی۔جہنم کی تعریف اللہ رب العزت نے بڑے ہی خوف ناک الفاظ میں کی ہے۔یعنی بچھونا بھی آگ کا ہوگا اور اوڑھنا بھی آگ کا ہوگا۔استغفر اللہ ذرا دھوپ میں یا جلتی ہوئی آگ کے قریب کھڑے ہوں تو کتنی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔عذاب کے وقت لوگ اپنے سرداروں استادوں اور راہبروں کو مدد کے لیے پکاریں گے مگر ان کے تمام حمایتی اس وقت غائب ہوں گے کوئی مدد کو نہ آئے گا۔ویسے بھی قیامت کے بعد حساب کتاب اور فیصلہ کا دن ایسا ہوگا کہ صرف اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔کوئی سفارش کوئی مال و دولت کوئی اثر ورسوخ اس دن نہ عذاب میں کمی کروا سکے گا اور نہ ہی عذاب سے بچا سکے گا۔ یہ اللہ کا فرمان ہے جو اس نے قرآن کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور یہ اتنا ضروری اور حق ہے کہ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں دی ہے کہ نافرمان لوگ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے جیسا کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہیں گزر سکتا۔اسی طرح ان کے عذاب کا ٹل جانا اور جہنم کے بجائے جنت میں داخل ہو جانا ہرگز ہرصورت ناممکن ہے۔ پہلے یا پچھلے لوگ جنہوں نے نافرمانیاں کیں اور بدعقیدہ رہے سب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

یہ سب آیات اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہیں جو بالکل سچ ہیں۔ان میں نہ تو شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی ردو بدل کی گنجائش ہے۔اللہ نے جو کچھ عذاب اور انعام کا بتایا ہے بالکل ہو کر رہے گا۔اعمال ہی ہماری نجات کا ذریعہ ہوں گے اور

اعمال ہی ہماری سزا کا سبب ہوں گے۔علامہ اقبال نے کچھ یوں فرمایا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اہل جنت اور اہل جہنم کا مکالمہ اور اصحاب اعراف کا تذکرہ

وَ نَادٰٓی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ
حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿44﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ
اللّٰهِ وَ يَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ ﴿45﴾ وَبَيۡنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ يَّعۡرِفُوۡنَ
كُلًّاۢ بِسِيۡمٰٮهُمۡ ۚ وَ نَادَوۡا اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۟ لَمۡ يَدۡخُلُوۡهَا وَ هُمۡ يَطۡمَعُوۡنَ ﴿46﴾ وَ اِذَا
صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿47﴾ وَنَادٰٓى اَصۡحٰبُ ع 5/8/12
الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰٮهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿48﴾ اَهٰٓؤُلَاۤءِ
الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿49﴾ وَنَادٰٓى
اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا
عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ﴿50﴾ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۚ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮهُمۡ كَمَا
نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿51﴾ وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى
وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿52﴾ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ
قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ
قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿53﴾ ع 6/6/13

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اسے سچا پالیا۔ بھلا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے کیا گیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! تو اس وقت ان میں سے ایک پکارے گا کہ اللہ کی لعنت ان ظالموں پر۔ ﴿44﴾ جو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے اور آخرت سے انکار کرتے تھے۔ ﴿45﴾ ان دونوں (جنت اور دوزخ) کے درمیان اعراف نام ایک دیوار ہوگی اور اعراف (بلندی) پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے، وہ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ (اعراف والے) ابھی بہشت میں داخل تو نہیں ہوئے ہوں گے مگر امیدوار ہوں گے۔ ﴿46﴾ اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر دوزخیوں کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل

نہ کرنا۔(47) اور اہلِ اعراف کافر لوگوں کو جنہیں وہ ان کی شکلوں سے پہچانتے ہوں گے پکار کر کہیں گے کہ آج نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر ہی فائدہ مند ہوا۔(48) (پھر مؤمنوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہ کرے گا؟ تو مومنو! تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج اور نہ فکر ہوگا۔(49) اور وہ دوزخی جنتیوں سے گڑگڑا کر کہیں گے کہ تھوڑا سا پانی ہماری طرف بہا دو یا وہ رزق جو اللہ نے تمہیں دیا ہے ہمیں بھی اس میں سے دے دو۔ وہ جواب دیں گے کہ ''اللہ نے جنت کا رزق اور پانی کافروں پر حرام کر دیا ہے۔(50) جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو جس طرح یہ لوگ اس دن کے آنے کو بھولے ہوئے ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے، اسی طرح آج ہم بھی انہیں بھلا دیں گے۔(51) اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(52) کیا یہ لوگ اس کے واقع ہو جانے کے منتظر ہیں؟ جس دن وہ واقع ہو جائے گا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہوں گے وہ بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لیکر آئے تھے بھلا آج کوئی ہمارے سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں؟ یا ہم دنیا میں پھر بھیج دیے جائیں کہ جو برے عمل ہم پہلے کرتے تھے وہ نہ کریں بلکہ ان کے سوا اور نیک عمل کریں۔

بیشک ان لوگوں نے اپنا نقصان کیا اور جو کچھ یہ افترا کیا کرتے تھے ان سے سب جاتا رہا۔(53)

تشریح: آیات 44 تا 53 میں جو کچھ بتایا گیا ہے انتہائی عبرت دلانے والا اور خوش کرنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے اہل جنت اور اہل جہنم کی آپس میں گفتگو نیز اصحاب اعراف کا ایسا نقشہ کھینچا ہے لگتا ہے سب کچھ سامنے ہو رہا ہے۔ یہ سب راز کی باتیں ہیں انسان کی نظر سے پوشیدہ اور تصور سے باہر۔ مگر اللہ سبحانہ تعالیٰ کیونکہ اپنے بندوں پر حد سے زیادہ مہربان ہے اور رحیم و کریم ہے اس لیے لوگوں کو دنیا کی مصیبتوں اور آخرت کے عذاب سے بچانے کے لیے رسول بھیجے، پھر آخری رسول محمد ﷺ پر قرآنِ مجید نازل فرما کر لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے بھیجا۔ مگر کفار و مشرکین نے بالکل توجہ نہ دی اور اپنا بہت زیادہ نقصان کر لیا۔ ان آیات میں خاص طور سے اعراف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اعراف کا مطلب ہے بلند جگہ جنت اور دوزخ کے درمیان یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ لوگ کھڑے ہوں گے جن کے گناہ و نیکی برابر برابر ہوں گی۔ وہ لوگ جنت میں جانے والے لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور اسی طرح دوزخ میں جانے والے لوگوں کو بھی دیکھ رہے ہوں گے اور جیسا کہ آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ان دونوں قسم کے گروہوں سے بات چیت کریں گے۔ پھر دوزخیوں کا واویلا اور حسرت بھری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ قرآنِ مجید میں بار بار بڑی وضاحت سے کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ جو سمجھ گئے ایمان لے آئے کامیاب ہو گئے اور جو نہ سمجھے انہوں نے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں کیا۔ اور آخرت میں ہمیشہ کا سخت عذاب اپنے لیے چن لیا۔ معلوم یہ ہوا ایک بہت بڑے راز کی اطلاع ہمیں قرآنِ مجید کے ذریعہ دی جا رہی ہے کہ حشر کے میدان میں (جو ضرور ہوگا) تین قسم کے گروہ ہوں گے۔

1- مومنین۔ 2- مشرکین۔ 3- اعراف والے۔

مومنین جنت میں جائیں گے۔مشرکین دوزخ میں جائیں گے اور اعراف پر ٹھہرنے والے سب سے بعد میں اللہ کے فضل وکرم اور مہربانی سے جنت میں جائیں گے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کے گناہوں کی سزا اس انتظار میں پوری ہو جائے گی جو وہ فیصلے سننے میں کریں گے اور دوزخ اور جنت حاصل کرنے والوں کا دکھ اور خوشی دیکھتے رہیں گے۔ کیونکہ انتظار بذاتِ خود ایک بہت بڑی تکلیف دہ حالت ہے۔ بہر حال یہ سب کچھ تو ہو کر رہے گا۔ میدانِ حشر، جنت، دوزخ، سزا، جزا اور اعراف یہ سب راز کی باتیں ہیں، غیب کا علم ہے جو مسلمانوں کو بلکہ تمام مخلوق کو قرآنِ مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید اور وضاحت سے بتا دیا ہے اور کتاب ہمارے درمیان موجود ہے، ہمارا فرض ہے اس کو بار بار پڑھیں خود سمجھیں دوسروں کو سمجھائیں، یہی عمل کرنے کا طریقہ ہے خود نمونہ بن جائیں، لوگوں کو دین کی طرف بلانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔

ہر چیز فنا ہونے والی ہے تیرے عزت واحترام والے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا اس کے ساتھ ایمان رکھنے سے ہی آخرت میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انسان قرآنِ حکیم کا حامل ہے جس طرح یہ پیغام، یہ کتاب لافانی ہے اسی طرح مسلمان مر کر بھی جنت الفردوس میں ہمیشہ کی زندگی گزارے گا۔ نہ تو کائنات بے مقصد پیدا کی گئی ہے اور نہ ہی انسان بے مقصد پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ کائنات اور مخلوقات سب کی پیدائش ایک انتہائی حکیم وعلیم کی پہلے سے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت ہوئی۔ اس میں ہرگز کسی شک وشبہ کا امکان نہیں۔ جگہ جگہ قرآنِ مجید میں بتایا گیا ہے کہ اس کائنات اور تمام مخلوقات کا وجود ذرات سے ہوا ہے اور ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لیکر بڑی سے بڑی کائنات کا نظم ونسق حرکات وسکنات سب ایک منظم قانون کے تحت چل رہا ہے۔ یہ سب کسی خاص مضبوط پروگرام کے تابع ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت 67 میں کہا گیا ہے۔

''ہر خبر کے ظاہر ہونے کا وقت مقرر ہے اور یہ سب کچھ جلد ہی تم جان لو گے۔''

جب قرآن نازل ہوا تو انسان سائنسی حقائق اور تحقیق کے علوم سے بالکل بے خبر تھا۔ لیکن جب تقریباً ہزار سال بعد علمی ترقیوں اور جستجو کا دور شروع ہوا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ قدرت کے تمام قانون بڑے مضبوط اور بہترین ہیں اور ہرگز بدلنے والے نہیں۔ 1906ء میں ایک غیر مسلم سائنس دان آئن سٹائن کے تمام تحقیقاتی علوم کی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ ''قوانین قدرت زمان ومکان کے پابند نہیں بلکہ زمان ومکان قدرت کے پابند ہیں اور انہوں نے تمام کائنات کو جکڑا ہوا ہے اور ان کی بنیاد پر ہم ہر چیز کے ماضی، حال اور مستقبل کو سمجھ سکتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ خدائی قانون کا پابند ہے۔'' (از حیات بعد الموت مصنف سلطان بشیر محمود)

ثابت ہو چکا ہے اور ہر مسلمان کا پکا ایمان ہے کہ جو بھی پیدا ہوا ہے اپنا مقررہ وقت اور کام پورا کر کے ضرور ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح تمام کائنات بھی مقررہ وقت پر ضرور ختم ہو جائے گی، پھر مقررہ وقت پر میدانِ حشر میں ضرور سب لوگ جمع ہوں گے پھر حساب کتاب کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جنت ودوزخ اور اعراف کا واقعہ ہر انسان کے سامنے موجود ہوگا۔ اپنے اپنے اعمال کے

مطابق ہر ایک کو سزا یا جزا ضرور ملے گی۔ یہ دنیا کی زندگی بہت کم مگر بہت اہم ہے کیونکہ یہاں کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ہی آخرت میں ہمیشہ کی زندگی میں ملے گا۔ اس لیے نہ اللہ کو بھولو نہ شیطان کے پیچھے لگو اور نہ ہی دوزخ کو بھولو۔ کیونکہ قیامت دور نہیں ہے۔

خالق ارض وسما، مدبر الامور اور رب العالمین سے مانگو

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿54﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿55﴾ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿56﴾

کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اسی نے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے، اور حکم بھی اسی کا ہے۔ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔﴿54﴾ لوگو! اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔﴿55﴾ اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا، اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعائیں مانگتے رہنا۔ بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔﴿56﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور صناعی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے چھ دن میں آسمان اور زمین بنائے۔ چھ دن کا مطلب ہے کہ زمین و آسمان کی ابتدا تو یکدم ہوئی جیسا کہ اس کا طریقہ، مرضی اور قدرتِ کاملہ ہے جب وہ بھی کچھ بنانا چاہتا ہے تو اس کو سوائے ''کن'' کہنے کے اور کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ یہاں بھی انسان کی ناقص عقل ادھر تک ہی پہنچتی ہے کہ زمین کی ابتدا تو فوراً ہوئی مگر زمین و آسمان کی نشوونما اور انتہاءِ تکمیل آہستہ آہستہ ہوئی اسی لیے چھ دن کہا۔ اب دن کا مسئلہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہاں ایک دن کتنے عرصہ، یعنی کتنی مدت اور کتنا لمبا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے زمینی دن رات کا سسٹم فرق ہے۔ زمین کے وجود میں آنے سے پہلے اور اس کے مٹ جانے کے بعد دن کی لمبائی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں مختلف آیات میں ان دنوں کی مدت مختلف بتائی گئی ہے۔ کہیں ہمارے پچاس ہزار سالوں کے برابر کہا گیا ہے اور کہیں ہزار سالوں کے برابر کہا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ الحج کی آیت 47 میں اللہ فرماتا ہے۔ ''اور تم سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ اور بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کی رو سے ہزار برس کے برابر ہے'' ہماری زمین، آسمان، چاند، سورج ستارے ایک نظام کے مطابق چل رہے ہیں جن سے رات، دن، صبح، دوپہر شام، ہفتے مہینے اور سال کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ لیکن آسمان و

زمین کی تخلیق سے پہلے نظام کیا تھا اور زمین و آسمان کی تباہی کے بعد یعنی قیامت کے بعد کیا نظام ہو گا؟ یہ سب انسانی عقل اور انسانی علم سے بالکل باہر ہے۔ ابھی تک کوئی سائنس دان اللہ کے ان پوشیدہ رازوں سے آگاہ نہیں ہو سکا جبکہ سائنس دان ان رازوں کو جاننے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے جو کچھ اللہ نے قرآنِ مجید میں بتایا ہے اور جو کچھ کرنے کو کہا ہے پوری سعادت مندی سے ان کو سمجھ کر ان پر عمل کرتے ہوئے زمین پر امن و سکون سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ ہر بات میں نافرمانی کرتے ہوئے گھر، محلّہ، ملک اور دنیا میں شر اور فساد پھیلاتے پھریں۔ یہاں یہ نصیحتیں غور کرنے کے قابل ہیں۔

1- ہر وقت یاد رکھو کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے ہر قسم کی برکتیں اور ہر قسم کا حکم صرف اور صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور کوئی اس پر ہرگز کسی قسم کی قدرت نہیں رکھتا۔

2- صرف اسی سے مانگو اسی کو یاد کرو، وہی راز دار ہے، اس کو چپکے سے پکارو تو بھی وہ سنتا ہے۔

3- کسی بھی معاملہ میں اللہ کی بتائی ہوئی حدود سے باہر مت نکلو۔ ہر بات میں اعتدال کا خیال رکھو۔ کیونکہ حد سے بڑھنے والے لوگوں کو خود بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اللہ کو بھی یہ بات ناپسند ہے۔

4- امن و سلامتی کو قائم رکھو۔ شر و فساد ہرگز نہ پھیلاؤ۔

5- اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور فضل و کرم متقی لوگوں کو خصوصاً حاصل ہوتی ہیں۔

6- اللہ پر پورا بھروسہ رکھو اور پوری امید اور توکل سے اس سے دعا مانگو۔ اگر کبھی دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس کی رحمت سے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ ہماری بہتریوں کو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے جو ہم اس سے مانگ رہے ہیں وہ بظاہر تو اچھا ہو مگر حقیقت میں وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہو۔ اس لیے اگر دعا قبول نہ ہو تو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جو دعا یہاں پوری نہ ہوئی وہ ہمیں کسی اور صورت میں یا آخرت میں بہت بڑے انعام کی شکل میں ضرور مل جائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیسی عظیم دعا سکھائی ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں حسنہ (ہر قسم کی بھلائی) اور آخرت میں حسنہ (ہر قسم کی خیر) عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔ (سورۃ البقرۃ:۲۰۲)

رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

شکر گزاری کے لیے اللہ کی نعمتوں کا ذکر

وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿57﴾ وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ

لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿58﴾

ع 7/5 14

اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت یعنی مینہ سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری ہواؤں کو اٹھالاتی ہیں تو ہم ان کو ایک مری ہوئی (خشک) بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے بارش کر دیتے ہیں، پھر بارش سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو زمین سے زندہ کر کے باہر نکالیں گے، یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔﴿57﴾ جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی اللہ کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے، ایسے ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔﴿58﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ رب العزت نے ہواؤں، بادلوں، زمین اور زمین سے پیدا ہونے والے ان تمام پھلوں، سبزیوں اور اناج کا ذکر کیا ہے جو اچھی زرخیز زمین میں سے نکلتے ہیں۔ انسانوں کو فائدہ دیتے ہیں اور انسان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ مگر اصل مقصد ان آیات کا یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ اللہ رب العزت بادل کو اپنے فرامین سے تشبیہ دیتے ہیں کہ میرے ہدایت کے فرمان رسولوں کے ذریعے تمام لوگوں تک پہنچتے ہیں جس طرح بارش ہر قسم کی زمین پر برستی ہے مگر اچھا پھل اچھا اناج اسی اچھی زمین سے اگتا ہے جو زرخیز ہوتی ہے۔ جو زمین پتھریلی، شورزدہ یا اور کسی نقص والی ہو تو وہاں پھل پھول اور فصل بھی ویسی ہی خراب، بیکار اور فضول ہوتی ہے۔ یعنی زمین کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح ہر زمین بارش سے فائدہ نہیں اٹھاتی اسی طرح ہر انسان بھی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات، رسولوں اور آسمانی کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ صرف وہی لوگ آیاتِ ربانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو نیک فطرت، درویش طبع اور صالح مزاج رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ صرف دنیا میں ہی کامیاب ہوتے ہیں بلکہ آخرت کی زندگی بھی بھرپور اور شاندار گذاریں گے اور پھر اپنے ساتھ ہر شخص کو ہدایت کے فائدوں سے مطلع بھی کرتے ہیں۔ یعنی ایسے نیک لوگ خود بھی خوش وخرم شاداب زمین کی طرح ہوتے ہیں اور اپنے بہترین پھل پھول سے دوسروں کو بھی فائدے پہنچاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی رحمتوں برکتوں کی ہر وقت ہر صورت قدر کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ پھر اس تمام سلسلے سے ایک حکمت کی بات اللہ تعالیٰ اور بھی سمجھاتے ہیں کہ جو لوگ مرنے کے بعد انسان کے دوبارہ زندہ ہوجانے پر شک وشبہ رکھتے ہیں تو ان کو یہ مثال مطمئن کرنے کے لیے کافی ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو صرف بارش کے پانی یا دریا یا نہر سے اس کو دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔ خشک زمین میں اول تو کچھ اگتا ہی نہیں اور اگر آگ آئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں سوکھ کر ختم ہو جاتا ہے تو ایسی ہی خشک زمین کو ہم سیراب کرتے ہیں تو وہ دوبارہ زندہ ہو کر پھل پھول دینے کے قابل ہو جاتی ہے اگر یہ ممکن ہے تو مردہ انسان جو کہ زمین میں دفن ہو چکا ہے اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ بالکل ہو سکتا ہے۔ اب تو سائنس دان اس فارمولے پر تحقیق کرنے کے بعد یقین کر رہے ہیں کہ مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ سلطان بشیر محمود صاحب نے اپنی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ میں اس

میں سے کچھ حصہ پیش کرتی ہوں، لکھتے ہیں۔ ''اگر زندگی، شعور، یادداشت اور حرکت کا نام ہے تو پھر آدمی کا ذرہ ذرہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کی اپنے متعلق یادداشت ہے بلکہ وہ جسم میں دیگر ایٹموں (ذرات) سے بھی اپنے تعلق کو یاد رکھتے ہیں۔ اب یہ نظریہ ایک سائنسی حقیقت کے طور پر بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اگر دو ذرات کبھی اکٹھے ہوں اور انہیں علیحدہ کر دیا جائے تو اس کے بعد بھی وہ ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہتے ہیں تو انسانی جسم کے ایٹمی ذرات کیسے ایک دوسرے کو بھول سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کو جب بھی مناسب ماحول نصیب ہوگا وہ دوبارہ اکٹھے ہو کر باہم مل کر اپنے پرانے ڈیزائن کے مطابق ترتیب پا کر دوبارہ باہم زندگی کا نیا سفر شروع کر سکتے ہیں۔ یعنی حیات بعد الموت کوئی اچنبا نہیں بلکہ قدرت کے ڈیزائن کا ایک ضروری حصہ ہے اور یہ ہو کر رہے گا۔'' سبحان اللہ۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۳۹۰ پر یہ بہترین ثبوت ملا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم پر عذاب

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ
عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع 8/6 15

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ (59) تو ان کی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ (60) تو انہوں نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے کیونکہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ (61) میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔ (62) کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک بندے کے ذریعے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی، وہ تم کو ڈرائے اور تا کہ تم پرہیزگار بنو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (63) پس ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے نوح کو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو تو بچا لیا مگر جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ اندھے تھے۔ (60)

تشریح: قرآن پاک میں جگہ جگہ کہا گیا ہے کہ قرآنی آیات اور کائنات پر غور و فکر کرو۔ کیونکہ جیسے جیسے علم و عرفان اور سائنسی ترقی ہو رہی ہے رب اور اس کی صفات، قدرت، وحدانیت اور توکل کے دروازے زیادہ روشن اور زیادہ واضح ہوتے چلے جا رہے ہیں اور کفر و شرک کے دروازے آہستہ آہستہ بند ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہاں تک توحید، رسالت اور آخرت کا بیان بڑی

وضاحت سے کیا گیا ہے اب سورۃ الاعراف میں آٹھویں رکوع سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا ذکر ہے اور آئندہ چودہ رکوع اسی مضمون پر مشتمل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں۔ رحمتیں دو طرح کی ہیں۔ جسمانی اور روحانی، جسمانی نشوونما کے لیے کائنات کی ہر چیز مددگار ہے جیسا کہ یہاں بارش کی مثال دی گئی ہے کہ بارش کا پانی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے جبکہ نبی، رسول اور پیغمبر اور ان کی شریعت مردہ نفسِ انسانی، یعنی روح کو شاداب کرتی ہے اور پھر آخرت اور یوم حشر کا نقشہ بڑے ہی خوفناک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر بھی کچھ مردہ دل، اندھے اور بہرے لوگ نیکی کی طرف نہ رجوع کرتے ہے اور نہ ہی دوسرے کو ہی اس طرف بلاتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے عبرت دلانے کے لیے گزری ہوئی قوموں کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ ان کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں اور نیکی اختیار کر کے دنیا و آخرت میں نجات پاسکیں۔ تو سب سے پہلے یہاں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر مختصر انداز میں کیا گیا کیونکہ تفصیلاً ان شاء اللہ سورۂ نوح اور ھود میں کیا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا وقفہ ہے۔ ان کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ حضرت نوح کی قوم عراق میں آباد تھی۔ کیونکہ ان کے آثار آرمینیہ کی سرحد پر کوہِ نوح میں پائے جاتے ہیں۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے اور قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے مرسل رسول ہیں جن کو توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق لوگ اللہ رب العزت کے وجود کو اس کی طاقت مانتے تھے مگر آہستہ آہستہ وہ اللہ کی وحدانیت سے پھرنا شروع ہو گئے اور اللہ کے ساتھ کئی شریک بنانے لگے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات یہی تھیں کہ اپنے رب کو پہچانو، صرف اسی کی ہی عبادت کرو کیونکہ وہی رزق دیتا ہے اور کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہوسکتا وہ اکیلا ہے طاقت وقدرت اور بادشاہی اسی کی ہے اس لیے شرک سے باز آجاؤ۔ مگر ان کی قوم نے حیل اور حجت سے کام لیا اور سیدھی راہ اختیار نہ کی۔ جس کی وجہ سے بڑھتی ہوئی گمراہی کا علاج اللہ رب العزت نے یہ کیا کہ ان پر پانی کا عذاب نازل کر دیا زمین سے پانی ابلنے لگا اور آسمان سے بھی زوردار برسنے لگا۔ پوری قوم اس میں غرق ہوگئی سوائے ان گنتی کے لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ اس سورت سے سبق ملتا ہے کہ رسولوں کی تعلیمات پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے دوسرا یہ کہ اللہ اپنے بندوں کی حمایت ضرور کرتا ہے تیسرا انبیاء کو جھٹلانا عذابِ دنیا اور عذابِ آخرت کا نشان ہے۔

ہماری قوم بلکہ ساری دنیا کے لیے نبی اکرم ﷺ نبی بنا کر بھیجے گئے۔ ان کی تعلیمات ان کی شریعت انسانوں کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔ کیونکہ دنیا میں بھلائیاں حاصل کرنے اور آخرت میں نجات حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ ہم سب کو ہر وقت اسی کوشش میں اور اسی دعا میں مگن رہنا چاہیے کہ اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان راہوں پر چلائے جو جنت کو جاتی ہوں جہنم کو نہ جاتی ہو۔ آمین۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے

نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

مطلب یہ ہے طارق نے بھی اس وقت دعا کی جب انہوں نے اپنی کشتیاں تک جلا دیں تو اللہ سے اپنے مجاہدین کے بلند و پاکیزہ ارادوں میں کامیابی کی التجا کی۔لیکن حقیقت میں مسلمانوں کا حسن سلوک اور بلند کرداری کی وجہ سے کئی ملک بغیر لڑائی کے ہی فتح کر لیے گئے ، مثلاً انڈونیشیا، ملائیشیا اور مالدیپ وغیرہ کہ یہاں کبھی بھی کوئی مسلمان فوجی داخل نہیں ہوا تھا۔سوائے مسلمان تاجروں کے۔تو وہاں لوگ صرف نگاہِ مسلمان سے ہی فتح کیے جاتے رہے اور لوگ حسن کردار سے متاثر ہو کر خود بخود اسلام قبول کرتے چلے گئے یا ایسی ہی نگاہ ہمیں پھر سے عطا کر دے کہ بے تیغ ہی دنیا میں فتح و کامیابی حاصل کرتے چلے جائیں اور اگر تلوار سے بھی لڑنا پڑے تو گریز نہ کریں کیونکہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور قوم کی تباہی

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ ع 8 16

اور اسی طرح قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں؟ (65) تو انکی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق لگتے ہو۔اور ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں (66) انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کے طرف سے بھیجا گیا پیغمبر ہوں۔ (67) میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں امین (اور تمہارا) خیر خواہ ہوں۔ (68) کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک بندے کے ذریعے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی، تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔اور یاد کرو جب اس نے تم کو نوح

کے بعد سردار بنایا اور تم کو پھلا ؤ دیا، پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ نجات پا سکو۔(69) وہ کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے۔ ان کو چھوڑ دیں؟ اگر تم سچے ہو تو جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو اسے لے آؤ۔(70) ہود نے کہا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہونا ضروری ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں۔ جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(71) پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔(72)

تشریح: ان آیات میں حضرت ہود علیہ السلام اور قوم ہود کا مختصر قصہ بیان کیا ہے۔ ہود علیہ السلام ایک نبی کا نام ہے یہ نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور سام کی اولاد میں ہیں۔ ہود علیہ السلام عاد کے بھائی ہیں۔ اسی لیے فرمایا (ان کے بھائی ہود) حضرت ہود علیہ السلام عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، عاد ایک بڑی زبردست طاقتور قوم کا نام ہے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد تھے اور یمن میں احقاف کے علاقے میں رہتے تھے۔ عاد کے تیرہ خاندان تھے۔ عمان سے لیکر حضر موت تک کی بستیاں آباد تھیں۔ ان کی زمینیں بڑی زرخیز اور باغات تھے۔ بڑے بڑے شاندار محلات بناتے اور ان میں خوشگوار زندگیاں گزارتے تھے، مضبوط، صحت مند، خوبصورت اور قد آور لوگ تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کو ہر طرح سے خوش حال اور فارغ البال بنا رکھا تھا۔ مگر یہی نعمتیں، برکتیں اور رحمتیں ہی ان کے لیے وبال جان بن گئیں کیونکہ وہ لوگ اپنی دولت، عزت اور تندرستی کے نشے میں اتنے بدمست ہوئے کہ کمزوروں پر ظلم کرنا اور اللہ کی ناشکری ان کا مذہب بن چکا تھا۔ بے شمار بت بنا رکھے تھے جن کی پوجا کرتے اور شرک میں بڑی طرح ڈوب چکے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان پر رحم فرمایا کہ انہی میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی اصلاح اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا کہ وہ لوگ گناہ سے نکل کر نیکی کا راستہ اختیار کریں۔ توحید کو سمجھیں اور بت پرستی کو چھوڑ کر اللہ وحدہ لاشریک کو اپنا رب سمجھیں مگر وہ لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اتنے ظالم اور مغرور ہو چکے تھے کہ کسی صورت میں بھی شرک کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہر طرح سے ان کو سمجھایا مگر وہ الٹا ان پر ہی الزامات لگاتے رہے۔ جیسا کہ قوم کے ساتھ ان کی بات چیت بڑی تفصیل سے آیات مذکورہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ بلکہ یہاں [تک قوم نے ان سے کہہ دیا کہ جو عذاب اللہ ہم پر لانا چاہتا ہے لے آئے''۔ تب اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح ان پر عذاب بھیج دیا جس کا ذکر ''معارف القرآن'' میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

''پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی۔ زمینیں برباد اور باغات اجڑ گئے مگر اس پر بھی لوگ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو پھر آٹھ دن اور سات راتوں تک ان پر شدید قسم کی آندھی کا عذاب مسلط ہوا۔ جس نے ان کے رہے سہے باغات اور محلات کو زمین پر بچھا دیا ان کے آدمی اور جانور ہوا میں اڑتے اور پھر سر کے بل آ کر گرتے تھے اس طرح یہ قوم عاد

پوری کی پوری ہلاک کر دی گئی جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ ''ان کی جڑ کاٹ دی۔'' صرف ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ و مامون رکھا جو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لا کر راہ ہدایت پر چلنے لگے تھے۔ اس قصہ میں ان تمام لوگوں اور قوموں کے لیے زبردست عبرت کا سبق دیا گیا ہے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں برکتوں اور فضل و کرم کی قدر نہیں کرتے شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اللہ سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں اور شیطان کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ یا قومیں اپنی طاقت، مال و دولت اور ہتھیاروں پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں تو پھر عذاب الٰہی سے اللہ رب العزت ان کو دنیا میں نیست و نابود کر دیتا ہے اور آخرت میں عذاب ان کو ملنا ہی ہے۔ مگر جو لوگ نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ میں نیکی کے تصور میں چار باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔

۱۔ ایمان، ۲۔ عبادت ۳۔ معاملات ۴۔ صبر۔

جو لوگ نیکی کے اس تصور کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں تو اللہ ان سے راضی ہو جاتا ہے اور قدرتی آفات کی سختی سے ان کو بچا لیتا ہے ورنہ یہی قدرتی آفات نافرمان لوگوں کے لیے شدید ترین عذاب کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ گویا زمین کو پاک صاف کرنے کے لیے قوم نوح علیہ السلام پر پانی کا عذاب آ گیا اور نیک لوگ بچ گئے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے فرمانبردار لوگوں سے دنیا دوبارہ آباد ہونا شروع گئی اس طرح قوم ہود تمام کی تمام نیست و نابود ہو گئی۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے فرمانبردار لوگ اللہ کے فضل سے بچ گئے اور پھر نیک لوگوں سے آبادی بڑھنے لگی۔ یہی طریقہ ہے قدرت کے کارخانے کا۔ زمین کو گناہوں سے پاک کرنے کا پہلا طریقہ رسول بھیجنا ہے اور لوگ اس طریقہ سے فائدہ نہ اٹھائیں اور اپنی بے راہروی سے باز نہ آئیں تو پھر زمین کی صفائی کا دوسرا اور آخری طریقہ عذاب الٰہی ہی ہے۔ کچھ پریشانیاں تو خود انسان اپنے لیے پیدا کر لیتا ہے چھوٹی سی مثال ماں اور بچے کی دی جا سکتی ہے۔ جو ماں اپنے بچے کو جھوٹ بولنا سکھاتی ہے، بدعہدی بزرگوں کی بے ادبی اور وعدہ خلافی غرض کوئی بھی اخلاقی برائی سکھاتی ہے تو بچہ اس بری عادت کو سب سے پہلے اپنے گھر اور اپنی ماں سے شروع کرتا ہے۔ اور یوں ماں اپنے لیے بے سکونی اور پریشانی کا دروازہ خود کھول لیتی ہے۔ پھر جب یہی بچہ بڑا ہو کر میدان عمل میں نکلتا ہے تو پھر دنیا کے لیے لوگوں کے لیے اپنے ملک اور اپنے ادارہ کے لیے ایسی ایسی پریشانیاں، تباہیاں اور مشکلات کھڑی کرتا ہے کہ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہے۔ ایسا شخص چوری، جھوٹ، غیبت، قتل، فریب کاری اور فساد سے بے سکونی کا سبب بنا رہتا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ماں نے خود اپنے لیے بہت بڑی مصیبت کو جنم دے دیا یعنی اپنا کھودا ہوا گڑھا اپنے ہی کام آ گیا۔ اور پھر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک فرد کے گناہ نے پورے معاشرے اور پوری انسانیت کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہیوں اور پریشانیوں کے حوالے کر دیا۔ ایسے بدکردار انسان کی ماں کا حال اس دنیا میں تو جو ہوگا سو ہوگا آخرت میں بھی وہ دردناک عذاب کے سوا کچھ نہ پا سکے گی۔ قدرتی آفات سے بچنے کے لیے نیکی کی ڈھال ہر وقت تیار رکھنی چاہیے۔ مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کو ان کے فرمابردار بندوں کو اللہ نے بچا لیا جبکہ نافرمان قوم صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اسی طرح ایک قصہ ثمود کا بیان کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

قومِ ثمود کی بربادی

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿73﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿74﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿75﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿76﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿77﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿78﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿79﴾

قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تو صالح نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس رب کی طرف سے ایک دلیل آ چکی ہے یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے تو اسے آزاد چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین پر چرتی پھرے اور تم اسے بُری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ دردناک عذاب تمہیں پکڑے گا۔(73) اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو۔ اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔(74) تو ان کی قوم کے مغرور سردار غریب لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے کہنے لگے بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! جو چیز وہ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اس پر بلا شبہ ایمان رکھتے ہیں۔(75) تو مغرور سردار کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اس کو نہیں مانتے۔(76) آخر انہوں نے اونٹنی کی کونچوں کو کاٹ ڈالا اور اپنے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور کہنے لگے کہ صالح جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم اللہ کے پیغمبر ہو تو ہم پر لے آؤ۔(77) تو ان کو زلزلے نے آ پکڑا اور پھر اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(78) پھر صالح ان سے نا اُمید ہو کر پھرے اور بولے کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی، مگر تم ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔(79)

تشریح:۔ ان آیات میں قوم ثمود کا تعارف، ان کے طور طریقے اور پھر عذاب کا بیان ہے اور پھر ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی تعلیمات اور ناقۃ اللہ کا ذکر ہے۔ قوم ثمود: یہ قوم عاد کے بعد بڑی مشہور قوم وجود میں آئی یہ الحجر میں رہتے تھے۔ الحجر حجاز اور یمن کے

درمیان میں واقع ہے۔ یہ قوم بھی عاد کی طرح بے حد مضبوط، صحت مند، خوشحال اور ہنر مند قوم تھی یہ پہاڑوں کو کاٹ کر بڑے بڑے محلات بناتے تھے۔ اور مذہب کے لحاظ سے یہ بھی اللہ کو تو ضرور مانتے تھے۔ مگر پچھلی قوم کی طرح ان کا بھی خیال تھا کہ اللہ سارے کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انہوں نے بھی کئی قسم کے بت بنا رکھے تھے جن کی پوجا کرتے تھے۔ قوم عاد کی طرح یہ بھی انتہائی خودسر، مغرور، ظالم اور مشرک لوگ تھے۔ کمزوروں پر خوب ظلم کرتے اور اپنی طاقت میں مغرور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ان کی بے راہ روی کی وجہ سے الہ العالمین نے انہی کی برادری میں سے ایک نیک اور پرہیز گار انسان کو جن کا نام صالح علیہ السلام تھا رسول بنا کر ہدایت دینے کے لیے مقرر کر دیا۔ عاد اور ثمود ایک ہی دادا کی اولاد میں دو آدمیوں کا نام ہے ارض القرآن میں مولانا سید سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''ان کی تعمیری یادگاریں ابھی باقی ہیں اور ان پر ارمی اور ثمودی خط میں کتبے منقوش ہیں۔ دنیا کی ثروت اور دولت کا عموماً یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ اور آخرت سے غافل ہو کر غلط راستوں پر پڑ جاتے ہیں۔ قوم ثمود کا بھی یہی حال ہوا۔'' قوم نوح اور قوم عاد کی تباہی ان کے سامنے موجود تھی کیونکہ ان کی تباہ شدہ وادیوں میں یہ لوگ آباد ہوئے مگر دولت کا نشہ اتنا نقصان دہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی سرکشی، نافرمانی اور شرک میں وہی راستے اختیار کر لیے جو انہوں نے اختیار کر رکھے تھے۔ ان میں فرق صرف اتنا تھا کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمیں ایک خاص معجزہ دکھائیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے جبکہ پہلی دو قوموں نے اپنے نبی سے یہ فرمائش نہ کی تھی اصل میں ہدایت پانے والے لوگوں کو معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی یہ تو ایک بہانہ ہوتا ہے اپنے رسول کو تنگ کرنے کا کیونکہ جنہوں نے ایمان نہیں لانا ہوتا وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ یہی کام قوم ثمود نے کیا۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا اگر واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو اس پہاڑ سے زندہ اونٹنی نکال دو اور وہ نکلتے ہی اپنے برابر کا بچہ بھی دے۔ اس پہاڑی کا نام تبع ہے اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور بہت سے لوگوں نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا بہت سے لوگ ایمان لے آئے مگر بڑے بڑے سردار اپنی اکڑ میں جوں کے توں مشرک ہی رہے۔

پھر اللہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اس اونٹنی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائے گا، بلکہ یہ آزاد پھرے گی اور اللہ کی زمین سے کھائے پیے گی۔ اس حکم کو کچھ عرصہ تو قوم ثمود نے مان لیا کیونکہ اس حکم کی نافرمانی پر ان کو بتایا گیا تھا کہ اللہ ان سے ناراض ہو کر پہلی قوموں کی طرح ان پر عذاب نازل کرے گا اور ان کو نیست و نابود کر دے گا۔ مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور وہ ہلاک ہو گئی۔ تب اللہ نے ان پر بڑا سخت زلزلہ کا عذاب نازل کیا اتنا شدید زلزلہ تھا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو بچ گئے۔ اور نافرمان مشرک لوگ پہلی نافرمان قوموں کی طرح عبرت کا سبق چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ سبق یہی ملتا ہے کہ عزت، دولت، شہرت، صحت و توانائی یہ سب اللہ رب العزت کی خاص نعمتیں، برکتیں اور فضل و کرم کی نشانیاں ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ انسان کی آزمائش بھی ہوتی ہے کہ اللہ سے غافل ہو کر اخلاق، مذہبی اور انسانیت کی حدود سے باہر ہو کر زندگی تو نہیں گزارنے لگے۔ اللہ رب العزت نے جو ہنر عاد و ثمود کے لوگوں کو دیا تھا وہ فن تعمیر کی بلندیوں کو چھو رہا

تھا۔ایسی صنعت ہندوستان میں ایلورا، ایجنٹہ اور بعض دوسرے مقامات پر پائی جاتی ہے۔

مدائن صالح میں اب تک ان کی بنائی ہوئی عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں جو اس قوم کی فن تعمیر کا حیرت انگیز کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہیں مقصد یہ کہ اللہ تو ہمیں اس قدر رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور ہم اس کے ناشکرے، نافرمان اور مشرک بن کر دنیا میں شر وفساد، گمراہی اور قتل وغارت گری کا سبب بن کر آلودہ زندگیاں گزاریں۔ گو کہ اس تمام نااہلی کا اللہ کی ذات کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس کو اس بات سے فرق پڑتا تو وہ قادر مطلق ہے تمام لوگوں کو نیک بنادیتا مگر یہ فرشتوں کی صفت ہے انسان کو اس نے اپنے اس پروگرام کے تحت پیدا کیا ہے کہ دیکھو یہ اپنے ارادہ سے کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔ گناہ یا نیکی؟ علم دے دیا۔ ہدایت دے دی اور پھر اختیار دے دیا۔قرآن پاک اور تمام آسمانی کتابیں رشد وہدایت کا ہی سبق دیتی ہیں اور بار بار یاد دلاتی ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اس کے بعد اعمال کا حساب کتاب ضرور ہوگا اور پھر جنت یا دوزخ ضرور ملے گی اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔

آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب آنے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لے کر یمن کے علاقے حضر موت چلے گئے۔ان کو قوم کے رویہ، ان کے عذاب اور تباہی کا بڑا سخت صدمہ پہنچا تھا جو انہوں نے بڑے ہی افسوس سے یہ کہا کہ ''اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر افسوس کہ تم خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔''

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے سفر میں رسول ﷺ اور صحابہ کرام کا گزر اس مقام حجر پر ہوا، جہاں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ اس عذاب زدہ بستی کی زمین میں کوئی نہ جائے اور نہ ہی اس کے کنویں کا پانی استعمال کرے (از معارف القرآن)

اللہ سے دعا ہے وہ دنیا کی محبت اور دولت کے نشے سے محفوظ رکھے اور آزمائشوں میں پورا اترنے کی پوری پوری توفیق دے اور ہماری آنکھوں کا پردہ ان سب چیزوں کو نہ بنائے ہمیں نیکی کی راہ اور قرآن وسنت کا پابند بنائے۔

قوم لوط کا گناہ اور عذاب

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا
اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ ؗ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع 10 12 17

اور اسی طرح جب ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل دنیا میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا ﴿۸۰﴾ تم نفسانی خواہش پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔(81) تو ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور یوں بولے کہ ان (لوگوں یعنی لوط اور ان کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔(82) تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیا مگران کی بیوی نہ بچی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔(83) اور ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا سو دیکھ لو کہ گناہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟(84)

تشریح: انبیاء اور ان کی قوموں کے قصوں کا جو سلسلہ چل رہا ہے ان میں سے یہ چوتھی قوم لوط ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں یوں کیا گیا ہے۔ لوط علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بت پرست والد اور تمام خاندان کو چھوڑ کر عراق سے شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ اور بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں اور حضرت لوط علیہ السلام اردن چلے گئے وہاں ان کو حکم ہوا کہ سدوم شہر کے مضافات میں چلے جاؤ اور وہاں کے لوگ بدراہ ہو چکے ہیں انکو راہ ہدایت دکھاؤ۔

سدوم والوں میں کسی قسم کی کمی نہ تھی بڑے سرسبز و شاداب زمین و باغات کے وہ مالک تھے اور ہر طرح سے فارغ البال تھے تو وہ بجائے شکر کے الٹا گناہوں کی دلدل میں پھنس گئے۔ خاص طور سے انہوں نے ایک سخت اور نقصان دہ گناہ کا عادی اپنے آپ کو بنالیا تھا کیونکہ ان سے پہلے کسی قوم نے یہ سخت گناہ نہ کیا تھا۔

گناہ یہ تھا کہ اپنی فطری اور نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لیے بجائے اپنی عورتوں کے جوان لڑکوں سے اپنی خواہش کو پورا کرتے تھے۔ اور اس انتہائی گندے گناہ کی وجہ سے خاندان تباہ ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے نفسانی خواہش کو جائز طریقہ سے پورا کریں اور پھر دوسری طرف اس کے پورا ہونے سے اولاد جیسی نعمت بھی حاصل ہوتی ہے اللہ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تو یہ ویسے ہی بے مقصد کام نہیں بلکہ انسان کے جوڑے سے گھر آباد ہوتے ہیں اور محلے، شہر، ملک اور دنیا کی آبادی بڑھتی ہے۔ مگر قوم لوط نے اس فطرت کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیویوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے لذت حاصل کرنا شروع کر دی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس بے ہودہ اور نقصان دہ کام سے منع کیا تو الٹا ان کو ہی وہاں سے چلے جانے کو کہہ دیا۔ اور بالکل ٹس سے مس نہ ہوئے اپنے برے کام کو ٹھیک سمجھ کر کرتے رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ اس قوم کی تباہی کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایمان نہ لائی تھی اور اپنی گناہگار قوم کی طرفدار تھی لہٰذا وہ بھی عذاب کا نشانہ بن گئی۔ عذاب ان پر آیا کہ اللہ کی قدرت سے ان پر پتھروں کی شدید بارش ہوئی۔ یعنی آسمان سے پتھر برسنے لگے اور یوں پوری قوم تباہ برباد ہوگئی۔

معارف القرآن میں اس جگہ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے لکھتے ہیں "اور یہ منظر آج بھی موجود ہے بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان آج بھی یہ قطعہ زمین بحر لوط یا بحر میت کے نام سے موسوم ہے اس کی زمین سطح سمندر سے بہت گہرائی میں ہے

اوراس کے ایک خاص حصہ پر ایک دریا کی صورت میں پانی موجود ہے جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا اسی لیے اس کو بحر میت کہتے ہیں یہی مقام سدوم کہلاتا ہے۔تو ایک عبرت ناک قصہ تھا جو گزر چکا افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں جدید مغربی تہذیب میں اس گندے اخلاقی جرم کے حق میں زبردست پروپیگنڈا کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض ملکوں کی مجالس قانون ساز نے اسے باقاعدہ جائز ٹھہرا دیا ہے، حالانکہ طبی، اخلاقی اور انسانی فطرت کے لحاظ سے صاف طور پر یہ غیر فطری کام انتہائی گندا، نقصان دہ اور جرم کی حد تک ناجائز ہے۔ یہ گناہ بے شمار واضح نقصانات کا پیش خیمہ ہے۔تو رب العالمین نے اس گناہ کی روک تھام کے لیے ایک خوفناک بیماری ایڈز پیدا کر دی ہے کہ اس مہلک بیماری کے ڈر سے یہ تہذیب وتمدن کے علمبردار لوگ اس خبیث گناہ سے بچنا شروع کر دیں اور دنیا اس کی تباہ کاریوں سے بچ سکے اللہ تمام مخلوق کو اپنی امان میں رکھے۔آمین

مدین کا انجام اور سبق آموز بیان

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿85﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿86﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿87﴾

اور اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے تو تم ماپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔ اگر تم ایمان والے ہو تو سمجھ لو یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔﴿85﴾ اور ہر راستہ پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہو۔ اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تم کو بڑی جماعت بنا دیا اور دیکھ لو خرابی کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟﴿86﴾ اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔﴿87﴾

تشریح: مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب میں ہے اس کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے واقع تھا۔ یہ بہت بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانہ میں تجارتی شاہراہ جو یمن، مکہ اور ینبوع سے ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی۔ دوسری شاہراہ جو

عراق سے مصر کو جاتی تھی۔ اسکے عین چوراہے پر ان کی بستیاں آباد تھیں اسی لیے مدین کافی مشہور جگہ تھی۔ اور پھر بعد میں عربوں کے تجارتی قافلے مصر و شام جاتے ہوئے مدین کے کھنڈرات کے بیچ میں سے گزرتے تھے اہل مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں اس قوم کو دین حق کی آواز حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعے ہی پہنچی۔ حضرت شعیب علیہ السلام یہ اللہ کے رسول ہیں مدین کی ہی اولاد میں سے ہیں۔ اسی لیے ان کو بھائی کہا گیا ہے۔ اصحاب الایکہ جو ان کی ہمسایہ قوم تھی اس کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام ہی مقرر کیے گئے تھے حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی کی صفات عطا کر رکھی تھیں اسی لیے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔

قَالَ الْمَلَاُ

قومِ شعیب پر عذاب الٰہی

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿88﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ
مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ
رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿89﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ
اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿90﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿91﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿92﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ
اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿93﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ ع 11/9/1
اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿94﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿95﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا
لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿96﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ
الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿97﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ
یَلْعَبُوْنَ ﴿98﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿99﴾ اَوَ لَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ ع 12/6/2
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿100﴾ تِلْكَ
الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ
قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿101﴾ وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ
اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿102﴾

تو ان کی قوم کے سردار اور بڑے لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب! یا تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارا مذہب قبول کرلو۔ انہوں نے کہا کہ خواہ ہم تمہارے دین سے بیزار ہوں تب بھی۔ ﴿88﴾ اگر اس کے بعد کہ اللہ ہمیں نجات دے چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو گویا ہم نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا اور ہمیں قطعاً لائق نہیں کہ ہم دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائیں ہاں! اللہ جو ہمارا رب ہے اگر وہ چاہے (تو پھر ہم مجبور ہیں) ہمارے رب کا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے رب! ہماری قوم اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا

ہے۔ (89) اور ان کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے کہ بھائیو! اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو گویا تو خسارے میں پڑ گئے۔ (90) تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (91) یہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا ایسے برباد ہوئے گویا وہ ان میں کبھی آباد نہ ہوئے تھے غرض جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے۔ (92) تو شعیب ان میں سے نکل آئے اور کہا بھائیو! میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی، تو میں کافروں پر عذاب نازل ہونے سے رنج و غم کیوں کروں۔ (93) اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے لوگوں کو (جو ایمان نہ لائے) دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔ (94) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ مال و اولاد میں زیادہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا دکھ اور رنج ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے۔ تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا، جبکہ وہ اپنے حال میں بے خبر تھے۔ (95) اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ (96) کیا بستی (مکہ) والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ بے خبر سو رہے ہوں۔ (97) اور شہر والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ (98) کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر کا ڈر نہیں رکھتے۔ سن لو کہ اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہوں۔ (99) کیا ان لوگوں کے لیے اہل زمین کے مر جانے کے بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ بات ہدایت دینے والی نہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔ (100) یہ بستیاں ہیں جن کے حالات ہم آپ کو سناتے ہیں اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لیکر آئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اسے مان لیں۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ (101) اور ہم نے ان میں سے بہتوں میں عہد کا نباہ نہیں دیکھا اور ان میں بہتوں کو دیکھا تو بدکار ہی دیکھا۔ (102)

تشریح: مدین کی قوم پچھلی قوموں، یعنی قوم نوح، عاد، ثمود، اور قوم لوط کی طرح اخلاقی، مذہبی اور تعلیمی لحاظ سے بالکل بگڑ چکی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری اٹھائی، یہ واقعہ یہاں صرف اس لیے بیان کیا گیا کہ چونکہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور اس وقت اہل مکہ کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا تو لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے ان کو ان تمام قوموں کے حالات اور انجام بتایا گیا کہ عرب لوگ سبق سیکھیں اور راہ ہدایت اختیار کریں۔ اہل مدین اس وقت شرک، بددیانتی، جھوٹ فریب، ظلم، قتل و فساد غیر اخلاقی و کرداری کی انتہائی پستیوں میں پڑے ہوئے تھے سب سے بڑی خرابی جو ہر خرابی کی بنیاد ہے، یعنی شرک اور بددیانتی (ناپ تول میں دھوکہ۔) ان کا خیال تھا کہ تجارت اور سیاست بد معاشی کے بغیر نہیں چلتی، اس لیے وہ دنیاوی فائدوں کے لیے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق سے بالکل عاری تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے آگے جھکو اور نیکی کی طرف آؤ۔ تا کہ اس زندگی کو بھی بہتر طریقے سے گزار سکو اور آخرت میں بھی جنت حاصل کر سکو۔

جب حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سے کچھ لوگ ان کی طرف آنا شروع ہوئے تو شیطانی گروہ جگہ جگہ راستوں میں ان کو روک کر بد راہ کرنے کی کوشش کرتا۔ جیسا کہ ہمیشہ سچ اور جھوٹ کی جنگ ہوتی رہتی ہے۔ پیغمبر نے ان کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن ان میں سے اکثر نے انکار کیا اور ان سے کہا آپ اپنے ماننے والوں کو ہماری بستی میں سے لیکر چلے جائیں تب پیغمبر نے ان کو بتایا کہ تمہارے اوپر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ تو اس پر وہ بالکل ڈھیٹ ہو کر بولے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں دکھ اور تنگی اور خوشحالی تو دنیا کا دستور ہے ایسے ہی ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی ہوا۔ یہ عذاب وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ اصل میں ان کے دل اس قدر سیاہ ہو چکے تھے کہ ان میں نور الٰہی کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی تھی ایسے ہی لوگوں کے لیے رب العزت فرماتے ہیں کہ ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے دراصل مہر لگنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ضمیر اور روح اس قدر گناہوں میں ڈوب چکی ہے کہ ان کو گناہ برا نہیں لگتا وہ برائی کو ہی اچھائی سمجھتے ہیں ان کی آنکھیں گناہوں کے اندھیروں کی اتنی عادی ہو چکی ہوتی ہیں کہ وہ نیکی کا نور دیکھ ہی نہیں سکتیں جیسا کہ ایک اندھا آدمی روشنی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اسی طرح ان کے کان برائی سننے کے عادی ہو چکے ہیں کہ کسی بھی قسم کی اچھی بات وہ سنیں تو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اسی لیے ایسے لوگوں کے لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں پر ہم نے مہر لگا دی ہے وہ نہ نیک بات سن سکتے ہیں نہ نیکی کی راہ دیکھ سکتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کو اللہ دنیا میں عذاب دیتا ہے۔ ان کو اپنی قدرتی آفات میں سے کسی کا شکار بنا دیتا ہے اور ان کا نام ونشان ہی مٹ جاتا ہے۔ جن قوموں کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے وہ صرف عبرت دلانے کے لیے کیا گیا ہے ورنہ اس دنیا میں بے شمار قومیں، شہر اور ملک اللہ کی نافرمانی کے سبب نیست ونابود کر دیے گئے۔ اللہ رب العزت پہلے پیغمبر بھیجتے ہیں، پھر تھوڑی تنگی ترشی، پھر خوشحالی یہ سب انسان کی آزمائش کے لیے ہوتا ہے۔ تنگی میں صبر اور دعا کرنی چاہیے۔ خوشحالی میں شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن جو لوگ ان تمام باتوں سے لاپرواہیں ان کو دنیا میں عذاب اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ملنا ضروری ہے قرآن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

''لوگوں سے کہہ دو کہ زمین کی سیر کریں اور دیکھیں کہ کافروں کا کیا انجام ہوا۔'' (الانعام آیت:۱۱)

یہ عبارت اللہ کی اس کتاب کی ہے جو نہ ماضی میں جھٹلائی گئی نہ آئندہ جھٹلائی جا سکے گی۔ (حم سجدہ آیت:۴۲)

''اسلام میں سائنس اور تہذیب'' میں سید حسین نصر لکھتے ہیں۔

احادیث زمانہ ماضی میں نیکوکاروں کا جہاں ذکر آیا ہے وہاں حضرت عیسیٰ بن مریم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ''یہ دنیا سرائے فانی اور محض دیکھ لینے کی چیز ہے۔ تم اس میں مسافرانہ زندگی بسر کرو اور سابقہ نسلوں کے آثار دیکھ کر عبرت پکڑو۔''

قرآن میں جگہ جگہ موت، آخرت، قیامت اور حساب کتاب کا ذکر آیا ہے۔ اہل مدین کو یہی سمجھاتے سمجھاتے حضرت شعیب بے بس ہو گئے تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے اور میرے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ لوگ زبردستی پر اتر آئے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے ان کو سبق سکھانے کے لیے اس قدر زور کا زلزلہ وارد کیا کہ سب کے سب نیست ونابود ہو گئے۔ حضرت

شعیب علیہ السلام وہاں سے نکل چکے تھے۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مطلب یہ سمجھانا ہے کہ اللہ کی قدرت اور عظمت کو جان کر اس پر ایمان لے آنا کوئی مشکل بات نہیں۔ اور پھر رسول کی بات مان کر نیک اعمال اختیار کر کے اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت میں ہمیشہ کی زندگی گزارنے کے لیے نیک اعمال کا خزانہ لے جانا بہتر ہے یا کہ شیطانی زندگی گزار کر آخرت میں جہنم میں جانا اچھا ہے۔ چاہے کوئی عذاب سے مرے یا قدرتی آفات سے، اس دنیا سے ہر صورت رخصت ہونا ہے۔ نبی کی ہر بات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی باعث نجات ہے ہمارا بھی وہی حشر ہو سکتا ہے جو ان گزری ہوئی نافرمان قوموں کا ہوا ہے اور آخرت میں تو ان کا حشر اور بھی برا ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ جو لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے کر لیں، پھر ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے، پھر ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اس کفر کے بدلے میں جو یہ کرتے تھے۔

(یونس آیات: ٦٩ تا ٧٠)

آل فرعون کی غرقابی اور بنی اسرائیل کا عبرتناک بیان

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِيْنَ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ
اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
ع 13 9 3 بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِيْمٍ﴿۱۱۲﴾ وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا
سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۚ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا
صٰغِرِيْنَ ۚ﴿۱۱۹﴾ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۚۖ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ﴿۱۲۲﴾ قَالَ
فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (123) لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (124) قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (125) وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا
مُسْلِمِيْنَ (126) وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَ ع 14 18 4
اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ (127) قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (128) قَالُوْۤا
اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ
فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (129) وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ ع 15 3 5
يَذَّكَّرُوْنَ (130) فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ
اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (131) وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ
فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (132) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ
مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (133) وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (134) فَلَمَّا
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (135) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (136) وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ
مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (137) وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ
يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (138)
اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (139) قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ (140) وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (141) وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ ع 16 12 6
مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ (142) وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ
لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى
صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (143) قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى

النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿144﴾ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿145﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا
يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿146﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿147﴾ وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا ع 17 6 7
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿148﴾ وَ لَمَّا
سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
﴿149﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ
وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ۖ
فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿150﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ
رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿151﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ ع 18 4 8
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿152﴾ وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ
اٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿153﴾ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَ فِيْ
نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿154﴾ وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ
فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ
خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿155﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ
هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿156﴾

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا
سو دیکھ لو خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ﴿103﴾ اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون! میں یقیناً رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ ﴿104﴾ میرے
شایانِ شان یہی ہے کہ میں جو کہوں سچ کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی دلیل (معجزات) لیکر آیا ہوں سو بنی اسرائیل کو
میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ ﴿105﴾ فرعون نے کہا اگر نشانی لیکر آئے ہو، اگر سچے ہو تو لاؤ دکھاؤ۔ ﴿106﴾ موسیٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ

سچ مچ کا اژدھا بن گیا۔(107) اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے چمکدار دکھائی دینے لگا۔(108) تو قوم فرعون کے سردار کہنے لگے کہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔(109) اس کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ بھلا تمہارا کیا خیال ہے؟(110) پھر انہوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال اسے اور اس کے بھائی کے معاملے کو موقوف رکھیے اور شہروں میں نقیب بھیج دیجیے۔(111) کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔(112) چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جادوگر فرعون کے پاس آپہنچے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں انعام دیا جائے۔(113) فرعون نے کہا ہاں! ضرور اور تم مقربوں میں شامل کر لیے جاؤ گے۔(114) جب دونوں فریق مقررہ دن پر جمع ہوئے تو جادوگروں نے کہا کہ موسیٰ! یا تو تم جادو کی چیز ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں۔(115) موسیٰ نے کہا تم ہی ڈالو جب انہوں نے جادو کی چیزیں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (اور لاٹھیوں اور رسیوں سے سانپ بنا بنا کر) انہیں ڈرا دیا اور بڑا جادو دکھایا۔(116) اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ تو وہ (فوراً سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے جھوٹے شعبدے کو ایک ایک کر کے نگلنے لگا۔(117) پھر سچ ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے جھوٹ ثابت ہو گیا۔(118) فرعون اور اس کے ساتھ مغلوب ہوئے اور ذلیل ہو کر لوٹ گئے۔(119) جادوگر یہ کیفیت دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔(120) اور کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔(121) (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔(122) فرعون نے کہا کہ اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آؤ بیشک یہ فریب ہے جو تم سب نے مل کر شہر میں کیا ہے۔ تاکہ شہر والوں کو یہاں سے نکال دو۔ سو عنقریب تمہیں اس کا انجام پتہ چل جائیگا۔(123) پہلے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔(124) وہ بولے کہ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔(125) اور اس کے سوا تجھے ہماری کونسی بات بری لگی ہے جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر اور استقامت کے دروازے کھول دے، ہم مریں تو مسلمان ہی مریں۔(126) فرعونی سردار کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے تاکہ وہ ملک میں خرابی کریں، آپ سے اور آپ کے معبودوں سے دستبردار ہو جائیں وہ بولے کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے بیشک ہم ان پر غالب ہیں۔(127) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ زمین تو اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور آخر تو بھلا ڈرنے والوں کا ہی ہے۔(128) وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر ڈالے اور اس کی جگہ تمہیں خلیفہ بنادے ور پھر دیکھے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔(129) اور ہم نے فرعونیوں کو قحط اور پھلوں کے نقصان میں پکڑا تاکہ نصیحت حاصل کریں۔(130) تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور جب سختی پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے رفیقوں کو بدشگونی بتاتے۔ دیکھو! ان کی بدشگونی اللہ کے ہاں لکھ دی گئی مگر ان میں اکثر نہیں جانتے۔(131) اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لاؤ تاکہ اس سے ہم پر جادو کرو، مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔(132) تو ہم

نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں اور مینڈک وخون (یعنی) کتنی ہی کھلی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی
گناہ گار۔ (133) اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو۔ جیسا اس نے تم سے عہد کر رکھا
ہے۔ اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر بھی ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ (134)
پھر ہم ایک مدت تک ان سے عذاب کو دور کر دیتے تو پھر عہد کو توڑ ڈالتے۔ (135) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر ہی چھوڑا کہ ان کو دریا میں
ڈبو دیا اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے بے پروائی کرتے تھے۔ (136) اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تو ان کو زمین شام
کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا جس میں ہم نے برکت دی تھی اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے تمہارے اللہ
کا کیا ہوا مبارک وعدہ پورا ہوا۔ فرعون اور قوم فرعون جو محل بناتے اور انگور کے باغ جو چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔ (137)
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کی عبادت کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔ بنی
اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ جیسے ان کے لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا بلاشبہ تم بڑے
جاہل لوگ ہو۔ (138) بیشک جس کام میں یہ لوگ پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں بے ہودہ ہے۔ (139)
اور (یہ بھی کہا کہ) بھلا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی
ہے۔ (140) اور (ہمارے ان احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے ہاتھ سے نجات بخشی، وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے،
تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔ (141)
اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ مقرر کیا، پھر اسے دس مزید راتوں سے مکمل کیا تو اس کے رب کی چالیس راتوں کی میعاد پوری
ہو گئی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو۔ ان کی
اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے نہ چلنا۔ (142) جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے
رب نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے رب العزت! مجھے جلوہ دکھا میں تیرا دیدار بھی کروں۔ اللہ نے کہا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ
سکو گے۔ ہاں! پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے جب اللہ رب العزت نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ ریزہ
ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا
ہوں۔ اور ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہوں۔ (143) (اللہ نے) فرمایا: موسیٰ! میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے
لوگوں میں ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ رکھو اور میرا شکر بجا لاؤ۔ (144) اور ہم نے تورات کی تختیوں میں ان کے
لیے ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، تو (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو ان میں درج
ہیں اور بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔ (145) جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں
انکو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا۔ اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے

اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ بنالیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے۔(146) اور جن لوگوں ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور یہ جیسے عمل کرتے رہے ان کو ویسا ہی بدلہ ملے گا۔(147) اور اس کی قوم نے موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد اپنے زیورات کا ایک بچھڑا بنالیا وہ ایک جسم تھا کہ جس میں سے گائے کی آواز نکلتی تھی۔ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات کرسکتا ہے۔ نہ ان کو رستہ دکھا سکتا ہے، اس کو انہوں نے معبود بنالیا اور اپنے حق میں ظلم کیا۔(148) اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہوگئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔(149) اور موسیٰ جب اپنی قوم میں نہایت غصے میں اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بڑی بُری نیابت کی۔ کیا تم نے اپنے رب کا حکم، (یعنی میرا اپنے پاس آنا جلد چاہا) اور (غصہ میں) تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی! لوگ مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ قتل ہی کر ڈالیں تو آپ ایسا کام نہ کریں کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیں۔(150) تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔(151) (اللہ نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا ان پر اللہ کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت نصیب ہوگی اور ہم افتراپردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(152) اور جنہوں نے بُرے کام کیے، پھر توبہ کرلی اور اس کے بعد ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(153) اور جب موسیٰ کا غصہ اتر گیا تو اس نے تختیاں اٹھالیں اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔(154) اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب کرکے کوہ طور پر حاضر کیے۔ جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے رب العزت! اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھے پہلے ہی ہلاک کردیتا۔ کیا تو اس کام کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کردے گا یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جسے چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے ہدایت بخش دے تو ہی ہمارا کارساز ہے، تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔(155) اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع کرچکے۔ فرمایا کہ یہ میرا عذاب ہے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے، زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔(156)

تشریح: یہ طویل واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے حالات پر مبنی ہے یہ بھی پچھلے قصوں کی طرح مسلمانوں کو سبق سکھانے اور عبرت دلانے کے لیے بیان کیا گیا ہے یہ بیان مختلف قسم کے سبق آموز اور حیرت انگیز واقعات سے بھرا ہوا ہے گو کہ یہ اہل مکہ کو راہ راست پر لانے، ان میں ہمت و استقلال پیدا کرنے اور حق و باطل کی جنگ میں حق کی فتح و کامرانی دکھانے اور پھر اللہ رب العزت کا دستور

العمل بتانے کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ وہ کبھی دکھ سے آزماتا ہے کبھی فراخی سے آزماتا ہے۔گزشتہ آیات کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ تمام حقیقتیں بڑی واضح صورت میں انسانوں کے سامنے آجاتی ہیں۔اوران تمام بیانات کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہے۔یہ ہرزمانے کے ہرانسان اور ہر مذہب کے پیرو کے لیے سبق کا ذریعہ بن سکتا ہے زبردستوں کو انکی شکست اور کمزوروں کو ان کی فتح کا نقشہ اچھی طرح سمجھایا گیا ہے۔اللہ کی عظمت،قدرت اور نظام کا جیتا جاگتا ثبوت اس بیان میں جگہ جگہ پیش کیا گیا ہے۔

مختصراً بتانا چاہوں گی کہ فرعون کون تھا؟ بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کون تھے؟ باقی تفصیلات آیات میں بیان ہو چکی ہیں۔فرعون کا مطلب ہے سورج دیوتا کی اولاد،اسی لیے ہر شاہی خاندان جو مصر میں برسر اقتدار آتا ہے اور جو جانشین ہوتا خود کو فرعون کہلاتا یہ یقین دلانے کے لیے کہ سب لوگوں کا رب میں ہوں۔(نعوذ باللہ)

فرعون کا علاقہ شام سے لیبیا تک اور بحر روم کے سواحل سے حبش تک پھیلا ہوا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ ہستی ہیں کہ انسانیت کی تمام صفات آپ میں موجود تھیں آپ بہترین انسان کہلانے کے قابل تھے پیغمبرانہ خصوصیات آپ میں پوری طرح موجود تھیں۔حسن تدبر میں آپ کو کمال حاصل تھا۔آپ کی والدہ نے حالات سے مجبور ہو کر آپ کو پیدائش کے بعد صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا تھا اور آپ نے فرعون کے گھر میں ہی پرورش پائی۔کوہ طور پر اللہ نے ان سے کلام کیا اور کلیم اللہ کہلائے آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبی بنایا اور موسیٰ کا مددگار بنایا۔حضرت موسیٰ کو معجزات بھی دیئے گئے۔اوپر دیئے گئے مضمون کا ذکر تفصیل سے سورۃ البقرہ میں اور پھر سورۃ الاعراف کی کثیر آیات میں بیان ہو چکا ہے۔یہاں مختصراً تمام واقعات کو دہرایا گیا ہے۔فرعون تو غرق ہو گیا۔اور یہ مقام بحر احمر ہے غالباً موجودہ سویز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا۔مصر سے نکلنے کے بعد آپ اپنی قوم کے ساتھ بنی صالح اور کوہ سینا کے درمیان وادی الشیخ میں وارد ہوئے۔یہاں اللہ نے آپ کو کوہ سینا پر طلب کیا اور بنی اسرائیل کے لیے شریعت عطا کی۔اور اسی وادی میں قوم نے گئوسالہ(گائے)پرستی شروع کی اور پھر معافی مانگنے کے لیے ستر آدمی کوہ طور سینا پر گئے اللہ سے دیدار کا مطالبہ کیا جو گستاخی میں شمار ہوا اور اللہ نے ان پر زلزلہ کا عذاب ڈالا ان پر بجلی گری اور وہ فوت ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر ان کو دوبارہ زندہ کر دیا گیا اور معافی بھی مل گئی۔آخر میں اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل وکرم کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ وہ اصل میں رحیم و کریم ذات ہے اور اسی کے رحم وکرم پر پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے اس کا غضب صرف اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب بندے حد سے نکل جاتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیے گئے بیان میں اور پہلے بیان کیے گئے تمام بیانات میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی زندگی صرف اپنے لیے نہیں ہوتی۔بلکہ وہ خلیفۃ اللہ ہوتے ہوئے ہمیشہ کمزور کا مددگار اور ظالموں کا دشمن رہا ہے توکل علی اللہ مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور ایمان اس کی طاقت ہے۔جب بھی وہ نعرۂ تکبیر لگا کر میدان میں اترتا ہے تو کوئی بھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔جیسا کہ فرعون جیسا جابر ظالم اور طاقتور مغرور دریا میں ڈوب مرا اور

کچھ نہ کر سکا۔ پھر یہی قوم بنی اسرائیل ذلیل وخوار ہوگئی جب اس نے اللہ کے احکام سے منہ موڑ لیا اور چالیس سال تک صحرا میں بھٹکتی رہی۔ قرآن پاک کا انسانوں کو سمجھانے کا یہ طریقہ بڑا منفرد اور بڑا موثر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لیے دوں گا جو پرہیز گاری کرتے زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (الاعراف، آیت: ۱۵۶)

خاتم الانبیاء کے مناصب اور صفات

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿157﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿158﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿159﴾ ع 19/6/9

وہ نبی امی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں، جن کے بارے میں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق اُتارتے ہیں اور جن لوگوں نے ان کی حمایت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی کامیاب ہونے والے ہیں ﴿157﴾ (اے محمد ﷺ!) فرما دیں کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (اس کا رسول) ہوں جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسول امی پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اس کے کلام پر ایمان رکھتا ہے ان کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ ﴿158﴾ اور قوم موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿159﴾

تشریح: پچھلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ اللہ رب العزت کی مخلوق میں اس کا طریقہ فضل وکرم پر ہی ہے غضب تو صرف اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب انسان حد سے زیادہ خودسر اور نافرمان ہو جاتا ہے اور پھر نعمت ورحمت کے حق دار لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ جو ایمان وتقویٰ اختیار کریں گے اور زکوۃ دیں گے۔ پھر فرمایا کہ آج سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ تم اس نبی امی ﷺ پر ایمان نہ لاؤ جن کے بارے میں تمہاری کتابوں تورات اور انجیل میں بڑا واضح طور پر بتایا گیا ہے اور بڑی بڑی نشانیاں ان کے بارے میں بیان کی گئی ہیں جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ میں وہ

تمام نشانیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر صحیفہ استثناء باب ۱۸ کی پندرہویں آیت ہے:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو (توجہ دینا)'' (از مطالعہ القرآن)

دوسری آیت بھی صحیفہ استثناء کے اٹھارہویں باب کی اٹھارہویں آیت ہے:

''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا۔ میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور ان کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔''

تیسری جگہ پھر اسی صحیفہ کے باب ۳۳ کی دوسری آیت ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران کے میدان میں وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی''

سینا سے اشارہ حضرت موسیٰ کی طرف ہے اور اشارہ سعیر سے اشارہ حضرت عیسیٰ کی طرف ہے۔ اسی طرح مکہ کی پہاڑی فاران سے اشارہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہونا بالکل پکی بات ہے۔ آتشیں شریعت بھی انہیں رسول ﷺ کی تھی۔ دس ہزار پاک نفس صحابہ کے ساتھ فتح مکہ کے وقت شہر میں داخلہ بھی ہمارے ہی رسول ﷺ کا ہوا تھا۔

صحیفہ پیدائش کے باب ۴۹ کی دسویں آیت کا ایک اور حوالہ:

''یہودا سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک کہ سیلا اس کے پاس نہ آجائے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔''

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی مختلف قومیں ہمارے ہی رسول ﷺ ہی کے علم کے نیچے جمع ہوئیں اور سیلا کے معنی میں بھیجا جانے والا۔ بھیجے جانے والے وہی نبی ﷺ تھے اور انہیں کے بعد یہود کا اقتدار نمایاں طور پر ختم ہوا۔

اسی طرح انجیل یوحنا کے باب 14 کی سولہویں آیت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے نقل ہوا۔

''میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ دوسرا مددگار بھیجے گا کہ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔''

تو یہ ابد تک رہنے والا سوائے خاتم النبیین کے اور کون ہوسکتا ہے؟ یہ سارے انجیلی حوالے انہیں انجیلوں کے ہیں جو مسیحی کلیسا کو مسلم اور ان کے ہاں مستند ہیں۔ (مطالعہ قرآن)

اب قرآن پاک میں جو بوجھ اتارنے اور گردن کو طوق سے آزاد کرنے کی بات ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت محمدی ﷺ تمام پچھلی شریعتوں کا بہترین نمونہ ہے کیونکہ یہ شریعت سب پر حاکم ہے۔ اس کے اصول قوانین انتہائی آسان ہیں۔ کیونکہ وہ انسانی فطرت کے مطابق ہیں، اس لیے ان پر عمل کرنا بے حد آسان اور فائدہ مند ہے۔ نبی کا یہ مشن ہوتا ہے کہ وہ توحید

باری تعالیٰ سے دعوت کا آغاز کرتا ہے اور پھر لوگوں کو ظلم وزیادتی سے نجات دلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پہلے دعوت توحید پیش کی اور پھر بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کروانے میں ہر طرح کوشش کرتے رہے اور بالآخران کو آزاد کروا لیا۔ مگر ان کی قوم نے ان کی غیر موجودگی میں شرک شروع کر دیا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح شرک کفر اور یہی غلامی کا رواج نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا اور اس غلامی کو آپ ﷺ نے بڑی ہی تھوڑی مدت میں بالکل ختم کر دیا اور پھر یہودیوں کے حرام حلال کے بے حد مشکل مسئلہ کو حل کر دیا کیونکہ سزا کے طور پر بہت سی حلال چیزوں کو ان پر حرام کر دیا گیا تھا جو کہ بیان ہو چکا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حلال کو حلال اور حرام، یعنی گندی ناپاک اور مضرصحت چیزوں کو حرام قرار دے دیا۔ اور یہ سب باتیں، احکامات اور ہدایات وہ خود اپنے پاس سے نہیں دیتے تھے، کیونکہ وہ تو نبی امی تھے، یعنی وہ پڑھے لکھے نہ تھے اور یہ پڑھے لکھے نہ ہونا ان کے لیے باعث اعزاز تھا کیونکہ ان کے نبی ہونے کا یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ وہ جو بات کہتے وحی سے آنے والی بات کہتے تھے۔ ان کا امی ہونا ان کے رسول ہونے اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ تو یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں فرمایا گیا کہ فلاح پانے والے لوگوں کے لیے ان چار باتوں پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے۔

1- یہ کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں جن کا ذکر تورات میں موجود ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ہوں گے۔

2- ان کی تعظیم وتکریم کا پورا پورا خیال رکھیں۔

3- آپ ﷺ کی ہر صورت مدد کریں کبھی ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی کام نہ کریں نہ زبانی اور نہ ہی عملی طور پر۔

4- قرآن پاک جو ایک نور کی طرح ہے کیونکہ اس میں زندگی گزارنے کے اتنے اچھے اصول بتائے گئے ہیں کہ جو نہ صرف انفرادی فائدہ مند ہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے بہترین رہن سہن، معاملات، حکومت، تجارت اور دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات غرض زندگی کے ہر پہلو کو بڑی اچھی طرح واضح کرتے ہیں۔ تا کہ دنیا میں امن وامان اور آخرت میں بخشش کا سامان ہو سکے۔ اس لیے تمام انسانوں کو لازم ہے کہ وہ ایمان لائیں اور نبی ﷺ کی عزت کریں اور اس کے دیئے ہوئے تمام اصول وقوانین پر پوری طرح عمل کریں۔ آخر میں فرمایا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو، یعنی بنی اسرائیل میں سب ہی لوگ برے اور نافرمان نہیں بلکہ بہت سے لوگ اچھے اور فرمانبردار بھی ہیں مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ یہود کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔

اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اعلان کر دیں کہ کہ آپ ﷺ تمام دنیا کے لیے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک محفوظ و مامون رہے گی۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے لیا ہے۔ وہ رب العالمین کہ جو تمام مخلوقات، کائنات اور اس کی ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ وہ اتنا عظیم، طاقتور اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے

کہ اس کی عظمت و طاقت کا تو کوئی انسان بھی تصور نہیں کر سکتا، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے رسول اور قرآن پاک پر ایمان لاؤ۔ صرف ایمان ہی نہ لاؤ بلکہ احکامات پر پابندی سے عمل بھی کرو۔

بنی اسرائیل کا بقیہ بیان

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ
وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
یَظْلِمُوْنَ ﴿160﴾ وَ اِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا
الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِیْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿161﴾ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ
ع 20 5 10 الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿162﴾ وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ یَوْمَ لَا
یَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِیْهِمْ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿163﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿164﴾ فَلَمَّا
نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىٕیْسٍۭ بِمَا
كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿165﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿166﴾

اور ہم نے ان کو (بنی اسرائیل کے) بارہ قبیلوں کو اور بارہ ہی جماعتیں بنا دیا اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ اور ہم نے ان کے سروں پر بادل کا سائبان بنائے رکھا اور ان پر من و سلویٰ اتارتے رہے۔ اور ان سے کہا کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم تمہیں دیتے ہیں انہیں کھاؤ۔ اور ان لوگوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ جو نقصان کیا اپنا ہی کیا۔﴿160﴾ اور (یاد کرو) جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں رہنا شروع کر دو (سکونت اختیار کر لو) اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھانا پینا اور حِطَّةٌ (ہمیں بخش دے) کہنا اور سجدہ کرتے ہوئے (سر کو جھکاتے ہوئے) داخل ہونا۔ تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اور بھی زیادہ دیں گے۔﴿161﴾ مگر ان میں جو ظالم تھے انہوں نے اس بات کو بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس لیے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔﴿162﴾ اور ان سے اس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لب دریا واقع تھا۔ جب لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے۔ اس وقت کہ ان کے ہفتہ کے دن مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ

ہوتا تو نہ آتیں۔ اس طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈال رکھا تھا۔﴿۱۶۳﴾ اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا، اس لیے کہ تمہارے رب کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔﴿۱۶۴﴾ انہوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے ان کو برے عذاب میں پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے جا رہے تھے۔﴿۱۶۵﴾ غرض جن برے اعمال سے ان کو منع کیا گیا تھا جب وہ سرکشی کرتے ہوئے وہی کام کرنے لگے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔﴿۱۶۶﴾

تشریح: ان آیات کی سورۃ البقرہ میں کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات ان کی نافرمانیاں اور پھر ان پر عذاب کیسے نازل ہوا۔ بنی اسرائیل بڑی مشہور قوم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑی مہربانیاں کیں جن کا ذکر مذکورہ آیات میں ملتا ہے۔ اس قوم کا ذکر قرآن پاک میں بار ہا کیا جا چکا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی اصلیت اپنی عظمت و قدرت، رحم و کرم یاد دلاتا ہے اور پھر یہ بھی سمجھاتا ہے کہ اس کا غضب، غصہ اور عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ ہر شخص کو اس بات کا خیال ہر وقت رکھنا چاہیے۔ پھر ان کا ذکر ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل پر غیروں کا تسلط اور حکومت

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع 21 9 11

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب آپ کے رب نے یہود کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط رکھے گا جو ان کو بڑی سخت تکلیفیں دیتے رہے گے۔ بیشک آپ کا رب جلد عذاب کرنے والا ہے۔ اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔﴿۱۶۷﴾ اور ہم نے ان کو گروہ گروہ بنا کر (ملک میں) پھیلا دیا۔ بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض دوسری طرح کے (بدکار) اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں سے

ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ ہماری طرف رجوع کریں ﴿168﴾ پھر ان کے بعد برے لوگ ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے یہ لوگ اس ادنیٰ زندگی کا سامان لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ اور اگر ان کے پاس ایسا ہی سامان پھر آئے تو وہ اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ اس کتاب میں ہے اس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے۔ اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں ﴿169﴾ اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں ان کو ہم اجر دیں گے کہ ہم نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ﴿170﴾ اور جب ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ان پر ابھی گرنے والا ہے (تو ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم بچ جاؤ۔ ﴿171﴾

تشریح: ان آیات میں بنی اسرائیل کی نافرمانی، سرکشی اور بدمعاشی کی وجہ سے جو ان پر ذلت وخواری ہمیشہ کے لیے ڈال دی گئی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ مصیبت قیامت تک ان پر مسلط رہے گی۔ پھر اللہ اپنی رحمت کا اعلان اس طرح کرتا ہے کہ جو نیکی کا راستہ اختیار کر لے اور پکی توبہ کر لے اسے وہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ تاریخ میں اس بات کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ پہلے یونانی، کلدانی اور بخت نصر نے ان کو تباہ و برباد کیا، پھر جرمنی ہنگری نے ان کو ملک بدر کیا اگر کوئی چھوٹا موٹا ٹھکانا ان کو ملا بھی ہے تو دوسروں کے رحم و کرم پر ملا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کو عبرت دلانے کے لیے بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں فتح و کامیابی کے لیے شرط ہے قرآن وسنت پر سختی سے عمل کرنا۔ اگر تم نافرمان بن گئے کہ تمہاری سزا بھی یہی ہے۔

دوسری سزا کا ذکر یوں کیا گیا کہ یہودیوں کو تمام دنیا میں منتشر کر دیا گیا ہے اور یوں وہ قوم اتحاد ملی سے محروم کر دی گئی مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ آپس میں اتحاد اور اتفاق قوم و ملک کی سلامتی اور کامیابی کا پہلا اصول ہے۔ پھر یہ بتایا گیا کہ یہود میں کچھ لوگ نیک بھی ہیں اور کچھ بد بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو نعمتیں اور سختیاں دیکر اچھی طرح آزما لیا ہے۔ مگر انہوں نے دونوں صورتوں سے بجائے فائدہ اٹھانے کے نقصان ہی اٹھایا۔ تو سمجھنا چاہیے کہ جب مصیبت آئے تو گھبرائے بغیر صبر سے مصیبت کو برداشت کرنا چاہیے اور جب آسائش و آرام ملے تو بھی مغرور اور اللہ کے نافرمان نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو ہر دم یاد رکھنا اور اس کا فرمانبردار رہنا چاہیے۔ پھر ایک اور نکتہ بیان کیا جا رہا ہے یہ بھی تفصیلات سے گزر چکا ہے۔ بہر حال دوبارہ بیان کیا جا رہا ہے کہ عبرت حاصل کریں۔ اللہ فرماتا ہے کہ پہلے تو پھر بھی کچھ اچھے لوگ تھے مگر بعد والے لوگوں نے تو اپنی کتاب کی آیات اور معنی کو ہر دولت مند اور اور ذاتی فائدے کے لیے بالکل تبدیل کر دیا۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہم تو بڑی لاڈلی قوم ہیں ہمیں اللہ بالکل معاف کر دے گا۔ یہ خیال ہی ان کو بار بار آیات کی تکذیب اور تحریف پر آمادہ کر رہا ہے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تورات میں ان سے یہ وعدہ لیا جا چکا ہے کہ وہ تورات کے بارے میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کہیں گے مگر یہ لوگ تو آخرت کے بے شمار انعامات کو بالکل بھلا کر غلط کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ آخرت کی بے شمار دولت پرہیزگاروں کے لیے

ہے۔ پھر ان لوگوں کو خوشخبری دی جارہی ہے جو نیک اور صالح ہیں، یعنی جو کتاب اللہ پر پوری طرح عمل کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے آخرت میں بہترین اجر وثواب کا وعدہ کیا جارہا ہے۔ یہ وعدہ مسلمانوں کے لیے بھی کئی دفعہ قرآن میں آچکا ہے۔ اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل اور نماز کی پابندی۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ نماز دین کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی اور پرہیزگاری کا ایک خاص رکن ہے۔ پھر پہاڑ کو ان پر کھڑا کرنے کا بیان اس بات کا اظہار ہے کہ کبھی کبھی اللہ رب العزت انسانوں کو راہ پر لانے کے لیے عذاب ان کے سامنے دکھا دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہے۔ جب انہوں نے احکام الٰہی ماننے سے صاف انکار کر دیا تو پھر پہاڑ ان پر اس طرح جھکا دیا گیا کہ ان کو پیس ڈالے گا۔ تب ان کو حکم دیا گیا کہ ''کتاب کو مضبوطی سے پکڑو، یعنی اس پر پورا پورا عمل کرو تا کہ عذاب سے بچ سکو۔'' اس پر وہ عاجزی سے جھک گئے۔ مگر پھر بھولنا شروع ہوگئے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی آفات کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ تو انسان کو ہوشیار کرنے کے لیے آتی ہیں۔ مصیبت کے وقت اللہ جل شانہٗ کے سامنے جھک کر معافی مانگنی چاہیے۔ اور اپنے اعمال پر غور کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہم سب اللہ سے عہد کر چکے ہیں۔ جس کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کا عہد

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿172﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿173﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿174﴾

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے انکی اولاد نکالی تو ان سے خود اپنے اوپر گواہ بنا کر اقرار لیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ اقرار اس لیے لیا تھا کہ قیامت کے دن کبھی ایسے نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔﴿172﴾ یا یہ نہ کہو کہ شرک تو پہلے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے تو کیا جو کام مشرک کرتے رہے اسکے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔﴿173﴾ اور اسی طرح ہم اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ یہ رجوع کریں۔﴿174﴾

تشریح: یہ آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ ہم بڑے عظیم رب کی مخلوق ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور زمین پر اللہ کا خلیفہ یا نائب بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ عہد ہر شخص سے لیا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جواب میں ہر روح نے کہا کہ کیوں نہیں ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا رب ہے۔ یہ ایک راز ہے جو ہر شخص کے ساتھ وابستہ ہے مگر اس کو صاف طور پر یاد نہیں بلکہ اس کی عقل، سمجھ روح اور لاشعور میں یہ بات پکی طرح موجود ہے۔ اسی لاشعور کی بات اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ واضح کرتا ہے۔ عام زندگی میں اس کا ثبوت

یوں ملتا ہے کہ انتہائی جاہل، کافر، مشرک اور بے وقوف انسان کو اگر آپ پوچھیں تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بیساختہ فوراً بولے گا کہ ''اللہ نے پیدا کیا ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی کسی شخص کو کسی بڑے عہدے پر مقرر کیا جاتا ہے تو باقاعدہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ قوم وملک کے ساتھ غداری نہ کرے گا۔ تو جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ان سے مخلوق خدا پیدا ہونا شروع ہوگئی تو قرآن پاک سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم سب سے پہلے عالم ارواح میں زندگی گزارتے ہیں، پھر دوسری زندگی، دنیا میں والدین کے وسیلہ سے آتے ہیں۔ تو عالم ارواح کا تصور بلکہ یقین قرآن پاک میں اسی آیت سے دلایا جارہا ہے کہ تمام ارواح سے رب العزت نے مجموعی طور پر یہ عہد لیا۔ انسان کو اللہ نے اپنا نائب کہا ہے تو جب اس نے انسان کو اپنا نائب بنایا تو اس سے عہد بھی لیا۔ یہ بات ویسے بھی صاف نظر آتی ہے کہ وہی پیدا کرنے والا ہے وہی پالنے والا ہے اسی نے ہر چیز بنائی ہے اسی کے حکم سے یہ تمام کائنات بغیر کسی فنی خرابی کے چلتی چلی جارہی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص نے مرنا ہے اور مرکر اسی کے پاس جانا ہے۔ تو پھر اس کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی ''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں'' ماننے میں ہم کیوں دیر کریں؟ قیامت کے دن اپنے کفر وشرک کے لیے یہ بہانہ نہیں پیش کرسکیں گے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلایا ہم تو پیدا ہی کافر کے گھر ہوئے یا ہمیں بتانے والا کوئی نہ تھا۔ ہر شخص کو اللہ نے عقل اور شعور دیا ہے اور ہر زمانے میں ہر قوم کے پاس سمجھانے والا پیغمبر اور آسمانی کتاب بھیجی گئی ہے، اس لیے ہر شخص کو اپنے دل، ضمیر اور دماغ سے سوچ کر فیصلہ کر لینا چاہیے کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی بات ٹھیک ہے یا کہ شیطان کی بات ٹھیک ہے۔ ہر زمانے میں ہر نبی اللہ کی وحدانیت کا ہی سبق دیتا رہا ہے جس نے اس پر غور کیا، سنا اور پڑھا اس کو معلوم ہوگیا کہ مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور میں عالم ارواح میں اس سے اس کو الٰہ (معبود) ماننے کا عہد کر چکا ہوں۔ اگر میں نے عہد کی خلاف ورزی کی تو یقیناً مجھے خود اس کی سزا ضرور ملے گی۔ یہی تو ایک جنگ ہے نیکی اور بدی کے درمیان جو انسان کے لیے سب سے بڑی آزمائش اور آخرت میں جہنم یا جنت کا ذریعہ بنے گی اور اسی جنگ کو جیتنے کے لیے قرآن پاک اور باقی تمام آسمانی کتابیں تمام رسول اور پیغمبر انسان کی پوری طرح رہنمائی کرتے ہیں۔ کہ شرک سے بچو تمام برائیوں کی جڑ شرک ہے۔ اللہ ہماری مدد فرمائے۔ آمین!

آخر میں اس بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے کہ جب ہماری پیدائش اور موت ضروری ہے، یعنی نسل انسانی کے لیے پکا پکا دستور ہے کہ جو پیدا ہوا مرے گا ضرور۔ اسی طرح ہماری روحوں کا وجود ہماری دنیا میں آمد سے پہلے ہو چکا تھا، پھر اسی طرح جب ہم مرجاتے ہیں تو عالم برزخ میں اس وقت تک قیام کرنا ضروری ہوگا جب تک قیامت نہ آجائے اور پھر حساب کتاب کا دن نہ آجائے۔ ہم اپنی آنکھوں سے صرف اپنی موجودہ زندگی کو دیکھتے ہیں۔ اس سے پہلے اور اس زندگی کے بعد یہ سب بہت بڑے مگر یقینی راز ہیں جو اللہ نے ہمیں قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ذریعے بتائے ہیں یہ بالکل سچ ہیں۔ ایسا ہو چکا ہے اور ایسا ہوکر رہے گا۔ جب ایک عقل شعور رکھنے والی مخلوق کو اللہ نے اپنا نائب بنا کر زمین پر بھیجا تو بھلا اس سے اپنی فرمانبرداری کا عہد کیوں

نہ لیتا۔ ہر ذی شعور اس بات کو آنکھیں بند کر کے مان سکتا ہے۔ اب ہم انسانوں کو اپنے اتنے بڑے رتبہ کا خیال کرتے ہوئے اپنے عہد کو نبھانا چاہیے تا کہ جب اس کے سامنے پیش ہوں تو شرمندہ نہ ہوں۔ بلکہ بالکل مطمئن، بے خوف اور خوشی خوشی رب سے ملنے کا انتظار کریں۔ اللہ فرماتا ہے:

''جو تقویٰ اختیار کرے اور اپنی حالت درست کرے ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔'' (الاعراف آیت: 35)

شیطان کی پیروی کا انجام

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴿175﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴿176﴾ سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ﴿177﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿178﴾ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴿179﴾

اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دیں جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں، پس وہ ان کو چھوڑ نکلا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگ گیا اور وہ گمراہوں میں ہو گیا۔﴿175﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے (ان کے درجے) بلند کر دیتے، مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور جب چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ تو ان سے یہ قصہ بیان کرو تا کہ وہ فکر کریں۔﴿176﴾ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی مثال بری ہے اور انہوں نے نقصان کیا تو اپنا ہی کیا۔﴿177﴾ جس کو اللہ ہدایت دے وہی راہ پانے والا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔﴿178﴾ اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ اُن کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بڑھے ہوئے یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔﴿179﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ ہم سے اللہ عہد لے چکا ہے تو اس لحاظ سے ہمیں اپنے اعمال کا اور اپنی سزا و جزا کا خود ذمہ دار بنا دیا گیا ہے۔ پھر رب العالمین رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیں اور ان کو اس شخص کی مثال بھی دیکر سمجھاؤ کہ وہ شخص (اس کی نشاندہی اللہ نے نہیں کی، لہٰذا اس سے مراد صرف انسان ہے) بڑا ہی دیندار، متقی

اور مقبول الٰہی اتنا کہ جو دعا کرتا ضرور قبول ہو جاتی کہ یکا یک اس پر دنیا کا لالچ سوار ہو گیا اور وہ روپے پیسے کے لالچ میں آ کر دین کی باتوں کو توڑ مروڑ کر لوگوں کی مرضی کے مطابق بتانے لگا۔ لوگ کیونکہ اس کو بڑا اچھا اور اللہ والا انسان سمجھتے تھے، اس لیے اس کی باتوں کا نہ صرف یقین ہی کرتے بلکہ غلط باتوں کو اوروں تک بھی پہنچاتے۔ کرتے کرتے اس شخص کا ضمیر اور روح اس قدر مردہ ہو گئی، یعنی شیطان نے پوری طرح اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا کہ وہ انسانیت کے درجہ سے گر کر جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ اس کتے جیسی دیتے ہیں کہ اس پر بوجھ لا دو تو زبان نکالے رکھتا ہے نہ بوجھ ڈالو تو بھی زبان نکالے رکھتا ہے۔ ہانپتا اور کانپتا رہتا ہے، یعنی بے عمل عالم جانوروں سے بھی بدتر ہے اور جب وہ اپنے آپ کو دنیاوی فائدوں میں پوری طرح جکڑ کر دین، آخرت اور اللہ سے بالکل لاپروا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا درجہ بہترین مخلوقات سے گر کر بدترین مخلوقات تک پہنچ جاتا ہے ایسے ہی لوگوں کی مثال رب العزت لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جب ایک دفعہ انسان ضمیر کے پہرے سے نکل کر شیطان کے قبضہ میں آ جاتا ہے تو پھر اس پر تمام نیکی کے دروازے تقریباً بند ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے شخص کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جب دل سخت ہو جاتا ہے تو نہ وہ نیکی کی بات کا اثر لیتا ہے نہ اچھائی کا راستہ دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ان کو اندھا، بہرہ اور گونگا کہا جا سکتا ہے تو اس طرح کے لوگ اور اسی طرح جن بے شمار دنیا میں بھرے پڑے ہیں اور ایسے ہی لوگوں اور جنوں سے دوزخ بھر دیا جائیگا۔ مطلب سمجھانے کا یہ ہے کہ کبھی بھی علم و حکمت پر فخر کر کے اللہ سے دور اور عمل سے بے پروا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دنیا حسد، بغض، لالچ اور ہر طرح کے گناہوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی بھی وقت بڑائی تکبر یا لالچ میں آ کر انسان شیطان کی پیروی کر سکتا ہے۔ ایک دفعہ ضمیر مر جائے تو پھر کوئی برائی برائی نہیں لگتی کوئی گناہ گناہ نہیں لگتا اور پھر انسان دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر انسان گناہوں کی طرف چل پڑے تو گندے راستے خود بخود اس کے لیے آسان ہوتے چلے جاتے ہیں اور اگر نیکی، عبادت اور اللہ کی رحمت کی طرف انسان چلنا چاہے تو نیکی کے راستے خود بخود اس کے لیے آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی انسان کا ارادہ اور ضمیر ہی اس کا رہبر ہوتا ہے اللہ نے تو دونوں راستے ہر ایک کے لیے کھول رکھے ہیں بندے کی اپنی مرضی ہے جو راستہ چاہے اختیار کر لے۔ اگلی آیات میں غفلت کا علاج بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا طریق کار

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ (180) وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (181) وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ع 22 10 12
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (182) وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (183) اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ
جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (184) اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

شَيْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿185﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿186﴾

اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں۔ تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔﴿180﴾ اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ گروہ ہے جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔﴿181﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو آہستہ آہستہ اس طریقہ سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوگا۔﴿182﴾ اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔﴿183﴾ کیا انہوں نے غور نہیں کیا؟ کہ ان کے ساتھی (محمد ﷺ) کو کسی طرح کا بھی جنون نہیں ہے وہ تو کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں۔﴿184﴾ کیا انہوں نے آسمان وزمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان پر نظر نہیں کی اور اس بات پر خیال نہیں کیا؟ کہ عجب نہیں ان کی موت کا وقت قریب پہنچ گیا ہو۔ تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔﴿185﴾ جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان گمراہوں کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔﴿186﴾

تشریح: اب یہ طریقہ دہرایا جارہا ہے کہ ہدایت کیسے حاصل کی جائے؟ سب سے پہلے تو وحدانیت پر یقین کرنا اور اللہ رب العزت کے 99 صفاتی نام ہیں۔ انہیں ناموں سے اس کو سچے دل سے پکار کر اپنی مشکلات اور نیکی کی توفیق کے لیے دعا کرنا۔ دوسرا کبھی بھی شرک نہ کرنا، یعنی اللہ کو کسی بھی ایسے نام سے پکارنا کہ جو کفار نے اپنے خود بنائے ہوئے معبودوں کے لیے رکھے ہوئے ہوں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ مشرک لوگوں کی بالکل پروا نہ کریں۔ ان سے اللہ خود اچھی طرح نمٹ لے گا۔ پھر امت محمدی ﷺ کی تعریف فرمائی اور بتایا کہ گناہوں سے مہلت ملتے جانا بھی اللہ رب العالمین کی طرف سے سزا ہے۔ وہ بدکار لوگوں کو کافی ڈھیل دیتا ہے اور آزماتا ہے، پھر جب ان کو سزا ملتی ہے تو ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ کو کفار مجنون کہتے تھے۔ جبکہ آپ تو صرف ہدایت کرنے اور گناہوں کی سزا سے ڈرانے کے لیے آئے ہیں، حالانکہ یہ لوگ تو خود اندھے ہیں کہ ان کو اللہ کی قدرتوں، عظمتوں اور فضل وکرم کی چاروں طرف پھیلی ہوئی نشانیوں سے بھی عقل نہیں آتی کہ اللہ کا نازل کردہ دین ہی اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، کیونکہ جیسے ہی موت آئے گی عمل کرنے کا وقت ختم ہو جائے گا اور سزا وجزا کا وقت شروع ہو جائے گا۔ اصل میں انسان چاروں طرف سے خواہشات اور مسائل سے گھرا ہوا ہے اور یہی دھندا اس کے لیے موجودہ زندگی اور آنے والی زندگی میں دکھوں کا باعث ہے اور ان تمام مسائل وخواہشات سے نجات کا بہترین طریقہ ایمان، صبر، تقویٰ اور اللہ پر مکمل بھروسہ ہے۔ جو اس طریقہ سے ادھر ادھر ہٹ جاتا ہے دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ ''اللہ رحیم ہے رحم کو پسند کرتا ہے۔ اپنی رحمت ہر رحیم پر رکھتا ہے''۔ (طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے معاذ بن جبل کو آپ نے نصیحت کی ''جہاں بھی ہو وہاں اللہ سے ڈرو، برائی کے پیچھے نیکی کو لگاؤ کہ نیکی برائی

کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو۔ (سنن ترمذی)

قیامت کا ظہور کب ہوگا؟

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿187﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿188﴾ ع 23/7/13

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ فرمادیں کہ اس کا علم تو میرے رب کو ہی ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کردے گا اور وہ آسمان وزمین پر ایک بھاری حادثہ ہوگا۔ اور اچانک تم پر آجائے گی۔ یہ آپ سے اسطرح پوچھتے ہیں کہ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ کہو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔﴿187﴾ فرمادیں کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کرلیتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔﴿188﴾

تشریح: ان آیات میں کفار کی بدفطرت کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کو ایک نجومی سمجھتے ہوئے اپنے دنیاوی فائدوں کے لیے آئندہ کی باتیں پوچھنے آجاتے کہ بتائیں آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ تا کہ اپنے تجارتی معاملات کو اور دوسرے مختلف معاملات کو اس کے مطابق طے کرلیں اور دنیوی نقصانات سے بچ جائیں تو اس پر اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ بھائی میں تو صرف دوزخ سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں۔ نیکی اختیار کروگے تو دنیا وآخرت میں بھلائیاں ہی بھلائیاں پاؤ گے برائی کروگے تو دنیا وآخرت میں سوائے ذلت وخواری کے اور کچھ نہ ہوگا۔ پھر وہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اچھا بتائیں۔ قیامت کب آئے گی۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو کہ یہ دنیا اور اس کے رہنے والے اور اس کی ہر چیز عارضی ہے۔ ہر قسم کا فیصلہ اللہ نے اپنے پاس کرکے رکھا ہوا ہے۔ یہ سب حساب کتاب انسان کے علم سے باہر ہیں خود انسان کی موت کا علم اس کو نہیں دیا گیا۔ قیامت تو بہت بڑی آفت ہوگی، اچانک آئے گی اور وہ دن اس قدر خوفناک اور تباہ کن ہوگا کہ زمین وآسمان اور ہر چیز تہس نہس کردی جائے گی اس کا نقشہ رسول پاک ﷺ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ”اس دن اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

تو رسول اللہ ﷺ تو صرف ایک انسان ہیں۔ ان کو اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے چن لیا ہے اور ان کے ذمے یہ لگا دیا ہے کہ

انسانوں کو اللہ کی عبادت کے طریقے سکھائیں اور بتائیں کہ تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے؟ دنیا کی خواہشوں اور لذتوں میں گم ہو کر اللہ اور حساب کتاب کے دن کو بھول مت جاؤ کہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ کیونکہ اس دنیا کی ہر چیز اور زندگی بس آزمائش ہی آزمائش۔

انسان کی حقیقت اور مشرکوں کے طریقے

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا
خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿189﴾ فَلَمَّاۤ
اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿190﴾ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا
وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿191﴾ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿192﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى
الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿193﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿194﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ
لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ
ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿195﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖؗ وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿196﴾ وَ
الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿197﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ
اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿198﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ
اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿199﴾ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿200﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿201﴾ وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ
فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿202﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ
مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿203﴾

وہ (رب) ہی تو ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس سے راحت حاصل کرے سو جب اس نے اپنی بیوی صحبت کی جاتا ہے تو اس کا ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے، پھر جب کچھ بوجھ محسوس کرتی ہے تو دونوں میاں بیوی اپنے رب ذوالجلال سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا کریگا تو ہم تیرے شکر گزار رہوں گے۔﴿189﴾ جب اس نے ان کو صحیح سالم بچہ دے دیا ہے تو وہ اس میں اس کے لیے شریک بنانے لگے مگر اللہ ان کے شریک بنانے سے بلند و برتر ہے۔﴿190﴾ کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کیے جاتے ہیں۔﴿191﴾ نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔﴿192﴾ اور اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہا نہ مانیں۔ تمہارے لیے برابر ہے تم

ان کو بلاؤ یا خاموش رہو۔﴿193﴾ (مشرکو!) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں اچھا تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔﴿194﴾ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلا لو اور میرا کچھ بگاڑ لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو۔﴿195﴾ میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے سچی کتاب نازل کی اور نیک لوگوں کا وہی مددگار ہے۔﴿196﴾ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔﴿197﴾ اور اگر تم ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ بظاہر آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھتے ہیں مگر وہ دیکھتے کچھ نہیں۔﴿198﴾ (اے نبی ﷺ!) درگزر کرو اور معروف کام کرنے کا حکم دو۔ اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔﴿199﴾ اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔﴿200﴾ جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور صحیح صورت حال دیکھنے لگتے ہیں۔﴿201﴾ اور ان (شیطانوں) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچتے جاتے ہیں پھر اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔﴿202﴾ اور جب تم ان کے پاس کچھ دنوں کے لیے کوئی نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے اپنی طرف سے منتخب کیوں نہ کر لی۔ کہہ دو کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے دانش اور بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔﴿203﴾

تشریح: یوں تو پورا قرآن پاک ہی ہدایت اور رہنمائی سے بھرا پڑا ہے۔ مگر ان آیات میں خاص طور سے پھر انسان کو اپنی پیدائش کا طریقہ بتایا گیا ہے اور پھر گھریلو زندگی اور پرسکون خاندان کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے حضرت حوا علیہا السلام ان سے پیدا ہوئیں مگر بغیر ماں کے، حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے اور پھر اس کے بعد نسل انسانی ماں اور باپ دونوں کے میاں بیوی بن کر آپس کے ملاپ سے مگر اللہ کی قدرت سے بڑھنی شروع ہوئی۔ بتایا گیا ہے کہ جب میاں اور بیوی میں شادی کا رشتہ بن جاتا ہے تو پھر دونوں ایک دوسرے کے سکون کا باعث بن جاتے ہیں۔ ان کا ایک خاندان بننا شروع ہو جاتا ہے مگر یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ جب میاں بیوی فکر مند ہوتے ہوئے بچے کے صحت مند، نیک، لائق، شریف اور مبارک ہونے کی دعائیں کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی انسان کو ان تمام باتوں پر قدرت حاصل نہیں، یہ سب کچھ اللہ کے حکم اور مرضی سے ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش سے قبل اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے کہ اگر صحیح سالم بیٹا عطا ہوا تو ہم شکر گزار بنیں گے مگر جونہی بچہ پیدا ہوا تو پھر اللہ کی اس قدرت اور مہربانی کو اپنے جھوٹے خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں۔ اب ان لوگوں کے خداؤں کا حال سنیں کہ وہ خود کس قدر بے بس، لاچار اور محتاج ہیں۔ اور پھر بعض انسانوں کو اپنا پالنہار سمجھنے لگتے ہیں۔ مشرکوں کی اور شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ مگر ہر قسم اتنی فضول اور بے معنی ہے کہ کوئی بھی عقل مند انسان اس کو سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی ہر چیز نہ تو خود سے پیدا ہوئی اور نہ ہی کسی دوسری چیز کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے تو ایسی محتاج و بے بس مخلوق سے دعائیں کرنا مدد مانگنا اور اس کے

آگے سر جھکانا کہاں کی عقلمندی ہے مگر مشرکوں کے پاس عقل ہوتی ہی کہاں ہے۔ اسی لیے تو یہ خود بھی اندھے، گونگے اور بہرے ہو جاتے ہیں یعنی ان کو نیکی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ایسے شرک میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی باتوں اور حجت بازی کو آپ بالکل کسی گنتی میں نہ لائیں بلکہ قرآن کی تعلیمات اور ہدایات لوگوں تک پوری محنت اور کوشش سے پہنچاتے رہیں۔ آپ کا مددگار تو رب عظیم ہے۔ ان کو کہہ دیں کہ اپنے سارے معبودوں کو بلالیں دیکھیں کون آپ کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ قرآن کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء ورسل پر فضیلت دی گئی ہے۔ قرآن کی جامعیت ہی کی وجہ سے اس کو آخری کتاب اور آپ ﷺ کو آخری نبی کا بہترین درجہ دیا گیا ہے۔ پھر ہدایت کی گئی کہ قرآن کو پڑھنے کے آداب یاد رکھو۔

1- غور سے سنو۔

2- پوری کوشش سے اس پر عمل کرو۔

3- قرآن کی رہنمائی میں زندگی کا ہر مسئلہ حل کرو۔ کیونکہ یہ مومنین کے لیے بڑی رحمت اور بہترین ہدایت کی کتاب ہے۔ اسی لیے قرآن کو ذریعہ رحمت کہا گیا ہے۔

تلاوت قرآن مجید کے آداب

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿204﴾ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿205﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿206﴾ ع 24 / 18 / 14 السجدة

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو۔ اور خاموش رہا کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ﴿204﴾ اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح وشام یاد کرتے رہو اور دیکھنا غافل نہ ہونا۔ ﴿205﴾ جو لوگ تمہارے رب کے پاس ہیں۔ وہ اس کی عبادت سے اکڑتے نہیں اور اس پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔ ﴿206﴾

تشریح: یہ آیات پورے قرآن کا خلاصہ بیان کر رہی ہیں۔ کیونکہ مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے۔ اور پھر پکا سچا اور بہترین مومن وہ ہے جو پورے کا پورا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی میں زندگی بسر کرے۔ تو وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اپنے خالق اپنے مالک رب العالمین کو ہر وقت دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے رہو اس سے مغفرت اور مدد کی دعائیں کرتے رہو۔ قرآن پاک کو صبح شام یعنی دنیا کے دھندے شروع ہونے سے پہلے اور ختم ہونے کے بعد آرام سے پہلے ضروری ہی سوچ سمجھ کر اور غور وفکر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر یعنی سمجھ کر پڑھنا چاہیے۔ آخر میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کے پاس ہیں

فرشتے یہ سب تکبر اور غرور سے پاک ہیں ہر وقت عاجزی وانکساری سے اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں۔ یہ آیت سجدہ کی فضیلت یوں بیان کرتی ہے کہ تمام ارکان نماز میں سجدہ کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ پھر آداب قرآن میں یہ بھی شامل ہے کہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد یا کسی سے سننے کے بعد سجدہ کرنا چاہیے۔ سجدے کی فضیلت میں حدیثِ پاک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب کہ بندہ سجدے میں ہو اس لیے تم سجدے کی حالت میں خوب دعا کیا کرو کہ اس کے قبول ہونے کی بڑی امید ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ)

تعارف سورۃ الانفال

یہ سورۂ مدنی ہے کیونکہ یہ غزوۂ بدر کے بعد 2 ھ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کا سب سے مشکل مگر کامیاب ترین اور بہترین طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ، یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ مسلمان کی بہترین اخلاقی، مذہبی اور مالی ذمہ داری اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ یعنی باطل کو مٹانا حق کو پھیلانا اور یہ صرف جنگ بالسیف (تلوار سے جنگ) ہی نہیں۔ بلکہ یہ جنگ زبان سے، قلم سے اور اپنے ذاتی کردار کی بہترین مثال سے لڑی جاسکتی ہے۔ مال سے اور سب سے آخر میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہتھیار (تلوار، توپ یا گن) سے لڑنا ہے۔ اس سورت میں میدان جنگ میں کفر کے خلاف نذرانہ جان (زندگی کا تحفہ) اللہ کے حضور پیش کرنے کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کی رضا حاصل کرنا مسلمان کے لیے اخلاقی کمال کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ اہل حق کا ہر عمل صرف اور صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے کیونکہ اس کی دشمنی اور دوستی سب رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے، اس لیے رب العزت اس سے راضی ہو کر اس کو دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

''اے مطمئن روح، تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں چلی جا۔'' (الفجر آیات: 27تا30)

سبحان اللہ کیا تعریف کی ہے اللہ رب العزت نے اور کیا انعام دیا ہے اپنے فرمانبردار بندے کو! اس سے بڑا انعام انسان کے لیے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ زندہ رہے تو رب کے لیے اور اگر مرے تو اپنے رب کے لیے اور پھر مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی رب کے دیئے ہوئے بہترین انعام و اکرام کے ساتھ جنت میں گزارے، جیسا کہ انسان کی پوری زندگی کے تمام اصول قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں اسی طرح اس سورۃ میں جنگ اور جنگ سے متعلقہ تمام امور اور جنگ کے بعد پیش آنے والے تمام معاملات کو رب العالمین نے بڑی وضاحت سے سمجھایا ہے۔

اس سورت کا نام انفال ہے یہ نفل کی جمع ہے اس کا مطلب ہے مال غنیمت اس میں پچھتر (75) آیتیں اور دس رکوع ہیں۔ اور اس میں خاص طور سے پانچ امور پر بحث کی گئی ہے۔

1- مال غنیمت، یعنی جنگ میں ملنے والا مال ودولت کس طرح تقسیم کیا جائے؟

2- مجاہدین کے بہترین اخلاق وکردار کی وضاحت کی گئی۔

3- مجاہدین کو بغیر کسی دنیاوی لالچ کے صرف توکل علی اللہ اور رضائے الٰہی کو ہی مقصد اعلیٰ بنا کر حق وصداقت کے لیے لڑنا چاہیے۔

4- قیدیوں، منافقین اور مشرکین مکہ کے ساتھ ایسا بہترین سلوک کرنے کی تاکید کی گئی کہ جو بے مثال تھی اور اسلام کے ماننے والوں کے بلند اخلاق اور مذہب اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

5- مملکت اسلامیہ کا بنیادی دستور، جنگی اصول اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے قیام کی قانونی حیثیت مقرر کر دی گئی ہے، یعنی اس سورت میں جہاد کی فرضیت، اجازت، طریقے اور مجاہد کے درجات اور پھر ان کے دنیاوی اور اخروی انعامات سب اس قدر احسن انداز اور جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں کہ ہر پڑھنے والا مسلمان اور کافر کا فرق بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور پھر کفار کی لڑائی اور جہاد فی سبیل اللہ کا فرق بھی بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہاد اللہ کی راہ میں لڑنے کا نام ہے۔ آخرت کے انعامات حاصل کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والوں سے لڑنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جب کہ دنیاوی عیش وآرام، حکومت اور عزت جاہ وجلال کے لیے لڑنا درندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔'' (الانبیاء آیت: 105)

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ کامیابی صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی کامیابی بھی صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو نفسانی خواہشات سے پاک ہو کر صرف اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے بندوں کی بھلائی کے لیے خلوص نیت کے سے جہاد کرتے ہیں۔ آیئے اب ہم اس بہت بڑی سعادت کے حاصل کرنے کے احکامات اور فوائد کو تفصیل سے سورۃ الانفال میں پڑھتے ہیں۔

مال غنیمت کی تقسیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

(اے نبی ﷺ!) مجاہد لوگ آپ سے انفال (مال زائد) کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے؟) کہہ دیں کہ مال

غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو (1)

تشریح: اس آیت کا اصل مضمون مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے اصول بتانا ہے۔ یہ اصول جو یہاں بتائے جا رہے ہیں یہ صرف ان مسلمانوں کے لیے خاص نہیں جنہوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا بلکہ یہ اصول وقوانین تمام امت مسلمہ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موقع کی مناسبت سے احکامات دیتے ہیں تاکہ یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے۔ یہ سورت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی اور اس کا شان نزول یہ کہ جنگ بدر کفر اور اسلام کے درمیان پہلی جنگ تھی اس میں فتح وکامیابی کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ پیش آیا۔ اور مال غنیمت کے تقسیم پر مسلمانوں میں کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا۔ تو اللہ رب العزت نے ان کو یاد دلایا کہ تم مومن ہو یعنی امن وسلامتی، بھائی چارے اور خوف الٰہی رکھنے والے لوگ ہو تمہیں اپنے ہر عمل اور ہر سوچ میں ان تمام باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ جہاد تو صرف رضائے الٰہی اور دین کی سربلندی کے لیے کیا جاتا ہے نہ کہ مال کی محبت میں۔ اس طرح تو گویا مومن کی پہچان ہی ختم ہو گئی اس جھگڑے اور عارضی پریشانی کو ختم کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ ان مجاہدین بدر کو بتا دو کہ فتح وشکست اور مال و دولت یہ سب اللہ جل شانہٗ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے تم لوگ مال کے بارے میں صرف اتنا خیال رکھو کہ یہ صرف اللہ رب العزت کی ہی ملکیت ہے اور اس کو استعمال کرنے کی اجازت صرف اس کے رسول کو ہی ہے۔ وہ اللہ کے حکم اور اجازت سے مال غنیمت کو استعمال کریں گے۔ تم مجاہدین کو تو اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں اور بس۔

دوسرا تم لوگ جو بھی کام کرو صرف اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کرو۔ اللہ کے غصہ سے ڈرتے رہو۔

تیسرا اپنے آپس کے تعلقات کو دنیاوی فائدوں کی وجہ سے مت خراب کرو اور یاد رکھو تم سب اسلام کے رشتہ سے بھائی بھائی ہو۔

چوتھا یہ کہ ہر قسم کے جھگڑے بجائے خود طے کرنے کے، اللہ اور رسول ﷺ پر چھوڑ دو۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی کے تمام اصول و قوانین اللہ بنانے والا اور رسول اللہ ﷺ بتانے والے ہیں، اس لیے جو فیصلہ وہ کریں اس کو تم لوگ بغیر حیل وحجت کے مان لو۔ یہ حکم تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ پھر اگلی آیات میں مومن کی تعریف بیان کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

مؤمنین کی صفات

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (2) الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (3) أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (4)

مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ (آیات) ان کا ایمان زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (2) اور وہ نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو

دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(3) یہی سچے مومن ہیں۔ اور ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے، بخشش اور عزت کی روزی ہے۔(4)

تشریح: ان آیات میں بھی مومن کی خاص صفات بتائی گئی ہیں۔ سچے مومن کی پانچ علامات بتائی گئی ہیں۔

1- اللہ کا نام سن کر اس کی عزت و احترام اور بڑائی کا خیال ان کے دلوں میں یوں پیدا ہوتا ہے کہ دل خوف سے لرز اٹھتے ہیں۔

2- جیسا کہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی بڑی پر اثر بات کو غور سے سنتا ہے تو اس بات کے مطابق اس کے دل میں زیادہ اثر اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے اسی طرح جب مومن غور سے قرآن کی آیات سنتا ہے تو اس کے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اس کے دل میں نور ایمان روشن ہوتا ہے۔ اس کی روح اور بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے اور اس کا چہرہ نور ایمان سے دمکنے لگتا ہے۔

3- وہ نماز قائم رکھتے ہیں۔ پورے ادب و احترام، خشوع وخضوع اور سنت کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔

4- اللہ نے جو مال و دولت ان کو عطا کر رکھا ہے وہ اس میں اسراف سے کام نہیں لیتے بلکہ بڑے طریقے سلیقے سے خرچ کرتے ہیں اپنے اوپر، اپنے بیوی بچوں کے اوپر، ماں باپ، عزیزوں اور دوستوں پر اور پھر غریب محتاج، رشتہ دار اور عام لوگوں پر بڑی خوشی سے خرچ کرتے ہیں۔

5- صرف اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اللہ کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتے ہیں نہ کسی سے مدد مانگتے ہیں، یعنی شرک، رشوت اور سفارش سے وہ اپنے آپ کو بالکل بچا کر رکھتے ہیں۔

جب ہم ان تمام صفات کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک انتہائی کامیاب، مطمئن، خوبصورت، پرہیزگار اور کامل انسان کا نقشہ آ جاتا ہے جو خود اپنے لیے اپنے گھر، محلّہ، شہر اور ملک کے لیے باعث رحمت و باعث سکون ہوتا ہے اور ایسا شخص صرف دنیا میں ہی کامیاب و کامران نہیں ہوتا بلکہ رب العالمین نے ایسے سچے اور پکے مومنین کے لیے آخرت میں بہترین درجات، انعامات اور سہولتوں کا اعلان کیا ہے۔ اله العالمین ایسے لوگوں کے چھوٹے موٹے گناہ ویسے ہی معاف کر دے گا اور ان کو آخرت میں بڑی ہی شاندار رہائش گاہیں دی جائیں گی جن میں وہ بڑے ٹھاٹ باٹ سے زندگیاں گزاریں گے۔ کتنی مزے کی باتیں اور راز کی باتیں قرآن پاک ہمیں بتا رہا ہے۔ اس دنیا کو تو ہم جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اچھا کام کر کے جو خوشی اور سکون ملتا ہے وہ برے کام کے کرنے میں نہیں ملتا مگر اس کا اجر جو مرنے کے بعد ملے گا وہ ہماری نظر سے اوجھل ہے تو اس کے بارے میں ہمیں قرآن بتا رہا ہے۔ جو کہ بالکل سچ ہے اور اس میں شک وشبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ ہمیں زندگی کا ہر لمحہ اللہ سے مدد مانگتے ہوئے اس سے ڈرتے ہوئے گزارنا چاہیے اور جن وانس کی شرارت اور خباثت سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ یہی تو انسانی کامیابی کے زینے ہیں۔ ''انسان کے دل میں ایمان یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت رکھے۔'' (کتاب فردوس)

جنگ کے ابتدائی اسباب

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۟ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۟

(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیے تھا) جس طرح آپ کے رب نے آپ کو تدبیر کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا اور اس وقت مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔(5) وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہونے بعد آپ سے جھگڑ پڑے گویا موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں اور موت کو دیکھ رہے ہوں۔(6)

تشریح: ان آیات کے حوالے سے جنگ کے ابتدائی مراحل کا ذکر اسباب کے ساتھ کر دینا ضروری ہے۔ ہوا اس طرح کہ جب سے نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے کفار کو ان کی یکجہتی اور مضبوطی بری طرح کھٹک رہی تھی۔ اسی بات کے پیش نظر کہ مسلمان کہیں ایک مضبوط طاقت نہ بن جائیں اہل مکہ اکثر ان کو تنگ کرتے رہتے اسی کوشش میں کرز بن جابر کی سرکردگی میں مدینہ کے قریب چرنے والے مویشیوں کو لوٹا گیا۔ غرض ہر وقت اسی کوشش میں رہتے کہ کسی طرح مسلمانوں کو تہس نہس کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی کچھ نہ کچھ تدابیر کر رکھی تھیں کیونکہ یہ فیصلہ کن مرحلہ تھا اور کفر و اسلام کی بقاء و ترقی کا پہلا ایسا معرکہ تھا کہ جو بھی جیت گیا وہ چھا جائے گا۔ انہی حالات میں یہ واقعہ پیش آیا۔ سن 2 ہجری کی بات ہے کہ ابوسفیان ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لیکر شام سے مکہ واپس آ رہا تھا۔ اس تجارتی قافلے کے محافظ چالیس پچاس آدمی تھے، ایک ہزار بار بردار اونٹوں پر مشتمل تھا اور تقریباً پچاس ہزار دینار کا مال لے کر مکہ جا رہا تھا۔ ابوسفیان کو خطرہ محسوس ہوا کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کر دیں اور ان کے محافظ بھی کم تھے، لہٰذا اس نے جیسے ہی قافلہ حدود حجاز میں داخل ہوا ایک ہوشیار آدمی ضمضم بن عمرو کو مکہ روانہ کر دیا یہ پیغام دے کر کہ حفاظت کے لیے آجاؤ ہمیں مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ اس پر مکہ کے ایک ہزار جوان پوری طرح مسلح ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے، ان میں 600 زرہ پوش اور سو گھڑ سوار تھے۔ اب ایک طرف تجارتی قافلہ تھا اور دوسری طرف بڑا جنگی لشکر۔ ان کا مقابلہ اگر اس وقت مسلمان نہ کرتے تو پھر پورے عرب میں ان کو کہیں پناہ نہ ملتی، لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے رائے لی تو اس پر مہاجرین میں سے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ کو اکیلا لڑنے کے لیے ہرگز نہ کہیں گے۔" پھر انصار میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ "اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی بھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ آپ اکیلے جا کر لڑیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ سب کچھ دکھا دے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔" اس کے بعد کفار سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انتہائی خوشی سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت پر ہمارا غلبہ ہوگا۔ دونوں جماعتوں سے مراد، ایک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور دوسرا مکہ سے آنے والا لشکر ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں گویا اپنی آنکھوں سے مشرکین کی قتل

گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر، مظہری)

آیت کے آخر میں کچھ ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا کہ گویا ان لوگوں کو زبردستی موت کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ یہ اس لیے کہا گیا۔ کیونکہ بظاہر مسلمان انتہائی کم تعداد میں تھے اور پھر لڑائی کے سامان سے بھی محروم تھے کیونکہ مسلمان تعداد میں صرف 313 تھے، دو گھوڑے، ستر اونٹ اور 60 زرہیں تھیں۔ صحابہ کا اس بے سروسامانی کی حالت میں نکلنا انکی طبعیتوں کے لیے ایسے ناگوار تھا جیسے وہ موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں، مگر کیونکہ نبی ﷺ کا حکم اور حق کے لیے لڑائی تھی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔ اس لیے تمام صحابہ کرام بخوشی بلکہ بلندترین جذبات کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ آگے دیکھیے اللہ کی قدرتیں۔

اللہ کی حکمتیں، کفار کی سزا اور مسلمانوں کی مدد

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

ع 10/15 حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا (ابوسفیان اور ابوجہل) کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارے لیے (مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے شان و شوکت، یعنی بے ہتھیار ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر رکھ دے ﴿۷﴾ تا کہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے گو مجرموں کو ناگوار ہی ہو۔ ﴿۸﴾ جب تم اپنے

رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ میں ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کروں گا۔﴿9﴾ اور اس مدد کو اللہ نے صرف بشارت بنایا تھا تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔﴿10﴾ جب اس نے تمہارا خوف دور کرنے کے لیے اپنی طرف سے تم پر غنودگی طاری کر دی اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تاکہ تم کو (اس سے نہلا کر) پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کر دے اور اس لیے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس طرح تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔﴿11﴾ جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں، میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنیں اڑا دو اور ان کی پور پور کاٹ دو۔﴿12﴾ یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔﴿13﴾ یہ مزہ تو یہاں چکھو اور جان لو کہ کافروں کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب بھی تیار ہے۔﴿14﴾ اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔﴿15﴾ اور جو شخص جنگ کے روز حکمت عملی سے دشمن کو مارے یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے وہ ٹھیک ہے لیکن جو ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔﴿16﴾ تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا ہے۔ اور (اے نبی ﷺ!) جس وقت آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اچھی طرح آزما لے، بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔﴿17﴾

تشریح: غزوۂ بدر مسلمانوں اور کفار کے درمیان میدان جنگ میں لڑنے کا پہلا معرکہ تھا۔ گو کہ مسلمان کم اور کفار زیادہ تھے۔ اسی لیے صحابہ کرام کا خیال تھا کہ اگر ابوسفیان کے قافلے سے مقابلہ ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ ایک تو وہ جنگی تیاری سے نہیں نکلے اور دوسرے مال و دولت خوب ہاتھ لگے گا۔ مگر اللہ کا فیصلہ اس کے برعکس تھا۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ زور آور اور حکمت والا ہے وہ اسلام کی طاقت اور کفر کی بے بسی کا فیصلہ دشمنوں کو صاف طور پر دکھانا چاہتا تھا کہ دیکھو مسلمانوں کی روحانی طاقت اور توکل علی اللہ کس قدر مضبوط ہے کہ ایک چھوٹی سی اور بے سروسامان طاقت نے ایک اتنی بڑی اور جنگی سامان سے مسلح جماعت کو کیسے شکست دے دی اور یوں حق و باطل کا فرق تمام دنیا کو بتا دیا اور اس طرح کفار ہمیشہ کے لیے دہشت زدہ اور مسلمان بلند حوصلہ ہو گئے، پھر مسلمانوں کو مخاطب کیا کہ یہ فتح اللہ کی خاص برکت، رحمت اور مدد کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کہیں تکبر اور غرور سے نافرمانی نہ کر بیٹھنا۔ تمہیں خوب اچھی طرح بلکہ تمام مسلمانوں کو ہر وقت، ہر صورت، ہر کامیابی میں اللہ رب العزت کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے کیونکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ کی تدبیر اور اس کی مصلحت اور مرضی سے ہی ہوتا ہے۔ انسان کی کیا مجال ہے کہ اس کی تدبیر میں دخل اندازی کر سکے انسان کا کام یہ ہے کہ اپنی پوری قوت اور پورے خلوص سے کام کرے مگر انجام اللہ پر چھوڑ دے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں کم تعداد اور اسلحہ کی کمی اور پھر جس جگہ لشکر نے پڑاؤ ڈالا ہر لحاظ سے نامناسب اور تکلیف دہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کو پڑاؤ ڈالنے کے لیے جو

زمین میسر آئی وہ ریتلی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑے سکون اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسلامی لشکر کو ترتیب دے دیا پھر اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا کرنے لگے تب اللہ رب العزت نے ان کو خوشخبری دی کہ فکر مت کرو۔ ایک ہزار فرشتے تمہاری مدد کو آئیں گے۔ فکر مت کرو تم نے اللہ سے مدد مانگی ہے اور وہ سب پر غالب اور بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ یہاں تین طرح سے رب العالمین نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ ایک فرشتوں کی مدد سے لوگوں کے دلوں کو سکون، بے فکری اور اطمینان دے دیا۔ دوسری مدد یہ تھی کہ پورے لشکر کو ایک ایسی میٹھی نیند دے دی کہ چند ساعتوں کی اس پر سکون نیند سے لوگ ہشاش بشاش ہو گئے، نیند بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو تمام جسم کو پرسکون تروتازہ اور چاک وچوبند کر دیتی ہے اور تیسری لشکر پر بارش برسا دی جس کی وجہ سے لوگ اور بھی تروتازہ ہو گئے پانی کی کمی دور ہو گئی اور ریت بیٹھ گئی جو چلنے پھرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔

یہاں اس توکل کا ثبوت ملتا ہے جو مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے، یعنی جب مسلمان کہتا ہے کہ ”میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر“ تو یہ قول مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط اور پرسکون کر دیتا ہے اور اسی لیے کفار کے لشکر پر اللہ نے مسلمانوں کا رعب اور دبدبا طاری کر دیا، کیونکہ ان کے دل اللہ (جو سب سے بڑا ہے) کے نور سے خالی تھے اور کفر کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے تھے بھلا وہ مسلمانوں کے رعب میں کیوں نہ آ جاتے۔ مسلمان کا ایک نعرہ ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ ہی کفار کو دہلا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے، کیونکہ مسلمان اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقت اور تعداد پر بھاری ہوتا ہے۔

اللہ نے ان کی مدد فرشتوں سے نیند سے اور بارش سے کی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ تم ان کی کھوپڑی، کنپٹی، ناک، کان، ٹھوڑی، جبڑا اور بدن کے تمام جوڑ انگلیوں کلائی اور گھٹنے وغیرہ پر خوب زور کی چوٹیں لگاؤ اس سے انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ کفار کو تو یہ سزا اس لیے دی جا رہی ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ دنیا میں ناکامی اور بربادی کی سزا تو ان کو اس بدترین شکست کی صورت میں دی جا رہی ہے آخرت میں بھی ان کے لیے دوزخ کا شدید ترین عذاب تیار کیا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جنگ کے کچھ اصول بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جنگ میں جاؤ تم پورے یقین، خود اعتمادی اور مرد کامل بن کر مضبوط ارادے کے ساتھ جاؤ۔ کبھی بھی میدان جنگ سے بھاگ کر واپس نہ آؤ۔ یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ مر جاؤ تو شہید، جنگ جیت کر واپس آؤ تو غازی۔ بھاگنے کا دستور صرف کفار کا ہے مسلمان کا نہیں۔ ہاں! اگر کسی جنگی چال کی وجہ سے پیچھے ہٹنا پڑے یا کمانڈر کے حکم سے بڑی جماعت میں شامل ہونے کے لیے جگہ سے ہٹنا پڑے تو یہ جائز ہے ورنہ یہ مسلمان کی نافرمانی کا عمل ہو گا اور اللہ کو یہ نافرمانی بے حد ناپسند ہے اللہ فرماتا ہے کہ ایسے شخص کو جہنم کا عذاب دیا جائے گا اور یہ عذاب بڑا ہی سخت عذاب اور بہت برا ٹھکانا ہے۔

جب لڑائی بڑے زور شور سے ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی ریت کی کفار کی طرف پھینکی اور ساتھ ہی ان کے لیے فرمایا: ”ان کے چہرے بگڑ گئے۔“ یہ مٹھی بھر ریت اللہ کی طرف سے میدان جنگ میں چوتھی قسم کی مدد تھی جو لشکر کے لیے ناقابل برداشت

ہوگئی کیونکہ یہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی مدد تھی۔اس جنگ میں فتح صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رضا کی وجہ سے ہوئی۔اللہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں پر خاص طور سے احسان کیا ان کی مدد کی اور کفار پر ان کو سبقت دلائی اب یہ بھی مسلمانوں کے لیے ایک آزمائش ہے کہ وہ اس فتح پر اللہ کا کس حد تک شکرادا کرتے ہیں اور کس حد تک اپنا کمال سمجھتے ہیں۔غرور کے بجائے عاجزی و انکساری سے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں۔اچھے مسلمان کو تو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ ہی سب سے بڑا مددگار ہے، سننے والا اور جاننے والا ہے۔یہی مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔جو اس کو دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران اور پرسکون کرتا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت 165 میں اللہ فرماتا ہے۔''ساری کی ساری قوت اللہ کی ہے۔''

کافروں کے لیے غزوۂ بدر سے عبرت

ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ۝۱۸ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۱۹ ع 2/9/16

بات یہ ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔(۱۸) کافرو! اگر تم فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آ چکی، دیکھو! اگر تم اپنے کاموں سے باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔اگر پھر پہلے سے کام کرو گے تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری جماعت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو تمہارے کام نہ آ سکے گی۔اور اللہ تو یقیناً مومنوں کے ساتھ ہے۔(۱۹)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ اس جنگ کے بہت سے مقاصد تھے اور سب سے بڑا مقصد اللہ وحدہٗ لاشریک کی عظمت، طاقت، حکمت اور رحمت کا ثبوت دینا تھا۔مسلمانوں کی مدد خود اللہ نے انعام کے طور پر کی اور پھر سمجھا دیا کہ یہ سب کچھ فرمانبرداری کے صلہ میں ہوا اور سب سے بڑا سبق بھی یہی دیا گیا کہ اسباب پیدا کرنے والا اور حق کو اپنانے والے مسلمانوں کی حمایت کرنے والا اور مسلمانوں کو فتح و کامیابی دینے والا رب العالمین ہی ہے کوئی بندہ اس غرور میں مبتلا نہ ہو جائے کہ یہ سب خود اس کا اپنا کمال ہے۔صحابہ کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رشتہ داروں، گھر بار حتی کہ ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ واحد کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور یوں اپنے آپ کو شیطان کی شرارت سے بچا کر اللہ کی حفاظت میں دے دیا اور پھر اللہ و رسول کی محبت میں اپنا سب کچھ بھلا دیا تو بھلا ایسے بندوں کی مدد اللہ تعالیٰ خود کیوں نہ کرے گا۔جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ارادہ فرماتا ہے جو بندہ میری طرف ایک بالشت چل کر آئے میں اس کی طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہوں، جو چل کر آتا ہے میں اس کے پاس بھاگ کر جاتا ہوں۔(صحیح بخاری)

غرض غزوۂ بدر میں اللہ نے مسلمانوں کی جان نثاری کے بدلے میں بہترین فتح عطا کی تو پھر مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا کہ کہیں غرور میں نہ آ جانا اور کفار کو بھی یہ بتا دیا کہ اب تو سمجھ جاؤ کہ دین اسلام ہی حق ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب ابوجہل مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلنے لگا تو اس نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا مانگی:

"یااللہ! دونوں لشکروں میں سے جو اعلیٰ و افضل ہے اور دونوں جماعتوں میں سے جو زیادہ ہدایت پر ہے اور دونوں پارٹیوں میں سے جو زیادہ کریم و شریف ہے اور دونوں میں سے جو دین افضل ہے اس کو فتح دے دیجئے۔" (مظہری بحوالہ معارف القرآن صفحہ 203)

جنگ ختم ہونے پر اللہ رب العزت نے ان پر واضح کر دیا کہ اگر تم اللہ کا انصاف چاہتے ہو تو پھر وہ سامنے آ چکا ہے، اس لیے اب تمہیں سمجھ جانا چاہیے اور اپنے عقیدے کو درست کر لینا چاہیے ورنہ پھر اسی طرح شکست کھاؤ گے کیونکہ یہ جنگ تو تمہاری، حق یعنی اللہ کے ماننے والوں کے ساتھ ہوگی چاہے کتنا بھی بڑا زبردست انتظام کر لو فتح پھر بھی مسلمانوں کی ہی ہوگی کیونکہ ان کی مدد قادر مطلق الہ العالمین کی طرف سے ہوگی۔ اس کا مقابلہ تم مشرک اور باطل کے حمایتی کیا کر سکتے ہو؟

کتنی بڑی حقیقت ہے جو بدر کے واقعہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ کہ بیشک کفار بتوں کو پوجتے تھے لیکن اللہ کو ضرور مانتے تھے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ رب العزت نے تمام انسانوں کی فطرت میں اپنا تصور ضرور رکھ دیا ہے جیسا کہ عہد ربوبیت (جس کا ذکر ہو چکا) عالم ارواح میں ہر بندے سے لیا جا چکا ہے۔ مگر انسان اپنے پیدا کرنے والے کو بھول جاتا ہے اور غلط اعتقادات میں پڑ جاتا ہے۔ اسی لیے اس کی ہدایت کے لیے ہمیشہ انبیاء اور رسول بھیجے جاتے رہے ہیں جو طرح طرح سے لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں مگر خوش نصیب ہیں وہ جنہوں نے توحید کی تعلیم کو سمجھا اور مانا اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی ہٹ دھرمی اور بے عقلی کی وجہ سے شرک اور کفر کی راہوں کو چھوڑ نہ سکے اور اللہ کی رحمت سے محروم رہے۔ اللہ کی رحمت، مدد اور فضل و کرم ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کے طلب گار ہیں۔ ایسے لوگوں کا ہر کام، ہر سوچ اور ہر ارادہ اللہ کے فرمان کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی لیے مومن کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہا گیا ہے۔ اس کی وضاحت علامہ اقبال نے شعر میں یوں بیان کی ہے۔

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری

یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتہ ایماں کی تفسیریں

مطلب یہ ہے کہ سلطنتوں اور حکومتوں کا قیام، علوم و فنون میں ترقی، یہ سب ایمان کامل کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اس پر پورا بھروسہ کرتے ہیں۔ اسی کی رضا کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کی اللہ بھی مدد کرتا ہے۔ لیکن کبھی احسان کر کے اور کبھی تکلیف دے کر ان کو آزماتا ضرور رہتا ہے۔ اگلی آیات میں مرد کامل، سچے مسلمان کی تعریف اللہ کن الفاظ میں کرتا ہے؟

اطاعت الٰہی ہی اصل زندگی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿20﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿21﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿22﴾ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿23﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿24﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور اس سے مت پھرو ﴿20﴾ اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا مگر حقیقت میں سنتے نہیں۔ ﴿21﴾ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر وہ بہرے، گونگے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ ﴿22﴾ اور اگر اللہ ان میں نیکی کا مادہ دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دیتا اور (اگر بغیر صلاحیت کے) ان کو سنا دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔ ﴿23﴾ مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو (ہمیشگی کی) زندگی بخشتا ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے۔ ﴿24﴾

تشریح: جیسا کہ بدر کے واقعہ سے بے شمار سبق دیئے گئے ہیں اسی طرح پھر یہاں دہرایا جا رہا ہے کہ مشرکین کی شکست کی وجہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی تھی، لہٰذا مسلمانوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ اپنی اس فتح کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سمجھیں جو انہیں ایمان اور فرمانبرداری کے بدلے میں دی گئی ہے۔ اس لیے ایمان پر قائم رہیں۔ دوسرا یہ کہ کبھی اس راستے سے ہٹیں نہیں، پھر تاکیداً کہا جا رہا ہے تمام امت مسلمہ کو کہ سننے کے بھی چار درجات ہیں۔

1- صرف سن لیا عمل نہ کیا۔

2- کانوں سے سنا اور سمجھا مگر اعتقاد نہ کیا۔

3- سنا، سمجھا ایمان بھی لائے مگر عمل نہ کیا۔

4- سنا، سمجھا، ایمان لائے اور عمل بھی کیا۔ یہ آخری درجہ مومن کی صفت میں آتا ہے، پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی طرح ہرگز نہ ہو جانا جو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ عمل ہی کرتے ہیں تو ایسے لوگ مشرک، منافق اور کفار کے درجے میں آتے ہیں۔ ان کے پاس کان ہوتے ہیں مگر نیکی کی بات سننا پسند نہیں کرتے، یعنی یہ لوگ بالکل جانوروں کے برابر ہوتے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ جانوروں کو تو عقل سلیم سے اللہ نے محروم رکھا ہے جبکہ انسان کو اشرف المخلوقات اور احسن تقویم کہا گیا ہے اور پھر انسان کو علم و حکمت عطا کر کے فرشتوں سے بھی بلند درجہ دیا گیا ہے مگر اس میں بھی شرط یہی ہے کہ جو انسان اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ اختیار کرتا ہے قرآن کو غور سے سنتا ہے سمجھتا ہے عمل کرتا ہے اور دوسروں کو عمل کی ترغیب دیتا ہے۔ اور جو انسان ان تمام صفات سے خالی ہوتا ہے تو وہ پھر سب سے بدترین درجہ میں چلا جاتا ہے۔ حیوانوں سے بھی بدترین درجہ

اس کا ہو جاتا ہے فرمایا:

"ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ " پھر ہم اسے ذلیل ترین مخلوق بنا دیا۔ (التین آیت: ۵)

ایسے ہی لوگ اللہ کی رحمتوں، برکتوں، فضل و کرم اور مہربانیوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ بظاہر دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہو بھی جائیں تو دلی سکون ان کو ہرگز نہیں ملتا۔ دنیا میں بے سکونی کی زندگی گزارتے ہیں اور آخرت میں تو انہیں بہت ہی برا ٹھکانا ملے گا۔ ایسے لوگ ایمان کے نور سے دور ہوتے ہیں۔ ان کو زبردستی ایمان کی طرف بلاؤ، پھر بھی وہ اپنی ضد پر ہی قائم رہتے ہیں تو پھر اللہ بھی گمراہی کے راستے ہی ان کے لیے آسان کر دیتا ہے پھر دوبارہ مومنین کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ اپنے ایمان کے نور کی حفاظت کرو۔ اس کو اطاعت الٰہی و اطاعت رسول سے مضبوط کرو اور دنیا و آخرت میں بھلائیاں حاصل کرو۔ نیک کام جو بھی تمہارے سامنے آئے فوراً کر ڈالو۔ نیکی کے کام میں کبھی دیر نہ کرو۔ کیونکہ اللہ قادر مطلق ہے انسان کا ہر لمحہ اس کی نگرانی میں ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ "

"اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھنا۔" (معارف القرآن)

ایمان ایک مظبوط رسی ہے جس نے انسان کو اللہ کے ساتھ جوڑ رکھا ہے جو اس رسی کو تقویٰ اور اطاعت رسول ﷺ سے مضبوط کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے بھرپور اور کامیاب زندگی گزارتا ہے ہر وقت موت، قیامت اور قیامت کے بعد زندگی بھر کے حساب کتاب کو یاد رکھو۔ دن رات ہمارے سامنے لوگ مرتے ہیں اور قرآن پاک میں بے شمار دفعہ اس دن کا ذکر کیا گیا ہے جو ہمارے لیے راز ہے ہماری آنکھوں سے بظاہر پوشیدہ ہے مگر بصیرت علم وعرفان کی آنکھوں سے اور قرآن کی ہدایات سے اس دن کو جو حساب کتاب کا دن ہے بڑی صفائی سے دیکھ رہے ہیں اللہ فرماتا ہے:

"مگر جب اللہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری اس سرکشی کا وبال تم ہی کو بھگتنا ہو گا۔ دنیا کے چند روزہ مزے ہیں، پھر ہماری ہی طرف پلٹ کر تم کو آنا ہے۔ اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کرتے رہتے تھے۔" (یونس آیت: 23)

سورۂ ہود کی آیت 34 میں اللہ فرماتا ہے۔ "وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔"

پیغمبر سچی خبر دینے والا ہے۔ قرآن سچی کتاب ہے اور پیغمبر کا دل روحانی بلندیوں کا حامل ہوتا ہے۔ وہ حق دیکھتا ہے، حق کہتا ہے اور سچ باتوں کی خبر پیغمبر کے ذریعے دی گئی ہے وہ اٹل اور یقینی ہے، پھر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 2 میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ یہ کتاب قرآن مجید اس میں کچھ شک نہیں کہ کلام الٰہی ہے اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے"۔

اللہ رب العالمین ہمیں سب کو شک وشبہ سے بچا کر ایمان کامل کی توفیق دے کر سرخرو کرے۔ آمین۔

ماضی کی یاد سے مستقبل سنوارنا اور تقویٰ کے فوائد

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿25﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿26﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿27﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿28﴾ ع 3/9/17
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿29﴾

اور بچو اس فتنہ سے جس کی مصیبت صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گی اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔﴿25﴾ یاد کرو وہ وقت کہ جب تم تعداد میں بہت کم تھے۔ اور زمین میں تمہیں کمزور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں، پھر اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے، تمہیں اچھا رزق پہنچایا، تاکہ تم شکر گزار بنو﴿26﴾ اے ایمان والو! جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو﴿27﴾ اور جان رکھو! کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے﴿28﴾ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ (حق و باطل میں فرق کرنیوالی) قوت امتیاز عطا کر دے گا۔ اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارے قصور معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔﴿29﴾

تشریح: جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ہدایت کی آخری کتاب اور انسان کے لیے قانون زندگی ہے ان آیات میں بھی چند ایسے اچھے اصول بتائے گئے ہیں جو کردار کو مضبوط کرتے ہیں اور نجات کا ذریعہ بنتے ہیں اس زندگی میں رحمت، برکت، آسائش و آرام کا ذریعہ بنتے ہیں۔

1- فتنہ سے بچو اس میں ہر قسم کی برائی شامل ہے۔ خود بچو اگر غلطی ہو جائے تو چپکے سے اللہ سے معافی مانگ لو، گناہ کی تشہیر نہ کرو۔

2- پھر نیکی کرو، برائی سے منع کرو، کیونکہ برائی جب پھیلنا شروع ہوتی ہے تو پھر اس کے برے اثرات ہر جگہ پھیلتے ہیں پھر جب اس برائی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور یوں معاشرہ کا ہر برا اور اچھا آدمی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً: چھوٹی سی برائی ہے "جگہ جگہ تھوکنا" مگر اس سے جو گندگی، بیماری اور وحشت پورے محلّہ، شہر یا ملک میں پھیلتی ہے تو اس سے سب لوگ ہی عذاب کا نشانہ بن جاتے ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص تمہارے سامنے چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی برائی کرے تو انسان کا فرض ہے اس کو پیار محبت سے، ڈرا دھمکا کر غرض جیسے بھی ممکن ہو منع کرے۔

3- خیانت سے منع کیا گیا ہے۔خیانت صرف مال ودولت میں ہی نہیں۔اس کے بہت سے طریقے ہیں۔مثلاً: کسی کے راز کو ظاہر کر دینا یا اس کی تشہیر کرنا یا ناجائز طریقہ سے مال ودولت کو ہڑپ کرنا، غرض ہر طرح کی خیانت ہو سکتی ہے جس میں حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں شامل ہیں۔اس کی تفصیل کافی وضاحت سے بیان ہو چکی ہے۔

4- مال واولاد کی محبت میں اللہ سے دور نہ ہو جاؤ دنیاوی کشش کے یہ دونوں بڑے زبردست فتنے اور فضل وکرم ہیں۔ فتنے اس لیے کہ اگر ان کی محبت میں انسان اللہ کی بتائی ہوئی حدود کو توڑ دے تو ان سے بڑا فتنہ اور کوئی نہیں۔فضل وکرم اس طرح کہ یہ انسانی زندگی کے سکون اور آسائش کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، اگر ان کو طریقہ وسلیقہ سے رکھا جائے مال کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے استعمال کیا جائے اور اولاد کو بہترین تربیت دے کر انسان کامل اور اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار، بہترین شہری بنا کر میدان عمل میں چھوڑا جائے تو یقیناً اولاد انسان کے لیے صدقہ جاریہ کا مقام رکھتی ہے، یعنی اولاد کی ہر نیکی کا ثواب والدین کو ہمیشہ پہنچتا رہتا ہے۔

یہی تو تمام اچھائیاں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پھیلانے اور مضبوط کرنے میں مسلمانوں کی بے حد مدد کی، سب سے پہلے تو مکہ کی زندگی کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس مصیبت، خوف وہراس، پریشانی اور بے سروسامانی کے حالات میں چھوٹی سی ایک جماعت زندگی گزار رہی تھی (مسلمانوں کا مکی دور) تو اللہ نے ان کی سہولت، مدد اور کامیابی وسکون کے لیے مدینہ کے لوگوں کو ان پر مہربان کر دیا اور یوں آنحضرت ﷺ چھوٹی سی جماعت کے ساتھ وہاں ہجرت کر گئے اور پھر ان کے حالات اس طرح کر دیئے کہ وہ مضبوط سے مضبوط ہوتے چلے گئے اور مسلمان دنیا کے دور دراز خطوں تک پہنچ گئے۔

یہ سب کچھ اللہ کی مہربانی اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہوا۔اسی لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔اللہ سے ڈرتے رہو، یعنی انتہائی پاکیزہ اور نیک زندگی گزارنے کی پوری پوری کوشش کرو اس نیک اور صالح زندگی کا تمہیں بہت بڑا انعام ملے گا۔دنیا میں خوشی اور سکون کی صورت میں اور آخرت میں جنت کی صورت میں۔پھر فرمایا کہ نیک لوگوں کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیئے جاتے ہیں اور ان کو برائیوں سے محفوظ ومامون کر دیا جاتا ہے۔اگر غلطی سے وہ کوئی گناہ کر بیٹھیں تو اللہ اللہ رب العزت ان کی خطاؤں کو اپنے رحم وکرم سے معاف فرما دیتا ہے کیونکہ وہ تو ہے ہی مہربان اور فضل وکرم کرنے والا۔ ''اللہ''۔اس کی تعریف کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں کیونکہ اگر دنیا کے تمام درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی بنا دی جائے تو یہ سب کچھ اللہ کی تعریف مکمل کرنے میں ناکافی ہو جائیں گے؟ اس لیے اس کی تعریف کو مکمل کرنا ممکن نہیں بس اس کے سامنے عاجزی سے سر جھکانا اور اس کی تسبیح وتقدیس کرتے رہنا ہی انسان کا فرض ہے تو پھر اتنے بڑے، قادر مطلق کی نافرمانی کرنا، کس قدر نادانی کی بات اور گھاٹے کا سودا ہے۔لہٰذا ہر وقت اس سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے کہ شیطان کی شرارت سے محفوظ ومامون رکھے۔آمین۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف تمام منصوبے ناکام

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴿30﴾

اور (اے نبی ﷺ! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں، جان سے مار دیں یا وطن سے نکال دیں۔ ادھر تو وہ چال چل رہے تھے اور ادھر اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔﴿30﴾

تشریح: اللہ رب العزت کے مدبر ہونے کی ایک عظیم مثال یہاں دی گئی ہے کہ جب مدینہ کے لوگ اسلام قبول کرنا شروع ہو گئے تو اہل مکہ کو بڑی فکر ہوئی کہ اگر مکہ سے باہر محمد ﷺ کے عقیدے کی شہرت ہونے لگی تو یہ بڑا مسئلہ ہو جائے گا تو تمام سرداروں نے دارالندوہ میں ملکر مشورہ کیا کہ آپ کو قید کر دیں، جان سے ماردیں یا وطن سے نکال دیں۔ آخر یہ طے پایا کہ تمام قبیلوں کا ایک ایک نوجوان ایک جماعت کی صورت میں ان کے گھر کا محاصرہ کریں اور جب وہ باہر آئیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کا پیغام دیا کہ یہاں سے ہجرت کر جائیں سو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا اور خود باہر نکل کر ایک مٹھی ریت پھینک دی جو محاصرہ کرنے والوں کے سر پر پڑ گئی اور آپ اللہ کی مدد اور فضل و کرم سے بحفاظت ان لوگوں کے درمیان میں سے نکل کر چلے گئے اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا اور اس کی تدبیر بھی۔ اللہ تو ہے ہی بہترین تدبیر کرنے والا، اس لیے صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور صرف اسی لیے ڈرنا چاہیے۔ کسی اور سے ڈرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ اجازت۔ جب اتنا بڑا سہارا مل جائے تو پھر مسلمان کی خود اعتمادی کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

عذاب کا مطالبہ اور عذاب نہ آنے کی وجہ

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴿31﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴿32﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴿33﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴿34﴾

اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ کلام ہم نے سن لیا ہے۔ اگر ہم چاہئیں تو ایسا ہی کلام ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔﴿31﴾ اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق

ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی تکلیف دہ عذاب بھیج دے۔(32) اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے انہیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انہیں عذاب دے۔(33) اور اب ان کے لیے کونسی وجہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے جبکہ وہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔(34)

تشریح: یہ آیات اس زمانہ کے حالات بتا رہی ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تھی 610 عیسوی میں غار حرا میں پہلی وحی آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ توحید کی تعلیم اہل مکہ کے لیے بڑی عجیب وغریب تھی۔ اس لیے اکثریت میں لوگ آپ ﷺ کے جانی دشمن ہو گئے تب 622ء میں آپ نے مدینہ ہجرت کی۔ 1 ہجری 14 نبوت تھی۔ ہجرت سے پہلے کے حالات یہ تھے کہ جب آپ ﷺ لوگوں کو قرآنی آیات پڑھ کر سناتے تو کفار مکہ لاپروائی سے کہتے کہ یہ کوئی بڑے کمال کی آیات نہیں ہیں ہم تو اس سے اچھا کلام سنا سکتے ہیں اور پھر دوسرا اعتراض یہ کرتے کہ کیا رکھا ہوا ہے اس کلام میں صرف پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہی تو بتائی گئی ہیں۔ ان دونوں باتوں کا جواب ''سورۃ البقرۃ'' میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔ اور پھر عذاب کا مطالبہ کرنے لگے کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسا دو اگر قرآن سچا ہے۔ تو اس کا جواب رب العالمین نے یہ دیا کہ تم پر عذاب فی الحال نہیں آسکتا کیونکہ یہ اللہ کے ارادے، پروگرام اور مصلحت کے خلاف ہے۔ جب تک کوئی نبی قوم میں موجود ہو عذاب نہیں آسکتا کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ میں موجود ہیں۔ جب وہ ہجرت کر گئے تو پھر ان لوگوں کی وجہ سے عذاب ٹلا رہا جو اللہ العالمین کی عبادت کرتے رہتے اور اس کا فضل وکرم اور بخشش مانگتے رہتے لیکن جب مدینہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوگئی اور تمام مسلمان مکہ سے چلے گئے تو اب کوئی وجہ نہ تھی کہ ان پر عذاب نہ آئے۔ کفر وشرک کے علاوہ اہل مکہ نے یہ کام بھی کیا کہ جب سنہ 6 ہجری یا 19 نبوت کا زمانہ تھا تو آپ ﷺ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آئے تو قریش اہل مکہ نے آپ ﷺ کو روک دیا اور اگلے سال حج کی اجازت کے لیے ان کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ معاہدہ یہ تھا۔

1- دس برس تک صلح رہے، آپس میں آنا جانا، لین دین جاری رہے۔ جو قبیلہ چاہے مسلمانوں سے مل جائے جو چاہے قریش سے ملا رہے۔

2- مسلمان اگلے سال آکر خانہ کعبہ میں نماز پڑھ سکیں گے۔

3- اگر قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر آپ ﷺ کے پاس جا پہنچے تو اسے واپس بھیج دیا جائے اگر کوئی مسلمان اسلام چھوڑ کر مکہ واپس آجائے تو اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ اس پر مسلمان گھبرا اٹھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے منظور فرما لیا۔ کیونکہ اس میں بڑی مصلحتیں تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ سب اس لیے بیان کیا گیا کہ اہل مکہ مسجد حرام میں عبادت کرنے سے منع کرتے تھے اور یہ بہت ہی بری بات تھی۔ کیونکہ وہ لوگ اصل میں

خانہ کعبہ کے متولی تو نہ تھے۔ خانہ کعبہ تو اصل میں پرہیز گاروں کی عبادت گاہ ہے۔ اور یہ عبادت گاہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے ملکِ عرب کے شہر مکہ میں بنائی تھی یہ عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر یا مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ جب یہ تعمیر کی گئی تو یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہاں رہائش اختیار کر لی اور پھر شہر مکہ آباد ہونا شروع ہو گیا۔ ان دونوں پیغمبروں کے بعد لوگ آہستہ آہستہ ان کی تعلیمات کو بھلا کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیے اور طواف کرنے کا طریقہ انتہائی شرمناک اختیار کر لیا۔ جس کا ذکر اگلی آیات میں کیا جا رہا ہے۔

مشرکین مکہ کے بڑے بڑے گناہ

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿35﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
يُغْلَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿36﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ
الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿37﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ ع 4/9/18
كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿38﴾ وَ قَاتِلُوْهُمْ
حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿39﴾ وَ اِنْ
تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿40﴾

اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔ تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو ﴿35﴾ جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر وہ خرچ کرنا ان کے لیے افسوس کا باعث ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ﴿36﴾ تاکہ اللہ پاک سے ناپاک کو علیحدہ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ڈھیر بنا دے، پھر اس ڈھیر کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔ ﴿37﴾ (اے پیغمبر ﷺ!) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے کاموں سے باز آ جائیں تو جو ہو چکا وہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کام کرنے لگیں گے تو پہلے لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے ان کے ساتھ بھی کیا جائے گا ﴿38﴾ اور ان لوگوں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر باز آ جائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے ﴿39﴾ اور اگر نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔ ﴿40﴾

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے تو کفار کے غلط طریقے اور غلط خیال کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ انہوں نے نیک اور عبادت گزار لوگوں کو خانہ کعبہ میں عبادت کرنے سے منع کیا، یعنی وہ سمجھتے تھے کہ وہی خانہ کعبہ کے متولی ہیں اور ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ

یہاں تو صرف پاکباز لوگ ہی عبادت کر سکتے ہیں۔ان کی عبادت کا طریقہ تو سو فیصد غلط اور بے ہودہ تھا وہ اس طرح کہ خانہ کعبہ کے اندر بت رکھے ہوئے تھے اور خانہ کعبہ کا طواف یوں کرتے کہ سیٹیاں بجاتے تالیاں پیٹتے اور برہنہ ہو کر طواف کرتے۔ دوسری بہت بڑی غلطی جو انہوں نے کی وہ مال خرچ کرنے کا غلط طریقہ اختیار کیا۔وہ اس طرح کہ اپنا مال لوگوں کو گمراہی کے راستے پر چلانے کے لیے خرچ کرتے جیسا کہ غزوۂ بدر میں مال بھی خرچ کیا جانیں بھی ضائع کیں اور پھر شکست کی ذلت بھی اٹھائی۔ دوبارہ اپنا مال پھر غزوۂ احد میں ضائع کیا اور ذلت اٹھائی۔غزوۂ بدر 17 رمضان اور غزوۂ احد 6 شوال 3ھ بمطابق 624ء کو ہوا،غزوۂ بدر کے بعد اُحد کے نقصان اور ذلت کا ذکر اس آیت میں کر دیا گیا تھا۔

اللہ رب العزت نے صاف صاف بتا دیا کہ ان کا مال، جان بالکل بے کار جائیں گے کیونکہ یہ حق کے خلاف باطل کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ان کو سوائے افسوس پچھتاوے اور عذاب کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اس دنیا میں تو انہوں نے اپنا مالی اور جانی نقصان اور شکست کی ذلت ہی دیکھی ہے اگلے جہان میں تو ان کو ایسا عذاب ملے گا کہ جس کا وہ خیال بھی نہیں کر سکتے۔وہ بڑا سخت عذاب ہوگا۔ان سب لوگوں کو اوپر تلے اکٹھا کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔نبی پاک ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ان کفار لوگوں کو بتاؤ کہ اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں تو ان کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے لیکن اگر توبہ کرنے کے بعد انہوں نے پھر کفر و شرک کو اپنا لیا تو پھر ان پر ویسا ہی عذاب بھیجا جائے گا جیسا کہ ان سے پہلی قوموں پر بھیجا گیا جن میں زیادہ مشہور نام قوم عاد، ثمود، قوم نوح اور فرعون وغیرہ کے ہیں۔پھر اللہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو ہرگز معاف نہ کرو ان کے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ کفر و شرک ختم نہ ہو جائے۔اور پھر فرمایا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہے اس کو کس بات کی پریشانی ہے۔یہ بات صرف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ یہ ہر دور کے ہر مسلمان کے لیے ہدایت ہے کہ ہر صورت اور ہر وقت بے دھڑک ہو کر برائی کے خلاف جدوجہد کرو۔کیونکہ اللہ حق ہے، حق کو پسند کرتا ہے اور حق کی حمایت ہر صورت کرتا ہے۔شرط یہ ہے کہ نیت صاف اور مقصد نیک ہو۔نیک و بد کی پہچان اور فرق رب العالمین کو خوب اچھی طرح معلوم ہے۔وہ خوب جانتا ہے کہ کس کی حمایت کرنی ہے اور کس کو عذاب دینا ہے۔یہی اس کا دستور ہے اس لیے ہم بھی اقرار کرتے ہوئے اس سے اس کی حمایت اور مدد کے طلب گار ہیں۔بیشک وہ ہی "نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ" ہے، یعنی وہ بہترین حمایتی اور بہترین مددگار ہے۔جب ہم نبی اکرم ﷺ کی زندگی کو بعثت سے لیکر وصال تک غور سے دیکھتے ہیں تو ہر واقعہ اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ واقعی اللہ حق گو کا بہترین حمایتی ہے۔الحمدللہ نواں پارہ مکمل ہوا اور دسویں پارے کی ابتدا کرتے ہیں۔

وَاعْلَمُوْٓا

اس پارے کے پہلے چھ رکوع سورۃ الانفال کے ہیں باقی گیارہ رکوع سورۂ توبہ کے ہیں۔اس سورت کا آغاز مال غنیمت کے ذکر سے ہوا تھا۔ یہاں یوم بدر کی تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ دوسرے رکوع میں منافقین کا ذکر ہے۔ تیسرے رکوع میں جہاد کی برکات کا ذکر ہے۔اس سورت کے آخر میں مہاجرین وانصار کے فضائل اور اللہ کی قدرت کاملہ بیان کی گئی ہے۔ ساتویں رکوع سے سورۂ توبہ شروع ہوتی ہے۔ یہ سورت بسم اللہ کے بغیر شروع ہوتی ہے۔نویں رکوع میں تمام نیکیوں پر جہاد کی فضیلت واضح کی گئی ہے۔ دسویں رکوع میں مسلمانوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ گیارہویں رکوع میں عیسائیوں کا رد کیا گیا ہے۔ بارہویں رکوع میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔ تیرہویں رکوع میں منافقوں سے ہوشیار رہنے اور ان کے لئے سخت عذاب کا بیان ہے۔ چودہویں رکوع میں منافقین کی شرارتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پندرہویں رکوع میں عاد وثمود کے حالات بتائے گئے ہیں۔ سولہویں رکوع میں توبہ اور نیکی کا راستہ بتایا گیا ہے۔ سترہویں رکوع میں منافقوں سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے۔ دسویں پارے میں سورت انفال کے آخری حصے اور سورۂ توبہ کے بیشتر حصے میں اسلامی طرز سیاست اور دوسرے امور سے واقفیت دلائی گئی ہے۔

مال غنیمت میں حصوں کی تقسیم

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿41﴾

اور خوب جان لو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے ہے۔ اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور اگر تم اللہ اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا۔ فیصلہ کے دن دونوں جماعتوں میں مقابلہ ہوا اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔﴿41﴾

تشریح: اس آیت میں بڑے اہم موضوعات پر بحث کی گئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ احکامات الٰہی بتائے گئے ہیں۔ جیسا کہ شروع سورت میں وضاحت کی گئی تھی کہ انفال کا مطلب ہے غنیمت۔ اور غنیمت کا مطلب ہے وہ مال جو کفار سے جنگ کے سلسلے میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ تو اس کی تقسیم کا طریقہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے بتا دیا ہے۔ حکم ہوا کہ پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگا اور وہ اس کو اس طرح خرچ کریں گے۔ 1- اپنی ذات پر۔ 2- اپنے قرابت داروں، یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر کیونکہ انہوں نے آپ کی مدد ہر اس وقت کی جب انسانی ہمدردی کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ آپ تو پیدا ہی یتیم ہوئے

تھے اور پھر والدہ بھی فوت ہوگئیں جبکہ آپ کی عمر اس وقت صرف 6 سال تھی۔ پہلے دادا نے اور پھر چچا نے آپ کی پرورش کی اور زندگی کے ہر مشکل وقت میں آپ کی بھرپور مدد کی۔3- تیسرا درجہ یتیموں کا ہے۔4-محتاجوں کا۔5- مسافروں کا درجہ آتا ہے۔ باقی چار حصے لشکر میں تقسیم کئے جائیں۔ وہ اس صورت سے کہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ۔

ڈاکٹر غلام مرتضی صاحب اپنی کتاب انوار القرآن میں صفحہ 218 پر لکھتے ہیں کہ ''غنیمت کی دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر جنگ کے غیر مسلمین کے اموال، املاک اور اوقاف مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں جیسا کہ مدینہ منورہ میں یہودی قبائل بنونضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ وغیرہ کے لوگ مدینہ چھوڑ کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کی تمام املاک مسلمانوں کے پاس آگئیں اس کی وضاحت سورۃ الحشر میں کی گئی ہے۔ اموال فئے مسلمانوں کا اور اسلامی ریاست کا حق ہے۔ اگر غیر مسلم اس کو چھوڑ کر چلے جائیں تو اس پر ان کا کوئی حق نہیں رہتا۔''

ان احکامات سے سابقہ قانون ختم کر دیا گیا کہ پہلی امتوں میں یہ مال غنیمت حلال نہ تھا مگر اس حکم کے بعد ایک تو اس کو حلال قرار دیا گیا اور دوسرے اس کی ٹھیک ٹھیک تقسیم بتادی گئی کہ امت میں مال کی وجہ سے رنجش اور بدامنی پیدا نہ ہو جائے۔ پھر اس تقسیم پر ایمانداری سے عمل کرنے کے لیے مجاہدین کو یاد کروا دیا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بتائے ہوئے قانون پر عمل کرنا کس قدر ضروری ہے، یعنی مال غنیمت میں سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز تم اپنی مرضی سے اپنے پاس رکھنے کے حق دار نہیں۔ کیونکہ یہ خیانت ہوگی۔ پھر غزوۂ بدر کو یوم الفرقان، یعنی فرق کرنے کا دن کہا گیا۔ کیونکہ بعثت سے لیکر ہجرت اور پھر مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام یہ تمام عرصہ کفر و اسلام کی زبردست کشمکش میں گزرا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے اللہ کی مدد کے سہارے بڑے بڑے مشکل مرحلے گزارے مگر کامل یقین اور اللہ کے بھروسہ پر انہوں نے کبھی ہمت نہ ہاری۔ اس قدر جاہل اور بداخلاق قوم کو راہ راست پر لانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بلکہ اس کو بھی ایک معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہی بگڑی ہوئی قوم دنیا کی بہترین قوم بن گئی۔ اور عہد رسالت ﷺ میں دس سال کی مدت میں معمولی جانی نقصان پر عرب جیسا بڑا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رسول پاک ﷺ کی رہنمائی میں ایک انتہائی پرامن اور صحت مند نیا معاشرہ وجود میں آرہا تھا۔ اسی پاکیزہ تبدیلی کی پہلی سیڑھی غزوۂ بدر تھا۔

یہ اصل میں کفر اور اسلام میں فرق ظاہر کرنے کا بہت بڑا ذریعہ تھا، لہٰذا اس معرکہ کے دن کو یوم الفرقان (فرق کرنے کا دن) کہا گیا ہے۔ پھر آخر میں مسلمانوں کو فخر و غرور سے بچانے کے لیے یاد کرا دیا کہ یہ سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے ہوا ہے کیونکہ وہی تو ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ فتح و شکست، عزت و ذلت کسی انسان کے بس میں نہیں بلکہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ویسے ہی اپنی قدرت سے سب کو مسلمان بنا دیتا مگر یہ تو فرشتوں کی صفت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی فرمانبرداری اور عبادت اور تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ مگر انسان کی انسانیت تو اعتقاد،

ایمان اور حب الٰہی کی مضبوطی سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ کامل انسان تو وہی ہوتا ہے جو دکھ اور خوشی میں اللہ کو نہ بھولے اور شکر ادا کرتا رہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی غزوہ بدر بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

جنگ بدر کی وجہ سے مسلمانوں کی آزمائش اور اللہ کی مدد

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿42﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿43﴾ وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿44﴾ ع 5/7 1

جس وقت تم (میدان جنگ کے) قریب کے کنارے پر تھے اور وہ (کافر) پرلے کنارے پر تھے۔ اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا۔ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو تم دونوں وقت مقررہ سے خلاف کر بیٹھتے مگر اللہ کو منظور تھا کہ جو کام ہونے والا ہے اسے کر ہی ڈالے تاکہ جسے مرنا ہے یقین جان کر مرے اور جسے جینا ہے حق جان کر ہی جیے اور کچھ شک نہیں کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔﴿42﴾ اس وقت اللہ نے تمہیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا۔ اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور جو کام درپیش تھا اس میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے تمہیں بچا لیا بیشک وہ سینوں کی باتوں سے واقف ہے۔﴿43﴾ اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ کی طرف ہے۔﴿44﴾

تشریح: ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ جنگ صرف اللہ کی مرضی اور پروگرام کے تحت ہوئی اور اسی کی مرضی اور پروگرام کے تحت جنگ کا نقشہ اور مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست ہوئی۔ یہ خالصتاً اللہ ہی کی مرضی تھی ویسے تو اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے کیونکہ وہی سب سے زیادہ طاقت والا اور قدرت والا ہے۔ اور اس جنگ کے بظاہر کوئی آثار نہ تھے اور مقابلہ بھی برابر کا نہ تھا مگر کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت سے حق کی حمایت اور کفر کی جڑ کاٹنا تھی اس لیے اس نے ایسے حالات پیدا کیے مثلاً دونوں جماعتیں ہی باقاعدہ معاہدہ، یعنی جنگی حالات کا اعلان کیے بغیر آمنے سامنے آ گئیں مسلمانوں کا پڑاؤ انتہائی نامناسب جگہ پر تھا اور تعداد بھی بہت کم تھی جبکہ دشمن بہت زیادہ اور پڑاؤ بھی اچھی جگہ پر تھا۔ کچھ ایسے حالات تھے کہ جنگ ٹل بھی سکتی تھی کیونکہ تجارتی قافلہ بچ کر جا چکا تھا مگر بظاہر یہ سب کچھ اتفاقاً ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ہر بات اور ہر کام چاہے اتفاقاً ہو یا ارادتاً ہو سب اللہ کے طے شدہ

پروگرام کے مطابق ہوتا ہے۔ اس نے چاہا تو چھوٹی سی فوج کو بڑی طاقت پر اس لیے برتری عطا کر دی کہ اللہ کی مدد غیبی طور پر اور حق کی حمایت ظاہری طور پر دکھانا مقصود تھا، لہٰذا مسلمانوں کو کفار کی فوج کم کر کے دکھا دی تاکہ انسان ہونے کی وجہ سے کم ہمت نہ ہو جائیں، پھر بارش برسا کر زمین سخت کر دی اور پانی کا بندوبست بھی کر دیا۔ یہ سب حالات بیان کیے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف بتانا مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ بندہ تو صرف اس کا بندہ (غلام) ہے جو اس پر جتنا بھروسہ کرے گا اتنا ہی کامیاب اور پرسکون ہوگا اور جو اللہ سے دور کفر کی ظلمت میں بھٹکتا پھرے گا اتنا ہی بے سکون اور نامراد ہوگا۔ اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی۔ غزوۂ بدر کی زندہ مثال ہے۔

مدینہ ایک ایسی اسلامی ریاست یا شہری مملکت کہلا سکتی تھی جس کی بنیاد ایک ایسے سیاسی نظام پر مشتمل تھی جس میں مدینہ کے مسلمان، یہودی اور مشرک شامل تھے۔ اس ریاست کا قائم ہونا ترقی کرنا اور اسلام کا مضبوط قلعہ بننا اور اسلام کا دنیا کے کونے کونے میں پھیلنا۔ اس سب کی بنیاد غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح پر ہی تھی اور یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے پروگرام سے ہی ہو رہا تھا۔ جب بندہ اللہ پر پورا بھروسہ کر کے نکلتا ہے یا کوئی نیک راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے لیے سہولتوں، آسانیوں اور کامیابیوں کے ایسے ایسے راستے کھول دیتا ہے جو بندے کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ ایمان اور نیک عمل ہی انسان کو اللہ کے قریب کرتے ہیں اور جو اللہ کے قریب ہو گیا اس نے سب کچھ پا لیا۔

جہاد میں کامیابی کے اصول

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝45 وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝46 وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطٌ ۝47

اے ایمان والو! جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(45) اللہ
اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ ایسا کرو گے تو تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی (کمزور
ہو جاؤ گے) اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔(46) اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (حق کا مقابلہ
کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو اعمال یہ کرتے
ہیں اللہ ان پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔(47)

تشریح: جیسا کہ باقی زندگی گزارنے کے لیے اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کو بہترین اصول بتائے ہیں اسی طرح جنگ کے اصول

بھی بتائے ہیں۔

1- پہلا اصول ثابت قدم رہو۔ ثابت قدمی تو زندگی کے ہر مرحلہ میں ضروری ہے۔ کیونکہ جہاں انسان کا ارادہ کمزور ہوا وہاں ناکامی ہوگئی، اس لیے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان جنگ میں اترو۔ کفار کی طرح نہیں کہ فوجیوں کو جوش و جذبہ دلانے کے لیے بینڈ باجے بجائے جاتے ہیں۔ مسلمان کو جذبہ جہاد کو ابھارنے اور ثابت قدم رکھنے کے لیے اللہ کا ذکر بہترین ذریعہ ہے۔ اسی جذبہ کے تحت جب مسلمان نعرہ تکبیر لگاتا ہے تو مشرکوں کے دل پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اس نعرہ تکبیر میں کچھ ایسا رعب، دبدبہ اور تاثیر ہے کہ کفار اس سے بہت زیادہ گھبراتے ہیں (یہ حقیقت ہے) آدھی جنگ اس حکم کی تعمیل سے ہی جیتی جا سکتی ہے۔

2- دوسرا اصول فوج کی یکجہتی اور اتحاد ہے۔ یکجہتی اور اتحاد اس قدر طاقت اور اہمیت رکھتا ہے کہ بڑے سے بڑا طوفان بڑی سے بڑی طاقت اس کے سامنے جھک سکتی ہے۔ جیسا کہ جنگ بدر میں پہلے کچھ نا اتفاقی پیدا ہوئی مگر جب رسول اللہ ﷺ نے سب سے مشورہ کر کے ایک مکمل تجویز سب کے سامنے رکھ دی تو سب نے مل کر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ یکجہتی اور اتحاد قوم کی کامیابی کا بہترین ہتھیار ہے۔ کسی بھی جماعت کو شکست دینے کا بہت بڑا ہتھیار یہ ہے کہ جماعت میں کسی بھی صورت سے انتشار، نا اتفاقی اور جھگڑا ڈال دیا جائے ایسی جماعت بلاشبہ کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔

3- تیسرا اصول یہ ہے کہ کبھی بھی بے صبری کا اظہار نہ کرو چاہے وہ کسی شکل میں ہو اپنے کسی ساتھی سے زیادتی ہو جائے یا جنگ کے حالات شدت اختیار کر جائیں۔ بھوک، پیاس برداشت کرنی پڑے یا تھکن بڑھ جائے یا زخمی ہو جائے۔ ہر حال میں مسلمان کا کام ہے صبر سے کام لے۔ کیونکہ صبر ہر مشکل آسان کر دیتا ہے جبکہ بے صبری سے دکھ، تکلیف اور پریشانی اور بڑھ جاتا ہے۔

4- چوتھا اصول یہ ہے کہ کبھی بھی اتراتے ہوئے اور دکھاوے کے لیے جنگ کے لیے نہ نکلو۔ بلکہ صاف نیت اور بلند مقصد، حق و صداقت کی جیت کے لیے ایمان کے جذبہ کے ساتھ جنگ کے لیے نکلو۔ کیونکہ دکھاوا غرور اور بے جا شان و شوکت سے تو صرف کفار ہی جنگ کے لیے نکلتے ہیں۔ جیسا کہ ابوجہل جنگ بدر کے لیے بدمست ہو کر لشکر لے کر نکلا تھا اور پھر اس کا مقصد بھی بڑا ہی برا تھا، یعنی ان لوگوں سے لڑنے جا رہا تھا جو اللہ کے سپاہی تھے اور امن و سکون کی خاطر جنگ کے لیے نکلے تھے۔ بھلا ابوجہل اور رسول اللہ ﷺ کا کیا مقابلہ ہو سکتا تھا۔ اللہ تو سب کے اعمال، نیتوں اور ارادوں سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

جنگ لڑنے کے لیے ایمان، یقین، اتحاد، صبر، سکون اور اللہ کے کلمے کی بلندی کے لیے جنگ کرنا، یہ سب صفات مسلمان مجاہد کے پاس ہوتی ہیں اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ ایک مجاہد کئی کفار پر بھاری ہوتا ہے۔ جس کا ثبوت جنگ بدر میں بھی مل گیا کہ کس طرح 313 مسلمانوں نے ایک ہزار کے لشکر سے مقابلہ کر کے فتح حاصل کی۔

مجاہد کی تعریف بیان سے باہر ہے۔ مجاہد کا درجہ اللہ تعالیٰ نے بہت بلند رکھا ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں۔'' (صحیح البخاری کتاب الجہاد)

اب میں ایک ایسے مجاہد کا ذکر کر رہی ہوں جس سے ذاتی طور پر میری بات چیت ہوئی۔ یہ 1965ء کی جنگ کا زمانہ تھا پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگ تھی فلائٹ لیفٹیننٹ محمد جاوید اسلم اس جنگ میں برائے نیویگیٹر شریک تھے۔ جب دوران جنگ بیس پر میری ملاقات ان سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا جب آپ حملہ کے لیے جاتے ہیں تو آپ کے کیا تاثرات ہوتے ہیں؟ ڈر نہیں لگتا؟ گھر والے یاد نہیں آتے؟ وہ مسکرائے اور بولے ''باجی کیسی باتیں کرتی ہیں۔ ہمارا حال تو یہ ہوتا ہے کہ ہم وردی میں ملبوس اپنے نام کے پکارے جانے کے انتظار میں بے قرار ہوتے ہیں۔ نام سنتے ہی ہم یوں بدمست ہو کر جہاز کی طرف بھاگتے ہیں کہ جیسے کوئی بہت بڑی فضیلت ہمیں ملنے لگی ہے۔ سوائے اللہ اور سوائے جذبہ جہاد کے کوئی چیز ہمارے ذہن میں اس وقت نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنے مشن کے سامنے یہ پرواہ ہرگز نہیں ہوتی کہ شاید ہم مر جائیں گے اور واپس نہ آئیں گے۔ اس جذبہ اور جوش و خروش کو میں ہرگز لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا، اس وقت سوائے نعرۂ تکبیر کے کوئی آواز نہ کان میں پڑتی ہے نہ منہ سے نکلتی ہے اور نہ دل میں اترتی ہے ہمارے چہرے خوشی، اعتماد اور شوق شہادت سے دمک رہے ہوتے ہیں۔'' یہ سب سن کر میرے آنسو نکل آئے۔

جب ایک بندہ اس حد تک رب کی رضا میں گم ہو جائے تو بھلا وہ رب تعالیٰ کی قربت اور پسندیدگی کے حلقہ میں کیوں نہ آئے گا۔ یہ ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کی گئی ہے ایک ایسے مجاہد کی جس میں مذکورہ آیات میں بتائی گئی تمام صفات موجود ہیں جو ایک سپاہی میں ہونی چاہئیں۔ الحمدللہ کہ ہم بھی امت محمدی ﷺ کے افراد کہلانے کے قابل ہیں۔

غزوۂ بدر میں شیطان کی کفار کے لشکر کو ہمت افزائی اور شکست

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا
تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ
وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿48﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ ع 6/4 2
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿49﴾

اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان پر آراستہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں تم پر کوئی غالب نہ ہوگا، اور میں تمہارا رفیق ہوں، لیکن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوئیں تو شیطان الٹے پاؤں چلا گیا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں تو ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے، مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔(48) اس وقت منافق اور کافر جن کے دلوں میں مرض تھا کہنے لگے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے

تو اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (49)

تشریح: قرآن کا ایک خاص طریقہ ہے کہ ہر حکم کو حکمت اور دلیل کے ساتھ پیش کرتا ہے تاکہ سننے اور پڑھنے والے کو اللہ کے حکم کی فضیلت اور فائدہ اچھی طرح سمجھ آ جائے۔ یہاں بھی شیطان کی چالوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے وہ کسی بھی صورت سے مسلمان کو راہ راست سے بھٹکانے کا سوچتا رہتا ہے۔ اس کو اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت بھی دی گئی ہے کہ بعض اوقات وہ انسان کی شکل، جانور کی شکل یا کسی بھی دوسری چیز یا مخلوق کی شکل اختیار کر سکتا ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ مومن اور اچھے لوگوں کو ایمان اور نیکی سے بھٹکایا جا سکے یہاں بھی شیطان کا وہ کردار بیان کیا گیاہ کہ جب ابوجہل اپنی فوج کو لے کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے نکلا۔ جب یہ فوج نکلنے کے لیے تیار ہو رہی تھی تو بہت سے لوگ کچھ اس سوچ بچار میں پریشان ہو رہے تھے کہ ایسا نہ ہو ہمارے جانے کے بعد ہمارا دشمن قبیلہ بنی بکر بن کنانہ ہمارے شہر پر حملہ کر دے تو ان کی ہمت بندھانے کے لیے شیطان نے اس قبیلہ کے سردار سراقہ بن مالک کا روپ (شکل) اختیار کر لیا اور ابوجہل کے پاس آ کر کہنے لگا کہ بھئی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بے فکر ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے چل پڑو میں اور میرا قبیلہ تمہارے ساتھ ہیں ہم بھی مقابلہ میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور ساتھ ہی شیطانی ارادہ کے ساتھ چل بھی پڑا۔ لیکن جب موقع پر پہنچا تو اس نے رب العالمین کی فرشتوں کی فوج کو دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا کیونکہ اس کو امداد الٰہی نظر آ گئی تھی اور یہ سمجھ بھی آ گئی تھی کہ اب خیر نہیں۔ اللہ کی طاقت اور فرشتوں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے، لہٰذا الٹے پاؤں واپس چل پڑا۔ کیونکہ وہ اللہ کی مدد کو سمجھ چکا تھا کہ یہاں کفار کی فتح ممکن نہیں۔ اس نے خیریت اسی میں سمجھی کہ یہاں سے بھاگ جانا ہی مصلحت ہے، سو یہ بھی اللہ رب العزت کا فیصلہ اور پروگرام ہی تھا کہ اس طرح بھی کفار کے ارادہ، یقین اور طاقت کو کمزور کیا جائے۔ ادھر مدینے میں بھی کچھ یہودی اور کچھ منافق موجود تھے جو مسلسل اس بات پر تنقید کر رہے تھے اور خوف و ہراس پیدا کر رہے تھے کہ دیکھو! ان مسلمانوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے نہ طاقت ہے، نہ تعداد، نہ اسلحہ اور چلے ہیں مکہ کے طاقتور، امیر اور بہادر لوگوں سے مقابلہ کرنے تو اس وقت اللہ جل شانہٗ نے اپنی مدد اور طاقت کا ذکر کیا کہ اللہ کی طاقت اور مدد اس قدر مضبوط اور ناقابل شکست ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکتی جو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں اللہ پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتے ان کو ایسی ہی ناقابل یقین مدد اور فتح حاصل ہوتی ہے جیسی کہ غزوۂ بدر میں 313 مجاہدین کو ایک ہزار بہادر فوج پر فتح حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے ان مجاہدین کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

شاعر نے ان تین خصوصیات کو بیان کیا ہے، جو انسان کو زندگی میں آنے والے ہر مسئلہ سے نمٹنے کی طاقت عطا کرتی ہیں

تو یہاں یہی تین صلاحیتیں اس کے کام آتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ پہلا: خالق کائنات پر پختہ ایمان اور یقین دوسرا: مسلسل محنت اور کوشش، تیسرا: محبت، شفقت اور رحم و کرم کا ایسا میٹھا اور مناسب رویہ کہ جو دشمن کو بھی دوست بنا دے۔ اخلاق و کردار کی یہ تینوں نعمتیں جس کو مل جائیں اس کی کامیابی دنیا و آخرت میں بالکل یقینی ہو جاتی ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

موت کے وقت کفار کی حالت

وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿50﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿51﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿52﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿53﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿54﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿55﴾

اور کاش آپ اس حالت کو دیکھ سکتے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگاتے تھے اور کہتے تھے اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ ﴿50﴾ یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ﴿51﴾ جیسا حال فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ زبردست اور سخت عذاب دینے والا ہے۔ ﴿52﴾ یہ اس لیے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے بدلا نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ ﴿53﴾ جیسا حال فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا۔ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور وہ سب ظالم تھے۔ ﴿54﴾ سب جانداروں میں بدتر وہ ہیں اللہ کے ہاں جو منکر ہوئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿55﴾

تشریح: یہاں کفار کے اعمال باطل کے وجہ سے ان کے انجام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ میدان جنگ، یعنی غزوۂ بدر میں کفار کی تکلیف دہ موت کا ذکر اللہ رب العزت نے واضح الفاظ میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ فرشتے کس قدر تکلیف کے ساتھ کفار کی جان نکال رہے تھے اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی بتا رہے تھے کہ یہ تو صرف دنیا کی ذلت و خواری اور ہلاکت تم دیکھ رہے ہو۔ اس عذاب کا تمہیں علم ہی نہیں جو موت کے بعد شدید آگ کا عذاب تمہیں دیا جائے گا اور یہ سب کچھ تمہیں اپنے ہی کیے ہوئے کاموں کے بدلہ میں ملے

گا۔ ویسے اس کا حکم عام بھی ہے کہ کفار کی موت کیسے واقع ہوتی ہے کیونکہ اللہ ارحم الراحمین ہے وہ کبھی بھی کسی کو بغیر وجہ عذاب نہیں دیتا۔ وہ تو ہر بندے پر رحمتیں نازل کرتا ہے چاہے وہ کافر، مشرک ہو یا مومن ہو۔ اسی لیے تو ہر زمانہ میں آسمانی کتابوں، رسولوں اور انبیاء کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کا بندوبست کیا گیا ہے۔ جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں سیدھی، صاف اور ایمان کی راہوں کو اختیار کرتے ہیں فلاح پاتے ہیں مگر جو ضد، کفر اور نافرمانی کو ہی اختیار کیے رہتے ہیں تو وہ پھر عذاب اور سزا ضرور پاتے ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی جیسا کہ ان کفار مکہ کا حال ہوا۔ ان کا حال بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرعون اور ان سے پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم پر پانی کا عذاب، عاد پر آندھی کا عذاب، ثمود کو زلزلہ کا عذاب اور فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ان قوموں کی سرکشی، غرور، کفر، شرک اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر مسلط کیا گیا اسی طرح مکہ کے کفار کو شکست کی ذلت اور ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا۔ ثابت ہو گیا کہ اللہ رحیم ہے کریم ہے اور سب کچھ دیکھنے اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ وہ ہر اس قوم کو موقع دیتا ہے جو اس دنیا میں وجود پاتی ہے کہ وہ نعمتوں اور برکتوں سے فائدہ اٹھا کر ترقی کرے مگر جن کی نیتیں خراب اور اعمال خراب ہو جاتے ہیں تو پھر انکو اس خباثت کا عذاب ضرور بھگتنا پڑتا ہے۔ شکر گزاری، نیک نیتی اور اعتقاد علی اللہ ہی قوموں کی ترقی، سرفرازی اور کامیابی کا ذریعہ ہیں اور بدترین قومیں وہ ہیں جو ان تمام صفات سے دور ہوں۔ ایسے لوگ اتنے زیادہ بھٹک جاتے ہیں کہ پھر ایمان کی روشنی کبھی بھی ان کو نہیں ملتی۔ ایمان کی سلامتی اور اللہ کے فضل و کرم کی دعا ہر وقت کرتے رہنا اور اس راستے میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔

عہد توڑنے والوں کی سزا، اسلامی سیاست کا آغاز

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿56﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿57﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿58﴾ ع 7/10/3

جن لوگوں سے آپ نے صلح کا عہد کیا ہے، پھر وہ ہر بار عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔﴿56﴾ اگر آپ ان کو لڑائی میں پائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ ان کو اس سے عبرت ہو۔﴿57﴾ اور اگر آپ کو کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو ان کا عہد انہیں کی طرف پھینک دیں۔ اور برابر کا جواب دیں کچھ شک نہیں کہ اللہ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔﴿58﴾

تشریح: ان آیات میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کی بدعہدی اور ان کے ساتھ سلوک کا ذکر کیا گیا ہے پھر اسلامی سیاست کی بنیاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ بنو قریظہ یہودی قبیلہ تھا جو مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا وعدہ کر لیتے مگر حقیقت میں کفار مکہ کے ساتھ ملے رہتے، پھر عہد کرتے، پھر توڑ ڈالتے یہ لوگ ہرگز اعتبار کرنے کے قابل نہ تھے۔ یہود کا سردار کعب بن اشرف تھا جیسا کہ

کفار مکہ کا سردار ابوجہل تھا۔تو ایسے بدعہد لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ غداری کے ثابت ہو جانے پر بڑی سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔اس لیے ان کو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایسی سخت ترین سزا دینی چاہیے کہ جو دوسروں کے لیے عبرت کا باعث بنے اور اگر یہ شبہ ہو جائے کہ وہ خیانت کرنے والے ہیں تو ان کو پہلے سے ہی خوب اچھی طرح سمجھا دو کہ تمہاری خیانت تمہارے لیے وبال جان ثابت ہوگی ،یعنی خیانت پر شدید ترین سزا ملے گی۔اس طرح وہ خیانت کرنے سے باز آجائیں گے۔اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا،اس لیے ہر مومن کو اس بدترین عادت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا چاہیے۔مدینہ منورہ کیونکہ اسلامی ریاست بن چکا تھا،اس لیے اب سیاسی معاملات کی طرف توجہ دینا ضروری تھا۔جس میں سب سے پہلا کام رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کہ مہاجرین (مکہ سے آئے ہوئے لوگ) اور انصار (مددگار مدینہ کے رہنے والے مقامی لوگ) کا آپس میں رشتہ مضبوط اور مخلص بنانے کے لیے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔اللہ نے مدد کی اور یوں انصار کے آپس کے پرانے جھگڑے بھی ختم ہو گئے اور ان کا آپس میں اور مہاجرین کے ساتھ بھائی چارے کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔یوں مسلمانوں کو باہمی محبت،خیر سگالی اور امن وسکون سے مل جل کر رہنے کا ایک بہت بڑا سبق اور اصول دیا گیا۔

2- دوسرا کام نبی کریم ﷺ نے سیاسی نظریہ سے یہ کیا کہ اطراف مدینہ کے یہود کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔یہ معاہدہ با قاعدہ لکھ کر کیا گیا اور اس پر پابندی تمام انصار ومہاجرین اور اطراف مدینہ کے تمام یہودی قبائل پر عائد تھی۔اور وہ معاہدہ ابن کثیر میں اس طرح موجود ہے۔پہلا حصہ یوں بتایا گیا ہے کہ "باہمی اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سب تسلیم کریں گے، دوسرا حصہ یہ کہ "یہود مدینہ کسی بھی دشمن کا ساتھ ہرگز نہ دیں گے نہ ظاہری طور پر اور نہ ہی پوشیدہ طور پر۔" مگر یہود نے عہد شکنی کرتے ہوئے جنگ بدر میں مشرکین کی اسلحہ سے مدد کی۔جب مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو پھر یہود معافی مانگنے رسول ﷺ کے پاس آگئے۔ریاست کے انتظام میں نبی اکرم ﷺ کی سیاسی لحاظ سے سوجھ بوجھ کی داد دینا پڑتی ہے کیونکہ انہوں نے اندرونی انتظام مہاجرین وانصار کی مواخات،یعنی بھائی بھائی بنانے میں کر دیا لوگوں کے دلوں میں محبت اور سکون پیدا ہو گیا۔تاریخ عالم میں یہ پہلی برادری تھی جس کی بنیاد بجائے خون کے مذہب پر تھی اور یہ بہترین اور انوکھی مگر کامیاب روایت نبی اکرم ﷺ نے قائم کی تھی اس طرح اندرونی مضبوطی مسلمانوں میں جڑ پکڑ گئی۔اور بیرونی مضبوطی میثاق مدینہ سے پیدا ہو گئی۔اس کی اہم شرائط چھ تھیں۔جس میں آخری شرط کہ "کسی قسم کا جھگڑا ہوا تو فیصلہ رسول اللہ ﷺ کریں گے۔اس سے مسلمانوں کو سیاسی طور پر بڑی مضبوطی اور حاکمیت حاصل ہوگئی جس کے بہترین اثرات بعد تک ظاہر ہوتے رہے۔یہودی قبائل بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ کا وہ اقتدار نہ رہا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے تھا۔آپ سیاسی اعتبار سے واقعی اللہ کے نائب ثابت ہوئے۔ان آیات میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے قانون بنا دیا گیا ہے کہ منافق اور وعدہ خلافی کرنے والے،یعنی بدعہد کو بڑی سخت سزا دینی چاہیے عہد کو منسوخ کرنا پڑے تو منسوخ کر دو اور خوب اچھی طرح ان سے نمٹو بالکل لحاظ مت کرو۔یاد رکھو کہ دغاباز،بدعہد اور منافق

بندوں سے اللہ نہ تو خوش ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ ایسے لوگوں کی حمایت کرتا ہے اس لیے ایسے لوگوں کو خوب اچھی طرح سزا دو جب وہ وعدہ خلافی کریں تو عہد کے منسوخ کرنے کا باقاعدہ اعلان کر دو تا کہ تمہاری طرف سے بدعہدی کا خیال پیدا نہ ہو۔

جہاد کی تیاری کا حکم اور اللہ کی قدرت کا کرشمہ

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿59﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ
مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ
يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿60﴾ وَ اِنْ جَنَحُوْا
لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿61﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿62﴾ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿63﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ
ع 8 6 4 حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿64﴾

اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں وہ اپنی چالوں سے (ہم کو ہرگز) عاجز نہیں کر سکتے۔﴿59﴾ اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلہ کے لیے تیار رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں، تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔﴿60﴾ اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔﴿61﴾ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں کی جمعیت سے تقویت بخشی۔﴿62﴾ اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی انکے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے مگر اللہ ہی نے الفت ڈال دی بیشک وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔﴿63﴾ اے نبی! اللہ آپ کو اور مومنو کو جو تمہاری پیروی کرنیوالے ہیں کافی ہے۔﴿64﴾

تشریح: پہلی آیت میں تو کفار کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی مصیبت اور پریشانی سے نجات پا جائے اور اپنے گناہ سے بجائے توبہ کرنے کے اس پر اور بھی ڈٹا رہے تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تو صرف اس کو ڈھیل دی گئی ہے یہ اس کی کامیابی نہیں کیونکہ جب اللہ چاہے اس کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی چال چلنا ہرگز ممکن نہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی جنگ کے کچھ اصول مسلمانوں کو بتائے گئے ہیں اسی طرح امن کے زمانے میں بھی دشمنوں سے غافل ہونے سے منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ امن کے زمانے میں ملک کی سرحدوں اور دشمن کی چالوں سے ہر وقت ہوشیار رہنا

چاہیے۔ مذہب اسلام دنیا میں امن وسکون اور انسان کی آزادی کے لیے آیا ہے۔ جنگ و جدل اور قتل و غارت گری مسلمان کا نہ شیوہ ہے نہ مقصد۔ لڑائی کی اجازت صرف اس وقت دی گئی ہے جب انسان انسان پر ظلم کرے۔ بے حیائی، کفر اور شرک، اخلاقی برائیاں اور کردار کی گراوٹ پیدا ہو جائے تو اس کے خلاف مسلمانوں کو ہر وقت زمانہ کے مطابق اپنی طاقت، اسلحہ اور اتحاد و اتفاق کو بالکل معیار کے مطابق رکھنا چاہیے، یعنی علوم وفنون میں کسی طرح بھی کسی سے پیچھے نہ رہنا چاہیے یہ اس لیے کہ اپنے دشمن، اللہ کے دشمن اور پوشیدہ دشمن سب پر تمہارا رعب داب ہو تمہاری طرف بڑھنے سے پہلے سوچ لے کہ تم نہ تو اس سے کم تر ہو اور نہ ہی کمزور اور پھر یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ اتنی تیاری کرو جتنی تم کر سکو۔ مطلب یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف سامان حرب پر ہی خرچ نہ کرنے لگو۔ دوسرا اگر کوئی صلح کی طرف راغب ہو تو تم بھی صلح کی طرف ضرور قدم بڑھاؤ۔ ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھو کہ تم جو بھی کر رہے ہو صرف اللہ کے لیے کر رہے ہو۔ اللہ پر پورا بھروسہ رکھو۔ اگر وہ دھوکہ دہی کے لیے صلح کر رہے ہیں تو پھر بھی تم بالکل پریشان نہ ہو کیونکہ تم نے جس پر بھروسہ کر رکھا ہے وہ اللہ بزرگ و برتر سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ وہ تمہارے ان دشمنوں کو بھی جانتا ہے جو بظاہر تمہیں دکھائی نہیں دیتے۔ اگر تمہارے دشمن تم سے دھوکہ کرنا چاہئیں تو تم یاد رکھو تمہارا مددگار رب العالمین ہے۔ اس نے ہمیشہ تمہاری مدد کی ہے۔ مثال کے طور پر اہل مدینہ کا آپ کے ساتھ محبت کرنا اور پھر آپس میں مسلمانوں کا اتحاد یہ دونوں باتیں کسی بھی انسان کے اختیار میں نہ تھیں۔ چاہے اس کوشش میں آپ ﷺ دنیا کا تمام خزانہ خرچ کر دیتے، یعنی اہل عرب جیسے اجڈ، بھٹکے ہوئے، ضدی، خون خوار اور مشرک بت پرست قوم کو یوں بدل کر بہترین قوم کی شکل میں ڈھال دینا یہ ہرگز ممکن نہ تھا یہ تو اللہ رب العزت کی خاص رحمت آپ ﷺ پر تھی کہ اس نے اس مشن میں آپ ﷺ کی بھرپور مدد کی۔ یہ صرف اس زبردست اور حکیم وخبیر اللہ واحد کا ہی کام ہے کہ اس نے یہ سب بہتریاں کر دیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے نبی ﷺ! تم بے دھڑک ہو کر پورے توکل، نیک نیتی، محنت اور خلوص سے اپنے کام میں لگے رہو۔ بالکل سوچ و بچار میں نہ پڑو کیونکہ تمہارا مددگار ''اللہ'' ہے۔ جو سب سے بڑا، طاقتور اور بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

میدان جنگ میں مجاہدین کا رعب

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿65﴾ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿66﴾

اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کفار پر غالب رہیں گے اور اگر

سو ایسے ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے اس لیے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔﴿65﴾ اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ ابھی تم میں کسی قدر کمزوری ہے، پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔﴿66﴾

تشریح: ان آیات میں صبر و استقامت کی طاقت اور ضرورت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! مسلمانوں کو حق اور سلامتی کے حصول کے لیے لڑنے کی ترغیب دیں اور ان کو بتا دو کہ مرنا تو ہر ایک نے ہی ہے لیکن جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور ایک بہترین مقصد کے حصول کے لیے میدان جنگ کا رخ کرتا ہے تو ایسے شخص کی مدد اللہ ہر صورت کرتا ہے۔ اور پھر اگر وہ مر گیا تو شہید کا رتبہ ملے گا اگر بچ گیا تو غازی کا مرتبہ ملے گا۔ کیونکہ مسلمان کا مقصد نیک اور بلند ہوتا ہے پھر اللہ رب العزت پر پورا بھروسہ رکھتا ہے صبر و استقامت اس کا ہتھیار ہوتے ہیں اس لیے ایک کی طاقت دس جوانوں کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی ایک مجاہد دس کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ مسلمان کے مقصد کی سچائی اور کافر کے مقصد کی کمزوری ہے۔ جنگ بدر میں تو اس کا مظاہرہ ہوا مگر پھر مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اب تم لوگوں میں تھوڑی کمزوری آ گئی ہے اس لیے اگر مقابل تم سے دگنا ہو تو گھبراؤ مت پھر بھی تمہاری طاقت ان سے زیادہ ہوگی کیونکہ تم حق کے لیے صبر و استقامت سے لڑتے ہو جبکہ وہ دنیاوی فائدہ اور باطل کے لیے لڑتے ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر و استقامت رکھنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ جنگ بدر کے علاوہ تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جو اس خوشخبری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مثلاً: 2 ہجری میں غزوۂ بدر، 3 ہجری میں، غزوۂ احد، 5 ہجری میں غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر، 8 ہجری میں فتح مکہ اور غزوۂ حنین، 9 ہجری میں غزوۂ تبوک اس کے بعد بے شمار جنگیں مسلمانوں کی صبر و استقامت، بہادری اور اللہ کی خاص مدد کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ مسلمانوں کی کامیابیوں کا معیار ان کے جذبہ کی سچائی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عصر حاضر کے مسلمانوں کو ایسا ہی جذبہ عطا کر دے۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے

نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

(ڈاکٹر علامہ اقبال)

قیدیوں کے متعلق سیاسی مصلحت، مغفرت کا وعدہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿67﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿68﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿69﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿70﴾ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿71﴾

پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ اس کے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک کفار کو قتل کر کے زمین میں کثرت سے خون نہ بہادے تم لوگ دنیا کے مال کے طلب گار ہو۔اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔﴿67﴾ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔﴿68﴾ تو جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ کہ تمہارے لیے حلال (اور) پاکیزہ ہے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴿69﴾ اے پیغمبر! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو جو مال تم سے چھن گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا کرے گا۔اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴿70﴾ اور اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں، تو اس نے ان کو تمہارے قبضہ میں کر دیا اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔﴿71﴾

تشریح: ان آیات کی وضاحت میں دو رائے پائی جاتی ہیں پہلی رائے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام سے مشورہ لیا تو ابوبکر صدیق و دیگر صحابہ کی رائے تھی کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر کی رائے کے مطابق قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دوسرے دن صبح میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے ہیں۔رونے کی وجہ پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلے میں مجھ سے کہی تھی میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔(صحیح مسلم کتاب الجہاد)

مگر میری رائے مولانا مودودی صاحب کی رائے سے ملتی جلتی ہے۔مطلب زیادہ واضح یہی ہو رہا ہے۔کیونکہ غزوۂ بدر کفر و اسلام کی خوب واضح طور پر آمنے سامنے پہلی جنگ تھی۔اس لیے مال غنیمت کے بارے میں کچھ شبہات موجود تھے۔اس سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں ان کی شریعت کی رو سے مال غنیمت فاتح قوم کے لیے حلال نہ تھا۔رسول اللہ ﷺ پہلے نبی ہیں کہ جن کو مال غنیمت حلال قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے۔مال غنیمت اصل میں چار قسم کا ہوتا ہے۔

1-مرد قیدی، 2-عورتیں اور بچے، 3-زمین اور 4-مال و دولت۔

مال و دولت کے بارے میں اس سورت کے شروع میں وضاحت ہو چکی ہے۔مرد قیدیوں کے بارے میں یہاں آیت 67 میں

بیان کیا جا رہا ہے۔ غزوۂ بدر میں ستر قیدی مسلمانوں نے پکڑے، پھر ان کے فیصلے کے بارے میں صلاح مشورہ ہونے لگا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس فیصلہ پر اللہ رب العزت نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دنیاوی مال و دولت کو پسند کرتے ہو جبکہ تمہارا مقصد اور زندگی کا نصب العین آخرت میں بھلائی حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ ہوا اس طرح کہ مجاہدین بدر نے فتح حاصل کرنے کے بعد مال غنیمت اکٹھا کرنا اور قیدیوں کو باندھنا شروع کر دیا جبکہ رضائے الٰہی یہ تھی کہ اس وقت بھاگتے ہوئے دشمن کو اتنی بری طرح ختم کیا جاتا اور ان کا اس وقت تک پیچھا کیا جاتا جب تک کہ ان کا نام و نشان ہی مٹ جاتا۔ وقت اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے ان بڑے بڑے سرداروں کا پیچھا کر کے وہیں ان کو ختم کر دیا جاتا تو یوں کفر پر بڑی کاری ضرب پڑتی اور پھر ان کو سر اٹھانے کی ہرگز مہلت ہی نہ ملتی سردار باقی ہی نہ رہتے۔ مگر غلطی یہ ہوگئی کہ ان کو قیدی بنالیا گیا شاید یہی سوچ کر کہ فدیہ حاصل ہو جائے گا۔

قیدیوں کو قتل کرنا تو اسلام کی روح کے خلاف ہے یہ امن و سکون اور رحم و کرم کا سبق دینے والا پیارا مذہب ہے۔ میدان جنگ میں کفار قتل ہو جاتے یا بھاگتے ہوئے مارے جاتے تو بات دوسری تھی۔ کیونکہ فدیہ لینے کا حکم پہلے آچکا تھا اس لیے اللہ فرماتا ہے کہ ان کی فدیہ لیکر قیدی چھوڑ دینے کی غلطی معاف کی جارہی ہے ورنہ یہ فیصلہ باعث عذاب بھی بن سکتا تھا۔ بہر حال اللہ غالب ہے حکمت والا ہے اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اب ہو چکا سو چکا جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے حلال ہے مگر اللہ سے ڈرتے رہو اور آئندہ دنیاوی فائدہ کو کبھی ترجیح نہ دینا کیونکہ یہ بات مسلمان کی شان اور اس کے فائدے کے بالکل خلاف ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! ان قیدی کفار کو اچھی طرح بتا دو کہ اگر تم نیکی اختیار کرلو، یعنی تمہارا دل اسلام کی طرف راغب ہو جائے اور تم مومن بن جاؤ تو اللہ رب العزت تمہیں اس مال سے، یعنی فدیہ کی رقم سے کہیں زیادہ مال و دولت عطا کرے گا اور تمہارے جو گناہ ہو چکے ان کو بھی معاف کر دے گا کیونکہ وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ معاف کر دینا اور فضل و کرم کرنا اللہ کو بے حد پسند ہے۔ پھر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر یہ لوگ اوپر سے اسلام قبول کرلیں جان چھڑانے کے لیے اور حقیقت میں کفر و شرک کو ہی اپنائے رکھیں تو اس دھوکہ بازی کی تمہیں بالکل فکر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ عہد کو توڑنا اور دھوکہ دینا ان کی پرانی عادت ہے۔ کیونکہ یہ مجھ سے توحید کا وعدہ کر چکے تھے مگر انہوں نے کفر کو اپنا لیا۔ یہ وعدہ وہ ہے جو عالم ارواح میں اللہ نے سب سے لیا تھا۔ ''عہد ربوبیت'' اگر اب پھر یہ تم سے وعدہ کر کے پھر جائیں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں اللہ بڑا زبردست دانا اور حکمت والا ہے۔ جیسے پہلے وعدہ خلافی کی سزا کے طور پر یہ تمہارے قیدی بنا دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح پھر وعدہ خلافی کرنے پر ان کو سزا مل جائیگی۔ جو بھی وعدہ خلافی کرتا ہے سزا ضرور پاتا ہے۔ چاہے اس دنیا میں چاہے اگلی دنیا میں مگر یہ اخلاقی گناہ ہرگز معاف نہیں ہوسکتا۔

مہاجرین وانصار کے فضائل

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ الَّذِينَ آوَوا وَّ
نَصَرُوٓا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن
شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَ إِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿72﴾ وَ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ
تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿73﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوٓا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿74﴾ وَ الَّذِينَ آمَنُوا
مِن بَعْدُ وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي
كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿75﴾ ع 10/6/6

جولوگ ایمان لائے اور (وطن سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے لڑے، وہ اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اوران کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جولوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تمہیں ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے۔مگران لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اوران میں صلح کا عہد ہو مدد نہیں کرنی چاہیے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔﴿72﴾ اور جولوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔تو مومنو! اگر تم یہ کام نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔اور بڑا فساد مچے گا۔﴿73﴾ اور جولوگ ایمان لائے اور (وطن سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اوران کی مدد کی، یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لیے اللہ کے پاس عزت کی روزی ہے۔﴿74﴾ اور جولوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔﴿75﴾

تشریح: یوں تو پورا قرآن پاک ہی ہدایات کا مجموعہ ہے یہ آیات اس لیے بے حد اہم اور غور کے قابل ہیں کیونکہ ان میں مسلمانوں کو ایک اہم دفعہ دستوری قانون کی بتائی جارہی ہے۔سب سے پہلے تو انصار، یعنی مدینہ کے مقامی لوگ اور مہاجر، یعنی مکہ سے آنے والے یا کہیں سے بھی آنے والے مسلمان ان لوگوں کو بھائی بھائی بنانے کا حکم دیا گیا ان کی تعریف کی گئی اور ان کے ایمان کی گواہی دی گئی۔کیونکہ جولوگ اسلام کی خاطر اپنے عزیز واقارب، مال ودولت اور گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل آئے وہ بھی تعریف کے قابل ہیں اللہ کے ہاں مقبول ہیں اور وہ بھی قابل تعریف ہیں جنہوں نے خوش دلی سے ان کو اپنے پاس جگہ دی نہ صرف

جگہ ہی دی بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی کی طرح پوری پوری مدد دی اور ان کو وراثت میں بھی حصہ دار بنایا گیا لیکن وہ مسلمان جو کفر کے ملک کے رہنے والے ہوں ان کے اور اسلامی حکومت کے رہنے والے مسلمانوں کے درمیان صرف دینی اور اسلامی رشتہ ہوگا۔ ان کی حفاظت اور مدد کی ذمہ داری اسلامی حکومت کی اس طرح نہیں ہوگی جس طرح اسلامی حکومت کی رعایا کی ہوتی ہے۔ ہاں! البتہ اگر ان کی شخصی آزادی یا اسلام کی توہین پر ان کو مجبور کیا جائے اور اس کافر حکومت کے ساتھ اسلامی مملکت کا کوئی معاہدہ نہ ہو چکا ہو تو پھر مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ لیکن اگر کافر حکومت سے لڑائی نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہو تو پھر اس معاہدہ کا احترام ضروری ہے۔ لیکن تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مدد ضرور کریں جو بے بس، مظلوم اور قیدی ہونے کی شکل میں کافر ملک میں زندگی گزار رہے ہوں۔ ان کی طرف سے بے غرض ہو کر آنکھیں بند کر لینا ہرگز جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ کو صرف دو صورتوں میں تقسیم کیا ہے، یعنی مومن اور کافر۔ ورنہ مومن صرف مومن ہے چاہے وہ کسی ملک کسی معاشرے یا کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو اگر اسلام میں شامل ہو گیا تو وہ مومن بھائی بن گیا اور کافر ہر صورت میں کافر ہے چاہے وہ اسلامی ملک کا رہنے والا ہو۔ مسلم حکومت کی طرف سے ایسے شخص کو پوری آزادی ہوگی مذہبی اور شخصی آزادی کا تحفظ اس کو ضرور ملے گا۔ مگر وہ مسلمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا الگ عقیدہ ہے۔ یہاں دو قومی نظریے بتائے گئے ہیں۔ یہ سب بیان کرنے کے بعد اللہ رب العزت ان تمام احکامات کی افادیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ تمام احکامات جو تمہیں بتائے گئے ہیں یہ اس قدر ضروری ہیں کہ اگر تم مسلمان ان پر پوری طرح عمل نہ کرو گے تو تم ایک باعزت، پروقار اور پرامن زندگی نہ گزار سکو گے بلکہ اپنی دنیا اور اپنی آخرت دونوں خراب کر لو گے۔ اور ملک میں سوائے بدامنی قتل و غارت گری اور شر و فساد کے کچھ بھی باقی نہ رہ جائے گا۔ یہ ایک بہت بڑی داخلی اور خارجی شق بیان کی گئی ہے۔ پھر ان صحابہ کرام کی تعریف میں اللہ جل شانہٗ نے ان کو "مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" (سچے مومن) کہا ہے۔ یہ بہت بڑا اعزاز اللہ کی طرف سے ان کو دیا گیا ہے۔ اور ان کو دنیا و آخرت میں فتح و کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اپنا تن، من، دھن اللہ کی محبت اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں لگا دیا۔ اسی کا انعام ان کو مغفرت اور بہترین رزق، آرام، آسائش کی صورت میں دیا جائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے ان سے جو کہ بہترین فتوحات کی صورت میں دنیا میں دیا گیا اور آخرت میں تو ان کے لیے انعامات ہی انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے آئے اور اپنا گھر بار جان و مال اور آل اولاد کو اللہ و رسول پر قربان کر دیا ان کا درجہ بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ ان کو بھی تمام انعامات باقاعدہ دیئے جائیں گے اور ان کو بھی پہلے ہجرت کر کے آنے والوں کے بالکل برابر حقوق دیے جائیں گے لیکن یہاں ایک اور حکم دیا گیا ہے کہ پہلے تو مہاجر و انصار کو وراثت میں بھی شامل کیا گیا تھا مگر اب جیسے جیسے مسلمانوں کے عزیز رشتہ دار مدینہ میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے جمع ہوتے گئے تو ان کو وراثت میں باقاعدہ حصہ دار بنا دیا گیا۔ اور یوں وراثت کو قریبی رشتہ داروں کے لیے خاص کر دیا گیا۔ ان آیات میں خارجی (ملک سے باہر) اور داخلی (اندرون ملک)

معاملات پر بحث کی گئی ہے اور مسلمانوں کو دستوری قانون دیا گیا ہے۔ اور عائلی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہی وہ قوانین ہیں جو مسلمانوں کو کفار پر برتری دلاتے ہیں۔ بیشک اسلام کے قوانین تمام مذاہب سے برتر، بہترین اور مفید ہیں۔ کیونکہ اسلام انسانی فطرت کے مطابق ہر حکم دیتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور مدد سے سورۃ الانفال مکمل ہوئی

خلاصہ سورۂ انفال

سورۂ انفال کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام انسانیت کے بہترین اصول اور آپس میں مل جل کر رہنے کے بہترین طریقے سکھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ انتہائی شریف اور صاحب اخلاق انسان تھے۔ ان کا برتاؤ ہی اسلام کے اصول اور قوانین کا ثبوت ہے۔ مثلاً دھوکہ، فریب، ظلم، ناانصافی، خودغرضی، نفرت، غرور اور بے غیرتی یہی وہ تمام صفات ہیں جو حیوانات میں پائی جاتی ہیں۔ انسان کامل فطرتاً ان تمام باتوں سے دور رہتا ہے اور یہی سب باتیں اس سورت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کو چلانے کے لیے اور امن و امان برقرار رکھنے کے لیے بہترین قانون بتائے گئے ہیں اور دوسرے ممالک سے میل جول رکھنے کے طریقے، یعنی سیاسی معاملات بھی بتائے گئے ہیں پھر جنگی قوانین کو بھی واضح کیا گیا ہے اور مال غنیمت اور وراثت کے قوانین کی حدود بھی متعین کی گئی ہیں۔ غرض زندگی کے ہر پہلو کو واضح قوانین سے مزین کر دیا گیا ہے اور پھر ان پر عمل کرنے کے فائدے اور انعامات بھی بتا دیے گئے ہیں۔ اسی تنظیم کے مطابق مدینہ کی سوسائٹی قائم ہوئی جب مکہ فتح ہو گیا تو پھر مسلمانوں کو مضبوط مرکز بنانے کی ضرورت پیش آئی، اگلی سورت انہی ضروریات کی وضاحت کرتی ہے۔ جو کچھ اصول و قوانین بیان ہو چکے ہوں یا جو بیان کیے جائیں گے یہ سب تمام مسلمان حاکموں، رعایا اور ملکوں کے لیے پکے اصول اور قوانین ہیں۔ سب اس کے ہمیشہ کے لیے پابند ہیں۔ اللہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ان پر پابند رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

سورة التوبة

اس سورت کے دو نام ہیں ایک تو توبہ اور دوسرا براءت۔ وجہ یہ ہے کہ کچھ مخلص اہل ایمان کو معافی ملی اور براءت اس لیے کہ مشرکین کے تمام معاہدے منسوخ کر دیے گئے۔ غرض یہ کہ مسلمانوں کی تمام مشکلات تقریباً فتوحات میں تبدیل ہونے لگیں اور مسلمان ایک مضبوط ناقابل تسخیر طاقت بن کر ابھرنے شروع ہوئے۔ اس سورت کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ وجہ یہ ہے کہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے آغاز میں بسم اللہ نہ پڑھی ہے اور ہی نہ لکھوائی۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ نویں سورت ہے۔ اس میں سولہ (16) رکوع اور ایک سو انتیس (129) آیات ہیں اور یہ مدنی سورت ہے کیونکہ یہ سورت 9ھ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے 6ھ میں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔ ہوا اس طرح کہ بنوخزاعہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا

اور بنو بکر نے قریش سے۔ دو سال بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس معاہدے کا خیال نہ کیا کہ مسلمان اور قریش کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ دس سال تک وہ آپس میں لڑائی نہ کریں گے اور ایک دوسرے کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ مگر قریش نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے بنو بکر کی مدد کی، اب معاہدے کے مطابق بنو خزاعہ کی مدد مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گئی تھی، للہذا یہ معاہدہ ختم ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے رمضان 8ھ میں مکہ پر حملہ کر کے بڑی آسانی سے اسے فتح کر لیا۔ 9ھ میں سورت براءت نازل ہوئی۔ مکہ فتح ہو چکا تھا اور اب مسلمانوں کی ایک مستحکم ریاست کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد بہترین تدبیریں اختیار کی گئیں جس کے نتیجہ میں دو سال کے اندر مسلمان اس قدر مضبوط ہو گئے کہ پورا عرب ان کے قبضہ میں آ گیا اور ایک زبردست انقلاب برپا ہو گیا جس کے سامنے جاہلیت کی تمام رسمیں، عادات، عبادات اور خیالات سب کچھ بدل دیا گیا۔ یہ انقلاب نہ تو آسانی سے آیا اور نہ ہی بغیر منصوبہ بندی کے آیا۔ بلکہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں کہ وہ کس کس طرح صبر و استقامت سے اس مقام تک پہنچے۔ ان کی تیئس سال کی محنت رنگ لائی اور پورا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔ اب مسلمان ایک مضبوط قوم بن چکے تھے، للہذا مزید کامیابیوں اور ترقیوں کے لیے مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے ہدایات دی جا رہی ہیں۔

1: عرب سے شرک کو بالکل مٹا دیا جائے۔

2: خانہ کعبہ کا انتظام اہل ایمان کے ہاتھ میں دیا جائے۔

3: عربی تمدنی زندگی کی تمام رسومات کو ختم کر دیا جائے۔

4: اسلام کا مشن عرب سے باہر پھیلایا جائے۔ جس میں سب سے پہلے روم اور ایران کی بڑی سلطنتیں تھیں۔ حکم دیا گیا کہ ان تمام سے ٹکرا جائیں ان کو بزور شمشیر اپنے تابع کریں۔ مذہب کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف ان کو اپنا تابع بنا کر ان کو اسلامی اقتدار کا مطیع بنا لیں تاکہ گمراہیوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

5: منافقین کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے تاکہ یہ اندرونی خطرہ ختم ہو جائے۔

6: سچے مسلمان جو ابھی تک کمزور یا کم ہمت ثابت ہو رہے تھے ان کا علاج کیا جائے اور ان کو تیار کیا جائے کہ وہ اسلام کے لیے جان و مال، محنت اور ہمت سے جی نہ چرائیں بلکہ بے دریغ عمل کے میدان میں کود پڑیں اور بہترین، بہادر اور پکے مسلمانوں میں شامل ہو کر آنے والے تمام مراحل سے ٹکرا جائیں کیونکہ اب ایک عرب، یعنی مسلم سٹیٹ کو پوری غیر مسلم دنیا سے ٹکرانا تھا اور اس میں کسی کی سستی اور کمزوری ناقابل قبول تھی۔

اس سورت میں مذکورہ بالا مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ حکومت، سیاست اور مذہب کے بہترین اصول بتائے گئے ہیں، ملاحظہ ہو۔

عہد ختم کرنے کا اعلان

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ﴿۱﴾ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲﴾ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾

(اے اہل اسلام! اب) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری اور (جنگ کی تیاری ہے) ﴿۱﴾ (تو مشرکو!) تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کفار کو رسوا کرنے والا ہے ﴿۲﴾ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بالکل الگ ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اگر نہ مانو اور اللہ سے مقابلہ چاہو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہ سکو گے اور (اے پیغمبر ﷺ!) کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو ﴿۳﴾

تشریح: جیسا کہ خلاصہ میں بتایا جا چکا ہے کہ پوری سورۃ التوبہ میں چند غزوات، جن میں اخلاقی، حربی اور دینی مسائل کا ذکر ہے اور پھر سوائے چند کے تمام قبائل سے معاہدات ختم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے، پھر معاہدہ کی منسوخی کا اعلان ذی الحجہ 9ھ میں کیا گیا۔ یہ سورۃ 9ھ میں اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مسلمانوں کے ساتھ حج کے لیے روانہ کر چکے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بڑا اہم اعلان کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اس اعلان میں بتایا گیا کہ

1- بیت اللہ کے گرد برہنہ ہو کر طواف کرنا منع ہے۔

2- جس کافر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا کوئی معاہدہ ہے وہ مدتِ مقررہ تک بحال رہے گا۔

3- جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں اس کے لیے چار ماہ کی مدت ہے یا تو وہ اسلام قبول کر لیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے یا وہ یہاں (جزیرۃ العرب) سے چلے جائیں۔

4- اس سال کے بعد کوئی مشرک اور مسلمان (حج میں) جمع نہ ہونگے۔ (جامع ترمذی)

اس اعلان کے بعد مشرکین کے لیے یہ قانون نافذ ہو گیا کہ وہ عرب میں نہیں رہ سکتے۔ البتہ ان کو چار ماہ کی مہلت یوں دی گئی کہ یہ اعلان 10 ذی الحجہ 9 ہجری کو ہوا۔ اس وقت سے لے کر 10 ربیع الثانی 10 ہجری تک چار مہینے کی مہلت دی گئی تا کہ اچھی طرح غور و فکر کر لیں۔ لڑنا چاہیں تو تیار ہو جائیں۔ ملک چھوڑنا ہو تو جائے پناہ ڈھونڈ لیں۔ اسلام قبول کرنا چاہیں تو سوچ سمجھ کر اسلام قبول کر لیں۔ (از تفہیم القرآن)

یعنی حج کے موقع پر عام اعلان کر دیا گیا کہ اب کے بعد ہماری مشرکوں سے کوئی صلح نہیں مشرک اللہ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے۔ اگر توبہ کر لیں اسلام میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ عرب کو تو کفار و مشرکین سے ضرور خالی کروالیا جائے گا۔ کیونکہ اب یہ بالکل مقدس سرزمین بن چکی ہے یہاں سوائے پاکیزہ لوگوں کے کوئی مشرک نہیں رہ سکتا۔ اور پھر اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اس دردناک عذاب کا پیغام بھی بھیج دیا جو کہ کفار و مشرکین کو موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے دیا جائے گا۔ 22 سال کی مسلسل جدوجہد اور پریشانیوں کے بعد یہ دن مسلمانوں کو دیکھنا نصیب ہوا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے حسن اخلاق، حسن کردار اور اتحاد و یقین محکم کی برکات اور اللہ کے فضل و کرم سے کامیابیاں ہی کامیابیاں ملتی چلی گئیں۔ اگر مڑ کر تاریخ دیکھیں تو ہمیں صرف تنہا ایک مردِ کامل دکھائی دے گا اور وہ ہیں پیارے رسول۔ رسول اللہ ﷺ جو توحید کی شمع لے کر اٹھے اور پوری دنیا کو روشن کر دیا۔ صرف ایک بندہ اتنی بڑی کفر و شرک کی دنیا سے ٹکرا گیا اور ہر طرف فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ فتح مکہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اسلام کی بہترین فتح اور آئندہ فتوحات کی بنیاد ثابت ہوئی۔

اس آیت میں حج اکبر کا ذکر ہے۔ یہ ذی الحجہ کی خاص تاریخیں مقرر ہیں۔ یعنی 8-9-10 ان ایام میں تمام حاجی عرفات اور پھر منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے ہیں اور ارکانِ حج ادا کرتے ہیں اور یہ اعلان خاص حج اکبر میں کیا گیا تھا جو کہ فتح مکہ کے ایک سال بعد 9ھ میں کیا گیا۔

مشرکوں سے سختی اور رعایت

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝4 فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝5 وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝6 ع 6/7

البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے اسے پورا کرنے میں کوئی کمی نہ کی ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو مقررہ مدت تک ان سے عہد پورا کرو کہ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (4) جب عزت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کر لیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (5) اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو، اس لیے کہ یہ علم نہیں رکھتے۔ (6)

تشریح: جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ 10 رمضان 8 ہجری کو نبی کریم ﷺ مدینہ سے مکہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ بغیر خون بہائے اور جنگ کے فتح کر لیا گیا۔ ذی الحجہ 9ھ کو اعلان عام کر دیا گیا کہ قبائل عرب سے تمام معاہدات ختم کیے جاتے ہیں کیونکہ عہد شکنی کی ابتدا قریش مکہ کی طرف سے ہوئی تھی۔ یہاں بھی مسلمانوں کی اخلاقی سربلندی کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ اس طرح کہ حکم الٰہی یوں دیا جا رہا ہے کہ مکہ کے اطراف میں رہنے والے غیر مسلموں کو جان و مال کی امان دی گئی۔ ان غیر مسلموں کی چار قسمیں تھیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑا۔ دوسرے وہ جن سے خاص مدت تک کے لیے معاہدہ کیا گیا تھا اور وہ اس پر قائم تھے۔ تیسرے جن سے بغیر مدتِ معین کے معاہدہ کیا گیا تھا۔ چوتھے وہ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کیا گیا تھا۔

اسلام کے اصول رحم و کرم اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں اسی لیے چاروں قسم کے گروہوں کو علیحدہ علیحدہ سہولتیں دی گئیں۔ جن مشرکوں نے عہد کی پابندی کی اور کسی طرح سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچایا ان سے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔ عہد پورا کرنا پرہیزگار اور سچے مسلمان کی نشانی ہے ایسے ہی لوگ اللہ کے مقبول ترین لوگ ہوتے ہیں۔ پھر یہ حکم الٰہی ہے کہ جب بھی کسی وجہ سے عہد منسوخ کرنا ہو تو باقاعدہ اعلان کر کے عہد منسوخ کرو۔ پھر مزید سہولت مشرکین کو یہ دی گئی کہ یکدم ان کو مکہ سے نکل جانے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ یہ اعلان کیا گیا کہ چار مہینے تم کو دیے جاتے ہیں اپنا مناسب بندوبست کر لو کیونکہ بہرحال مکہ کو مشرکوں سے پاک کرنا ہے۔ ان تمام رعایتوں اور سہولتوں کے بعد پھر سخت اقدامات کا حکم ہے، یعنی جہاں بھی تم ان کو پاؤ قتل کر دو۔ اگر گھیراؤ میں آ جائیں تو ان کو قید کر لو۔ اچھی طرح ان کو گھیر کر قابو کر لو اور ہر صورت ان کو اچھی طرح ڈھونڈو۔ اس حکم سے بتانا یہ مقصود ہے کہ رحم و کرم اور اخلاق و اصول اپنی جگہ ہیں لیکن جب کسی قوم سے جنگ چھڑ جائے تو پھر پوری قوت سے ان کا صفایا کرنا چاہیے ایسے وقت میں رحم دلی بزدلی کہلاتی ہے۔ دوسری بات جو اللہ کے قانون کا کفر کرے وہ زمین میں عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا، پھر حکم ہوا کہ اگر کوئی شخص تم سے امان چاہے تو اسے قرآن و حدیث اور اللہ کے بارے میں بتاؤ، سمجھاؤ اور اگر وہ نہ مانے تو اس کو باحفاظت اس کی جگہ پر پہنچا دو۔ اور اگر ایمان لے آئے تو پھر پرکھ لو کیونکہ اس کا ایمان لانا تین چیزوں پر ہے۔ پہلا تو یہ سچی توبہ، دوسرا اقامت نماز اور تیسرا ادائے زکوٰۃ۔ یہ تینوں عمل اگر وہ مشرک کرنے لگے تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ اب وہ مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ اور جو ایمان لائے تو ٹھیک ہے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ان کے گناہوں کو اللہ رب العزت معاف کر دے گا۔ کیونکہ بے خبری اور لاعلمی میں جو کچھ ہو گیا وہ قابل معافی ہے اور پھر توبہ تو ہر صورت قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ پھر آخر میں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ دارالاسلام میں بغیر کسی خاص معاہدہ یا ضرورت کے ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر وہ اللہ کا راستہ چاہے تو اس کی مدد کی جائے کلام اللہ سنایا جائے اگر کسی دوسرے مقصد کے لیے آئے تو مقصد پورا ہونے کے بعد پوری حفاظت سے اس کو اس کے ٹھکانے تک پہنچا دیا جائے۔ اس کو ہم ویزا کہہ سکتے ہیں۔

بدعہد قوم کے اوصاف

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ
فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿7﴾ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ
لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿8﴾
اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿9﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ
مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿10﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿11﴾

بھلا مشرکوں کے لیے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عہد کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ ہاں! جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اپنے عہد پر قائم رہو، بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔﴿7﴾ بھلا ان سے عہد کیونکر پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل ان باتوں کو قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔﴿8﴾ انہوں نے اللہ کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچ دیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جو کام بھی کرتے ہیں برے ہیں۔﴿9﴾ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہ لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔﴿10﴾ اگر یہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لیے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔﴿11﴾

تشریح: اب ان آیات میں تقریباً پچھلی آیات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ مومن اور کافر کی فطرت میں بہت فرق ہے مومن عہد کا پاس سختی سے کرتا ہے جبکہ کافر و مشرک فطرتاً بدعہد، منافق اور بدخصلت ہوتا ہے اس سے مخلص ہونے کی توقع ہرگز نہیں کرنی چاہیے، وہ تو موقع پاتے ہی مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور ہرگز کوئی لحاظ نہیں کرتے نہ تو اپنے رشتہ دار ہونے کا خیال کرتے ہیں اور نہ ہی عہد و پیماں کا ہی خیال کرتے ہیں، اس لیے ان لوگوں پر اعتبار کرتے ہوئے بڑے بڑے ہوشیار اور محتاط رہو۔ جب معاہدہ منسوخ کرنے کا اعلان ہوا تو ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جنہوں نے صلح حدیبیہ میں عہد کیا تھا اس وقت ان کے عہد کی مدت 9 ماہ باقی تھی تو ان کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ اگر اس مدت کے دوران وہ خود عہد شکنی نہ کریں تو تم بھی عہد کا وقت پورا کرو۔ کیونکہ یہ پرہیز گاروں کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ اس صفت والے لوگوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ مگر کفار سے ہوشیار رہو یہ لوگ زبانی کلامی تم کو خوش کر دیتے ہیں لیکن اندر سے یہ مسلمانوں کے سخت خلاف ہیں۔ ان

کے دل بغض، حسد اور کینے سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کو برے بھلے کی کوئی تمیز نہیں، اسی لیے یہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات کی نہ پروا کرتے ہیں نہ فائدہ اٹھاتے ہیں، بلکہ دنیا کے عارضی اور معمولی فائدوں پر جان فدا کرتے ہیں اور اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کریں۔ اور یہ سب کام ہر لحاظ سے برے ہیں۔ ظاہر ہے برے کاموں کا نتیجہ بھی برا ہی ہوگا۔ یہ لوگ تو برائی میں حد سے زیادہ بڑھ جانے والے ہیں، اس لیے ان لوگوں سے مسلمانوں کا بھائی چارہ ہرگز نہیں ہوسکتا، ہاں! البتہ اگر یہ لوگ یا کوئی ان میں سے سچی توبہ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی ہوسکتے ہیں۔ یہ تمام احکامات ہم ان لوگوں کے لیے بڑی تفصیل سے بیان کر رہے ہیں جو قرآن کو غور سے پڑھتے اور عمل کرتے ہیں۔

کفر کے سرداروں کا علاج

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۵﴾

اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں عیب نکالنے لگیں تو ان کفر کے سرداروں سے لڑو اور ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، عجب نہیں کہ یہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ ﴿۱۲﴾ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور اللہ کے رسول کو جلاوطن کرنے کا پکا ارادہ کرلیا اور انہوں نے عہد شکنی کی ابتدا کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ ﴿۱۳﴾ ان سے خوب لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ ﴿۱۴﴾ اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رجوع (توبہ کی توفیق عطا) کرے گا۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا ہے۔ ﴿۱۵﴾

تشریح: یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قسمیں کھا کر عہد کر چلے مگر پھر مسلمانوں اور دین کے خلاف کام کرنے لگے اور اپنے عہد کا کوئی پاس نہ کیا۔ تو یقیناً یہ تمہارے خلاف اسلام کے خلاف منظم ہونے کی کوشش میں معلوم ہوتے ہیں تو ایسے کفر کے سرداروں یا لیڈروں کو کچل دو تاکہ فتنہ کھڑا ہونے سے پہلے ہی دبا دیا جائے۔ یہ لوگ تو ہمیشہ سے بے ایمان لوگ ہیں۔ انہوں نے پہلے بھی عہد شکنی کی تھی جب آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو یہود، منافقین اور کفارِ مدینہ نے مل کر عہد شکنی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے نکال دینے کی سازش کی تھی۔ بھلا یہ ہمیشہ کے عہد شکن لوگ اعتبار کے قابل کیسے ہوسکتے ہیں۔

مسلمانوں کوحکم دیا جارہا ہے کہ اس قسم کے لوگوں سے ڈرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ڈرنا ہے تو صرف اللہ سے ڈرو۔اللہ کا نام لو اور ایسے تمام عہد شکن تخریب کار اور منافق ومرتد لوگوں کے خلاف خوب ڈٹ کر جہاد کرواوران کو اسلام کی حمایت اور اللہ کی خوشنودی کے لیے قتل کرو۔اور پھر اللہ ایسے لوگوں کو انکے گناہوں کی سزا تمہارے ذریعے ہی دینا چاہتا ہے۔ان کی شکست، ذلت اور رسوائی تمہارے ہاتھوں ہی ہونی چاہیے۔ان سے بے خوف ہو کر لڑو۔اللہ تمہارے ساتھ ہے فتح تمہیں ضرور ہوگی اور اسی طرح ان مظلوم مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک ملے گی جن کو کفار کے ظلم وستم سہتے ہوئے عرصہ دراز ہوگیا تھا یہاں اس زمانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔جب 610ء میں غارِ حرا میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔پھر آپ ﷺ نے اعلانِ رسالت کیا اور توحید کا پیغام دیا۔اس اعلان پر اہل قریش آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔یہ زمانہ انتہائی مصیبتوں کا زمانہ تھا۔مسلمان آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے مگر صبر کی تلقین کی گئی پھر ہجرت کی اجازت دی گئی اور پھر آہستہ آہستہ مدینہ میں اسلامی ریاست مضبوط ہوتی چلی گئی تب جنگ کی اجازت ملی۔غزوۂ بدر، احد، احزاب، خیبر، صلح حدیبیہ اور پھر فتح مکہ۔مکہ فتح ہونے پر عرب قبائل اسلام قبول کرتے چلے گئے اور بہت جلد عرب کے بدو ایک مضبوط قوم بن گئے اور یہ اس نئے دین کا معجزہ تھا۔شروع کا دور مسلمانوں پر سختیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کا دور تھا۔اب وقت آ گیا تھا کہ مسلمان اپنے ظلم وستم کا بدلہ لے سکتے تھے مگر یہاں بھی شرط یہ تھی کہ عہد شکنی، شرارت، خباثت اور دین سے پھر جانے پر ان کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔یہ سراسر دین محمدی ﷺ کی خاطر تھا اپنے ذاتی بغض وعناد کا بدلہ لینے کے لیے نہیں تھا۔پھر فرمایا کہ اسلام کی فتح وکامیابی اور کفر کی ذلت وشکست کو دیکھ کر مسلمانوں کو بے انتہا خوشی ہوگی اور تمہارے دلوں سے غصہ وغیرہ دور ہو جائے گا۔پھر فرمایا کہ ان کفار ومشرکین میں سے جن کو اللہ ہدایت کی راہ دکھائے گا تو وہ ضرور سچے مسلمان بن جائیں گے۔ایسے لوگوں کی خطائیں اللہ معاف کر دے گا۔ان پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش کر دے گا۔اللہ رب العزت علیم بھی ہے اور حکیم بھی وہ ہر ایک کے متعلق پوری طرح جانتا ہے اور اپنی حکمت و دانائی سے تمام معاملات کو چلا رہا ہے۔جیسا کہ اعلانِ معافی سے یہ ہوا کہ مکہ کے اردگرد سے بے شمار قبائل، امراء اور سردار جوق در جوق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام اور اطاعت کا عہد کرنے لگے اور آپ نے ان کو ان کی موجودہ پوزیشن پر بحال رہنے دیا اور یوں بغیر خون خرابہ کے پورا جزیرۂ عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔

نومسلموں کے لیے ہدایات

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا
رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿16﴾ ع 2/10/8

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں

جنہوں نے جہاد کیا اور نہ ہی اللہ اور اسکے رسول اور مومنین کے سوا کسی کو دوست بنایا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (16)

تشریح: اسلام کی ترقیوں، کامیابیوں، فتوحات اور اللہ کی خاص مدد کو دیکھ کر اہل عرب اور آس پاس کے لوگ بہت زیادہ مرعوب ہوئے اور فوج درفوج مسلمان ہونے لگے یا ان کی اطاعت قبول کرنے لگے جیسا کہ پچھلی آیات میں تفصیلاً بتایا جا چکا ہے۔ اب اس آیت میں رب العالمین ان نومسلموں کو خطاب کر رہے ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ کلمہ پڑھا، نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی تو مسلمان ہو گئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کی اصلیت اور تمہارے دل کی کیفیات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے مگر تمہارے ایمان کی پختگی کا امتحان جہاد سے لیا جائے گا تا کہ تمہارے سچے اور جھوٹے ہونے کا ثبوت تمام لوگوں کو مل جائے۔ جہاد ایک ایسی کسوٹی اور آزمائش ہے کہ جس سے ایک سچے اور پکے مسلمان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ وہی کر سکتا ہے جو اسلام کی سربلندی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنا تن، من، دھن، یعنی دنیا کی ہر عزیز ترین چیز اللہ کی راہ میں خوشی سے قربان کر دے اور پھر اپنے مشرک رازداروں اور دوستوں سے دوستی ختم کر دیں۔ جو لوگ جہاد میں شامل ہونے سے کترائیں یا سستی دکھائیں وہ سچے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ یوں تو مسلمان کی زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے مگر جہاد ایک علیحدہ حیثیت رکھتا ہے۔

جہاد کی فضیلت میں اللہ فرماتا ہے:

اور جو لوگ ہماری خاطر جہاد کرتے ہیں ہم انہیں راستے دکھاتے (چلے) جاتے ہیں۔ (سورۃ العنکبوت آیت 69)

جہاد زندگی کے ہر لمحہ میں کیا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں۔ 1: کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ، 2: شیطان اور اس کے بھائی بندوں کا مقابلہ، 3: اپنے دل کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ، یعنی نفس امارہ کو شکست دینا۔ لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو ہم پانچ قسموں میں بیان کر سکتے ہیں۔

1- جہاد بالنفس، 2- جہاد باللسان، 3- جہاد بالعلم، 4- جہاد بالمال، 5 جہاد بالسیف۔

جہاد بالسیف سب سے مشکل کام ہے لیکن سچے مومن کے لیے یہ سب سے آسان اور مسرت و شادمانی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ فتنہ کی جڑ ختم کرنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ رب کریم فرماتے ہیں۔ ''اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے'' (سورۃ الانفال آیت 39) سورہ توبہ آیت: 16 میں اسی بات کی تاکید کی گئی ہے کہ زندگی سستی اور کاہلی کا نام نہیں بلکہ انسان کو ترقی، کامیابی اور اللہ کی مدد اسی وقت ملتی ہے جب بندہ خود اس کے لیے محنت، کوشش کرے۔ پھر فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ سچے مسلمان کی پہچان ہے۔ جس کے دل میں ذرا بھی کھوٹ ہو گا وہ جہاد سے ضرور منہ موڑے گا اور پھر مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کبھی بھی کسی مشرک کو رازدار نہ بناؤ کیونکہ یہ لوگ اعتماد کرنے کے قابل ہرگز نہیں ہوتے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ محنت اور کوشش کرے پورے صبر اور یقین کے ساتھ اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے وہ بہترین کارساز ہے۔

مساجد کو آباد کرنیوالے کون ہیں؟

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿17﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿18﴾ اَجَعَلْتُمْ
سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿19﴾

مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ جب کہ وہ اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔﴿17﴾ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے امید ہے یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔﴿18﴾ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس شخص کے کام کے برابر سمجھا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔﴿19﴾

تشریح: ان آیات میں صاف طور پر حکم دے دیا گیا ہے کہ اب مسجد حرام کو ان کفار و مشرکین سے بالکل خالی کروا لیا جائے جو اس کے متولی بنے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ بت پرستی اور کفر و شرک کے راستے کو اپنائے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ اللہ کا گھر بت پرستوں کی حفاظت میں کس طرح رہ سکتا ہے؟ اللہ کا گھر اللہ والوں کے لیے ہی مخصوص ہو سکتا ہے اور اللہ والے وہ ہیں جو اللہ کو خالق و مالک مانتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی دوسری طاقت کو نہ مانتے ہیں نہ ڈرتے ہیں کیونکہ وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ایسے ہی مومنین ہدایت پانے والے ہیں۔ جبکہ کفار و مشرکین تو اپنے اعمال کی وجہ سے انتہائی ناپسندیدہ لوگ ہیں اسی لیے موت کے بعد کی ہمیشہ کی زندگی یہ دوزخ میں گزاریں گے۔ دوزخ یہ ہیبت ناک آگ کا گڑھا ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اللہ کے نافرمان لوگ اس میں ڈالے جائیں گے۔ قرآنِ مجید میں بار بار اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر آخر میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مسجد حرام کی ظاہری زیب و زینت اور حاجیوں کی خدمت گزاری کو بہت بڑی عبادت اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تو اللہ نے ان کی اس خوش فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل خدمت اور ایمان تو یہ ہے کہ نماز قائم کرو، آخرت پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ کہاں یہ صفات اور کہاں حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد کی آرائش کرنا؟ ظالموں کو اس بات کی سمجھ نہیں اور پھر وہ ہٹ دھرم اور ضدی اتنے ہیں کہ ان کو ہدایت دکھائی ہی نہیں دے سکتی، اسی لیے رب العالمین فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اصل میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ

صرف اللہ کے گھر کی دیکھ بھال ہی کرتے رہنا اور اللہ پر ایمان نہ لانا یا اللہ کے احکامات کو پورا کرنے کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

ایمان، ہجرت اور جہاد کی فضیلت، ایمان کی تکمیل کب؟

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿20﴾ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۙ﴿21﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿22﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں ان کے بڑے درجے ہیں اور وہی مراد پانے والے ہیں۔﴿20﴾ ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے اور ان کے لیے ایسے جن کی نعمتیں ہمیشہ کی ہیں﴿21﴾ اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔﴿22﴾ اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کے بجائے کفر پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔﴿23﴾

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بہترین عمل ارکانِ اسلام کی پابندی، بہترین ذکر، اللہ کا ذکر اور بہترین دوست اللہ ہے جیسا کہ فرمایا:

"خبردار! اللہ کے دوستوں کو غم لاحق ہوگا اور نہ کوئی پریشانی۔" (یونس آیت: 62)

پھر جنت کا ذکر اور تعریف اللہ یوں فرماتا ہے:

"نیک لوگوں کا صلہ انکے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔" (البینۃ آیت:8)

جب اس جنت کا تصور کرتے ہیں تو بے اختیار یہ دعا منہ سے نکلتی ہے:

" رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ "

"اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔" (البقرہ آیت:201)

غرض اسلامی نظامِ زندگی کے بنیادی اصول یہ ہیں ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ۔ ان پر قائم رہنا ہی مومن کی شان اور جنت کا انعام ہے۔

جہاد کی بجائے دنیاوی مال ومتاع کو ترجیح دینے کی سزا

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ

تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿24﴾

کہہ دو اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان کے لوگ اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ﴿24﴾

تشریح: دراصل یہ آیت ان لوگوں کے لیے نازل ہوئی جنہوں نے ہجرت کا حکم ہو جانے کے بعد بھی ہجرت صرف اس لیے نہ کی کہ ہجرت کرنے سے وہ ماں باپ، بہن بھائی، اولاد بیوی مال و جائیداد اور کاروبار سے محروم ہو جائیں گے تو ایسے لوگوں کے لیے اس آیت میں پیغام دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایمان کے مضبوط اور کامل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ ان تمام دنیاوی تعلقات پر اللہ اور اس کے رسول کو فوقیت دی جائے۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ ''یہ مقامِ خلت اسی کو حاصل ہوتا ہے جو خلیل اللہ کی طرح اپنے مال، اولاد اور جان کو اللہ کی محبت میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔''

اس آیت میں ہجرت کو جہاد کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت مکہ سے ہجرت کرنا جہاد کے ہی برابر تھا۔ جب بعد میں جہاد کی ضرورت پیش آئی تو پھر جہاد فرض کیا گیا۔ اللہ کی حکمت یہی تھی کہ پہلے مسلمان تکلیفوں کو صبر و استقامت سے برداشت کرتے رہے چپکے چپکے اسلام کی تبلیغ کرتے رہے تو اس وقت یہی جہاد کے برابر تھا دنیاوی مال و دولت اور آرام و سکون انہیں اللہ کے دین کی تبلیغ سے روک نہ سکا۔ اس وقت اہلِ مکہ کے طاقتور لوگ مسلمانوں پر اتنے سخت ظلم و ستم کرتے تھے کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر وہ ایمان کے نور سے یوں منور ہو چکے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی سختی ان کو نورِ ایمان سے دور نہ کر سکی۔ ایمان کی لذت اور اللہ کی محبت میں وہ اس قدر گم ہو چکے تھے کہ اپنا مال اور جان اللہ کے راستے میں قربان کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز ان کے سامنے حقیر اور بے معنی تھی کیونکہ ان کے لیے تو صرف اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہی سب کچھ تھی یہی تو سچے مومن کی نشانی ہے کہ اسے اللہ و رسول کی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ وہ بڑی خوشی اور جرأت سے اپنی جان حبِ الٰہی اور حبِ رسول ﷺ میں قربان کر دیتا ہے۔ موت تو آ کر ہی رہے گی تو کیوں نہ اپنی جان کو اس مقصد کے حصول کے لیے قربان کر دیا جائے کہ جس کے بدلے اللہ کی رضا اور آخرت کی ہمیشہ کی شادمانیاں حاصل ہو جائیں۔ جو لوگ اس قدر کھلی ہوئی صاف باتوں کو سمجھ نہیں سکتے ان کو ہدایت کس طرح دی جا سکتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ ان پر اللہ عذاب بھیجے گا۔

یہاں جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کا ذکر اور انجام بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ ''اللہ پاک نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان اور مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا رکھا ہے اگرچہ ہر ایک کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے

مگر اس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔''

غزوہ حنین میں اللہ کی مدد

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿25﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿26﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿27﴾

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور جنگِ حنین کے دن جب تم اپنی جماعت کی کثرت پر خوش ہوئے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ﴿25﴾ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور تمہاری مدد کے لیے فرشتوں کے لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے آسمان سے اتارے اور کفار کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے ﴿26﴾ پھر اس کے بعد اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب کرے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿27﴾

تشریح: ان آیات میں اللہ اپنے ان احسانات کا ذکر کرتا ہے جو اکثر مسلمانوں پر خصوصی طور سے وقتاً فوقتاً کرتا رہا تو ان میں سے ایک غزوۂ حنین کا ذکر فرماتا ہے۔ پہلے حنین کا جغرافیہ جان لینا چاہیے۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے دس میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ رمضان 8ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو قبیلہ ہوازن اور طائف کے رہنے والے بنو ثقیف نے مالک ابن عوف کی قیادت میں چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کیا (چونکہ اس وقت مسلمان مکہ میں جمع تھے) آنحضرت ﷺ کو پتہ چلا تو آپ بھی چودہ ہزار کے لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے نکل آئے۔ مقامِ حنین پر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا۔ مسلمانوں نے بدر اور احد میں بہت کم تعداد اور بے سروسامانی کی حالت میں جنگ لڑی تھی اور اللہ کی مدد سے بہت بڑے لشکر پر فتح پائی تھی۔ مگر اس دفعہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ساز و سامان بھی پورا تھا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو اپنی فتح کا یقین ہوگیا اور یہ بات اللہ رب العزت کو پسند نہ آئی۔ اللہ بڑا مہربان ہے مگر اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ مالک بن عوف نے بڑے سلیقہ سے فوج کے تیر اندازوں کو ترتیب دیا اور یک بارگی حملہ کر دیا جس سے مسلمان بکھر گئے اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس باقی رہ گئے جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان بھی شامل تھے انہوں نے آوازِ بلند مجاہدین کو واپس آنے کے لیے پکارا۔ اللہ نے فرشتوں کے لشکر سے ان کے دل مضبوط کر دیے اور وہ دوبارہ اکٹھے ہو کر بہادری سے لڑے اور یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ جب دشمن نے آپ کو گھیر لیا تو آپ خچر سے اترے اور زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور کفار کی طرف پھینکی پھر آپ ﷺ نے فرمایا دشمن کے چہرے بگڑ جائیں پھر کفار میں سے کوئی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں اس مٹھی کی وجہ سے مٹی نہ پڑ گئی ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر)

مسلمان اپنی تعداد اور ساز وسامان پر بھروسہ کر بیٹھے اور ذرا عجب میں آ گئے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں سبق سکھایا کہ قبیلہ ہوازن کے تیراندازوں کے تیروں کی تاب نہ لا کر مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہی اللہ کی حکمت تھی پھر اپنے فضل وکرم سے مہربانی فرمائی اور شکست کو فتح میں بدل دیا۔ مسلمانوں کو شروع میں تھوڑی سی سزا دی گئی مگر بعد میں کفار کو مغلوب کر کے ان کو شکست کے عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر آخر میں اللہ کی مغفرت کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ حنین کی فتح کے بعد ہوازن اور ثقیف کے سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔ انہوں نے کفر سے توبہ کر لی۔ اللہ رحمتوں اور برکتوں والا ہے، غفور ورحیم ہے اس نے ان کے گناہ معاف کر دیے اور ان کو اسلام کی روشنی اور ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

مشرک ناپاک ہیں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿28﴾

مومنو! مشرک تو ناپاک ہیں تو اس کے بعد یہ خانہ کعبہ کے قریب نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ہے ﴿28﴾

تشریح: اس آیت میں پاکیزگی اور صفائی کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ مسلمان تو ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے پاک صاف ہوتا ہے جبکہ کافر ومشرک ظاہر وباطن ہر طرح سے "نجس"، یعنی گندگی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ظاہری صفائی کا مطلب ہے۔

1 ناپاکی کی حالت میں نہ ہونا۔

2 جسم اور لباس کا صاف ستھرا ہونا۔

3 حالت وضو میں ہونا۔

باطنی صفائی کا مطلب ہے اعتقاد، اعمال اور اخلاق کا قرآن وسنت کے مطابق ہونا۔ جس کا دل ایمان اور صحیح عقیدہ سے منور ہوگا اور جس کے اعمال نیک اور پاکیزہ ہوں گے جس کے اخلاق بلند اور بے داغ ہوں گے وہ اللہ کا مقبول ترین بندہ ہوگا۔ اللہ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے تو ایسا شخص مطہر پاکیزہ انسان کہلاتا ہے۔ مگر جو انسان ان تمام صفات سے دور ہوگا۔ گندا، یعنی نجس کہلائے گا۔ عرب میں پانی کی کمی تھی۔ روزی کمانے کے لیے عربوں کو مشقت کرنا پڑتی تھی پھر گرم خطہ تھا اس لیے عام طور پر صفائی کا کوئی خاص خیال نہ رکھتے تھے اور باطنی صفائی کا تو نام ونشان ہی نہ تھا۔ اعتقاد، اخلاق اور کردار مسلمانوں کے بالکل خلاف تھا، یعنی اس لحاظ سے بھی وہ لوگ انتہائی غلیظ انسان تھے۔ جنگ وجدل، قتل وغارت گری، جواء، شراب، بدفعلی اور تمام گناہوں میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، لہٰذا حکم ہوا کہ ان کو خانہ کعبہ کے قریب بھی آنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ یہ اللہ کا گھر ہے پاکیزہ جگہ ہے،

پاکیزہ لوگوں کے لیے ہے، پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے حج پر نہ آنے سے جو تجارت کو نقصان ہوگا، اس کی تو تم بالکل فکر ہی نہ کرو۔ کیونکہ مسبب الاسباب اور روزی دینے والا تو الہ العالمین ہے رب العالمین ہے وہ خوب جانتا ہے انتظام کیسے کرنا ہے کیونکہ اس کی حکمت ودانائی لاجواب اور بے مثال ہے وہ چاہے گا تو تمہیں مال ودولت میں امیر ترین بنادے گا اور ان کفار ومشرکین کی تجارت سے تمہیں بے نیاز کردے گا۔

یہود ونصاریٰ سے قتال یا جزیہ؟

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿29﴾ ع 4 10

جو اہل کتاب اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ﴿29﴾

تشریح: پچھلی آیات میں کفار ومشرکین کو چار ماہ کی مہلت کے بعد قتل کرنے، قید کرنے اور خاص صورتوں میں مختصر قیام کی اجازت دی گئی تھی اس آیت میں خاص طور سے اہلِ کتاب کا نام لیا گیا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے مسلمان ان کو اہلِ کتاب ہونے کی رعایت دے دیں ان کو رعایت اس لیے نہیں دی گئی کیونکہ وہ اپنی اصلی تعلیمات سے بڑی حد تک پھر چکے تھے اسی لیے وضاحت کر دی گئی کہ جو ان چار اسباب کے دائرہ میں آئے اسے قتل کرو۔ وہ چار اسباب یوں بیان کی گئی ہیں۔

1 جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔

2 جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

3 جو حرام چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے۔

4 جو سچے دین کو قبول نہیں کرتے۔

ان تمام باتوں کا حکم اہلِ کتاب، یعنی یہود ونصاریٰ کو دیا گیا تھا مگر جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت کی گئی ہے کہ وہ لوگ اپنے اصل دین سے کافی حد تک ہٹ چکے تھے، اس لیے ان کو قتل بھی کیا جائے ان سے باقاعدہ جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر آپ کی اطاعت قبول کرلیں اور پھر اسلامی قانون کے مطابق جزیہ دینا قبول کرلیں۔ کیونکہ اسلامی ریاست بن چکی تھی اور اس کے قوانین بھی بن چکے تھے اس لیے جزیہ بھی مقرر ہو چکا تھا۔ جزیہ اس رقم کو کہتے ہیں جو ذمیوں سے لی جاتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو پھر وہ مسلم شہری ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ دیتے ہیں، جزیہ معاف ہوجاتا ہے۔ یہ ایک طرح سے جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس لیا جاتا ہے، جبکہ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے۔

جزیہ کی مقداریوں بیان کی گئی ہے۔دولت مندوں سے 48 درہم سالانہ، متوسط طبقہ سے 24 درہم سالانہ اور ادنیٰ طبقہ سے 12 درہم سالانہ۔ پھر اس میں عورتوں، بچوں اور محتاجوں کو جزیہ نہ دینے کی رعایت دی جاتی تھی۔اور پھر جزیہ ادا نہ کرنے پر بڑی سخت سزا سے منع کیا گیا تھا بلکہ ہلکی سزا دینے کا حکم تھا۔آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری الفاظ یوں تھے: ''ذمیوں سے بھلائی کرنا، ان سے رواداری برتنا، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔'' (از کتاب الخراج۔الجامع الاحکام القرآن قرطبی، الاحکام السطانیہ صفحہ 137)

ان تمام معاملات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام زبردستی نہیں پھیلایا گیا بلکہ اسلامی مملکت میں غیر مسلم لوگوں کو رہنے کی اجازت دی گئی ہے۔اس شرط پر کہ وہ جزیہ دینا قبول کرلیں۔یہ اصول صرف اہلِ کتاب کے لیے ہے مشرکینِ عرب کے لیے نہیں۔ اگلی آیات یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی وجہ اور زکوٰۃ نہ دینوالوں کی سزا

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿30﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿31﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿32﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿33﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿34﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿35﴾

النصف

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے یہ بھی انہی کی ریس کرنے لگے ہیں۔اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔﴿30﴾ انہوں نے اپنے مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے، حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک بنانے سے پاک ہے۔﴿31﴾ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں۔اور اللہ اپنی روشنی (نور) پورا کیے بغیر نہ رہے گا۔اگرچہ کفار کو برا ہی لگے۔﴿32﴾ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو

ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرے اگر چہ کفار ناخوش ہوں۔ (33) مومنو! اہل کتاب کے بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ (34) جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا اور پھر اس سے (ان بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ (35)

تشریح: ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے بارے میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہود اہلِ کتاب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ لیکن یہ قوم بڑی ضدی، نااہل اور نافرمان ثابت ہوئی یہاں تک کہ اپنے نبیوں کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے تو ایسے لوگ اپنی آسمانی کتاب پر کیا عمل کر سکتے تھے بلکہ انہوں نے اس کو بالکل تبدیل کر دیا۔ ان کے راہب اور علماء بڑے بڑے امیر لوگوں سے کچھ رقم لیکر ان کی مرضی کے مطابق کتاب سے غلط فتوے بنا دیا کرتے تھے۔ پھر لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں لیکر لوگوں کو گمراہ کرنے پر لگے رہتے اور پھر کفر میں اس قدر بڑھ گئے کہ کیتھولک فرقہ کا پوپ جنت کے ٹکٹ لوگوں میں فروخت کرنے لگا اور اس کے نائب بخششِ گناہ کے سرٹیفکیٹ قیمتاً بیچتے تھے غرض کونسی ایسی غلط حرکت ہے جو وہ نہ کرتے تھے۔ ان پر اللہ کا عذاب بخت نصر کی صورت میں نازل ہوا۔ اس نے یہود کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ تورات بھی اسی ہلچل میں تقریباً ضائع ہو گئی تو اس وقت حضرت عزیر علیہ السلام نے جن کو تورات زبانی یاد تھی تحریر کروا دی تو اس وجہ سے یہودی ان کی اس قدر عزت اور احترام کرنے لگے کہ ان کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے حالانکہ نہ تو ان کی کتاب میں یہ لکھا تھا اور نہ ہی حضرت عزیر نے یہ تعلیم دی تھی۔ بلکہ کتاب میں تو یہی لکھا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر یہود و نصاریٰ نے ایک ہی کام کیا یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور نصاریٰ نے عیسیٰ ابنِ مریم کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور تین خداؤں کا فتنہ بھی کھڑا کر دیا۔ اصل میں یہود و نصاریٰ اردگرد کے یونانی، رومی اور مصری نظریات سے متاثر ہو گئے اور انہوں نے توحید کا نظریہ ہی بدل دیا جو کہ ان کی کتابوں میں دیا گیا تھا۔ پھر بے سروپا باتیں کرتے۔ کہیں ان لوگوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو اللہ بنا رکھا تھا اس لحاظ سے کہ جو غلط سلط وہ مسئلہ بتاتے اس کو اللہ کا حکم سمجھ کر قبول کر لیتے اور اس پر عمل بھی کرتے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے ان کے لیے فرمایا کہ اللہ ان کو غارت کرے۔ بڑے ہی گمراہ لوگ تھے۔ ہر وقت اسی کوشش میں لگے رہتے کہ گمراہی کو پھیلائیں، یعنی نیکی کا نور اللہ رب العزت کا نام پھونکوں سے اڑا دیں اور ایمان کی روشنی بجھا دیں۔ حالانکہ دین حق جس کا پیغام رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ وہ اتنا کامل اور بہترین اصول وقوانین کا حامل دین ہے کہ اس جیسا کوئی دین اس سے پہلے نہ آیا تھا۔ کیونکہ پہلے پیغمبر کسی خاص قوم یا ملک کے لیے بھیجے گئے مگر دین محمدی تمام دنیا کی اقوام اور تمام دنیا کے ملکوں کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا یا اس کو مٹانا اتنا آسان کام نہیں جتنا کہ یہود و نصاریٰ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ تو ہمیشہ سے غلط راہوں پر چلتے رہے اور اب

بھی ٹھیک راہ پر چلنے والے، یعنی مسلمانوں سے سخت دشمنی رکھتے ہیں۔ مسلمان ایک مضبوط قوم ہے۔ لیکن ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ احکامِ الٰہی کو سچے دل سے مانیں اور عمل کریں۔ جب بھی وہ پکے اور سچے مسلمان بنے اللہ نے ان کو ہر طرح عزت، دولت اور شہرت عطا کی جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ کس طرح مسلمانوں کی چھوٹی سی طاقت نے دنیا کو اپنے زیر کر لیا۔ لیکن جب اپنے اصولوں سے ہٹے یا عقائد میں کمزوری آئی تو پھر ان کو بھی ذلت وخواری اور تنزل کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا مسلمانوں کو بھی غفلت، حرص، ناانصافی، نافرمانی اور لالچ سے بچ کر زندگیاں گزارنی چاہئیں۔ اور پھر مال جمع کرنے کی بڑی سخت ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا کہ اکثر پادری اور راہب ناجائز طریقوں سے مال کماتے ہیں (جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے) تو ایسے لوگوں کو بڑا سخت عذاب دیا جائے گا۔ عذاب کی شکل یہ ہوگی کہ ان کا جمع کیا گیا سونے چاندی کا ذخیرہ تختیوں کی شکل میں بنایا جائے گا پھر ان تختیوں کو آگ میں تپا کر ان سے ان کی پیشانیاں پہلو اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر ان کو تپایا جائے گا اور پھر داغا جائے گا۔ یہ عذاب مستقل ان کو دیا جائے گا اور یہ ناجائز مال جمع کرنے کی سزا ہے، یعنی مال جمع کرنا اور اس کو صدقہ خیرات اور زکوٰۃ میں خرچ نہ کرنا بڑے عذاب کی بات ہے۔ البتہ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مال جمع کرنا جائز طریقہ سے اور اس پر زکوٰۃ دینا اس مال کو پاک کر دیتا ہے۔ مگر جو اندازِ زندگی ہمیں قرآن دیتا ہے وہ بڑا ہی فائدہ مند آسان اور پرسکون ہے۔ مال کا خرچ اور آمد اتنا مناسب ہے کہ نہ اس میں لالچ بڑھتا ہے اور نہ ہی فضول خرچی کی راہ نکلتی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ''اور فضول خرچی نہ کرو بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل، آیات: 26-27)

جس قدر اخلاقی برائیاں ہیں وہ سب شیطانی کاموں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی لیے مذہبِ اسلام میں ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور مذہبِ اسلام پوری دنیا کے لیے آیا ہے۔ مکمل اور آخری دین ہے اس کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں۔ یہود ونصاریٰ اور مشرکین دینِ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں اسی لیے ہر وقت شرارت میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو ان کی شرارتوں، حسد اور بغض سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین۔

مہینوں کی تعداد اور زمانے کی تقسیم

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿36﴾

اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں اس روز سے کہ اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ اللہ کی کتاب میں ایک سال کے بارہ مہینے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں یہی دین کا سیدھا راستہ ہے۔ تو ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ اور

مشرکوں سے سب مل کر لڑو۔ جیسے وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (36)

تشریح: اس آیت میں وقت اور زمانہ کا تعین کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے قرآن پاک عرب کے باشندوں کی طرف نازل ہوا۔ اس وقت نہ تو گھڑیاں تھیں اور نہ ہی کیلنڈر وغیرہ، یعنی اس وقت لوگ چاند کے گھٹنے بڑھنے اور چھپ جانے سے ہی وقت، تاریخ، مہینہ اور سال کا حساب لگاتے تھے، لہٰذا انہی کی سمجھ اور عقل کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب سے کائنات وجود میں آئی، زمین اور آسمان، چاند اور سورج ستارے بنائے گئے اس وقت سے وقت اور جگہ بھی وجود میں آ گئی تو اس کو تقسیم کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے ایک سال کی مدت پھر اسی میں بارہ مہینے مقرر کر دیے پھر کیونکہ لوگ بدامنی، لڑائی جھگڑے میں پھنسے رہتے تو اللہ نے چار مہینے ایسے مقرر کر دیے کہ جن میں لوگ امن وسکون سے رہیں ان مہینوں میں لڑائی جھگڑا فساد منع کر دیا گیا۔ عبادات تہوار مقرر کر دیے گئے اب جو نیک اور پکے مسلمان ہیں وہ تو ان حدود کا احترام کرتے ہیں۔ قرآن میں وہ چار مہینے محرم، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب کے مہینے بتائے گئے ہیں۔ آیت کے پہلے حصے میں فرمایا کہ ان مہینوں میں لڑائی جھگڑا اور جنگ نہ کی جائے۔ آخر میں اس بات کی اجازت دی جا رہی ہے کہ تم حرمت کا خیال ضرور رکھو لیکن اگر دشمن تم پر لڑائی مسلط کر دے، یعنی لڑائی میں پہل کرے تو پھر تم بھی ان سے خوب اچھی طرح مقابلہ کرو۔ مہینہ کی حرمت کا خیال نہ کرنے کا عذاب حملہ میں پہل کرنے والے پر ہوگا۔ تم پر گناہ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ تم نے اللہ کی حکم عدولی ہرگز نہیں کی یاد رکھو اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کیونکہ وہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی ہرگز نہیں کرتے۔ مگر کفار نے ان مہینوں کی تعداد میں اپنی مرضی سے گڑبڑ کر دی جیسا کہ اگلی آیت میں بیان کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

مشرکین کا مہینوں کی ترتیب بدلنا

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَ يُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ (37) ع 8 / 11

(امن کے) کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرتا ہے، اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تاکہ اللہ کے حرام کردہ مہینوں کی گنتی پوری کر لیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کو اچھے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ کفار کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (37)

تشریح: بات جو یہاں بتائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ کفار اپنی مرضی سے مہینوں کی ترتیب کو بدل دیتے تھے، یعنی محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا دیا، یعنی جب لڑنے کی ضرورت پیش آئی اور مہینہ محرم کا ہوا تو اس میں لڑنا منع ہے تو اپنے سرداروں کی مدد سے کہہ دیا یا کہلوا دیا کہ یہ مہینہ صفر کا ہے، لہٰذا لڑنا جائز ہے۔ تو اس ترتیب کو بدلنے سے مسلمانوں کے قرآنی احکامات میں بڑی گڑبڑ ہو جاتی تھی۔ جبکہ

اللہ تعالیٰ نے مہینوں، دنوں اور سالوں کا حساب قمری لحاظ سے طے کر دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ''جب سے زمین و آسمان بنے سال میں بارہ مہینے اور چاند کے حساب سے ان کے نام مقرر کر دیے گئے اور ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔'' پھر خاص عبادات مثلاً روزے، حج اور زکوٰۃ کے لیے خاص مہینے مقرر کر دیے تاکہ یہ عبادات مختلف موسموں میں آتی رہیں اور لوگ ہر موسم کا مقابلہ کرتے ہوئے سخت سردی، سخت گرمی، بہار اور خزاں میں باقاعدہ روزے رکھیں، حج کریں اور زکوٰۃ دیں۔ قمری حساب ہر سال 10 دن کا فرق ان عبادات کو مختلف موسم میں منتقل کرتا چلا جاتا ہے۔

10ھ میں جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو قدرتی طور پر ہی ایسا ہو گیا کہ مہینہ ذی الحجہ ہی کا تھا اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے منیٰ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا ''یعنی زمانہ پھر پھرا کر پھر اپنی اسی ہیئت پر آ گیا جس پر اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت رکھا تھا، یعنی جو مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا جاہلیت والوں کے نزدیک بھی اس سال وہی مہینہ ذی الحجہ کا قرار پایا۔'' (از معارف القرآن جلد چہارم صفحہ 371)

اسی خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے ان مہینوں کی وضاحت اس طرح فرمائی تین مہینے مسلسل ہیں۔ محرم، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے۔ ان تمام مہینوں کی ترتیب کا خیال رکھنا، یعنی ترتیب نہ بدلنا ہی دین قیم کی نشانی ہے۔ جبکہ کفار اس ترتیب کو اپنی مرضی سے آگے پیچھے کر دیتے تھے تو سمجھتے تھے کہ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کو تو نیکی بدی کی تمیز ہی نہ تھی جو مرضی ہوئی کر لیا جو اچھا لگا اپنا لیا جو برا لگا چھوڑ دیا۔ اللہ کے مقرر کیے ہوئے احکامات سے تو ویسے ہی دور تھے۔ نہ وہ نیکی کی راہ اپنانا چاہتے تھے اور نہ اللہ انکو نیک راہ پر لگاتا تھا۔ کیونکہ جو نیک ہو اللہ اس کے لیے نیک راستے آسان کر دیتا ہے جو بد ہو اس کے لیے بدی کے راستے آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہی اصولِ فطرت ہے۔

حساب تو سورج سے بھی لگایا جاتا ہے مگر وہ ذرا مشکل ہے۔ چاند ستاروں سے سمت معلوم کرنا اور وقت معلوم کرنا عربوں کا بڑا پرانا کام ہے۔ یہ لوگ اتنے ماہر تھے کہ جہازوں میں سمندر کا راستہ ستاروں سے ہی معلوم کر لیتے تھے اس وقت قطب نما یا کسی اور مشینی چیز کا تو نام و نشان بھی نہ تھا۔ چاند کی شکل سے وقت کا تعین کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ماہ و سال قمری حساب سے مقرر کیے ہیں اس لیے ہم مسلمانوں کو اپنے اس حکم کی تعمیل ضرور کرنی چاہیے بلکہ فرض ہے کہ کفار تو ویسے ہی گمراہ اور نافرمان ہیں وہ اس ترتیب کو الٹ پلٹ کر اپنی گمراہی اور نافرمانی میں کچھ اور اضافہ کر لیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔ کرتے رہیں مگر مسلمان اللہ کے بنائے ہوئے اس اصول اور ترتیب ماہ و سال کو ہرگز بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ پھر اتحاد اور سکون بھی اسی میں ہے کہ ایک بنے بنائے اصول پر چلتے چلے جاؤ۔

جہاد کے وقت سستی اور کراہت پر عذاب کی وعید

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿38﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿39﴾

مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو۔ یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہیں۔﴿38﴾ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑا دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔﴿39﴾

تشریح: ان آیات میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اس کی فضیلت اور جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کے لیے غضب کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔ غزوۂ تبوک نبی اکرم ﷺ کا آخری غزوہ ہے شام اس وقت رومی عیسائیوں کا صوبہ تھا۔ تبوک مدینہ کے شمال میں سرحد شام پر واقع ہے۔

ہوا اس طرح کہ جب رسول اللہ ﷺ 8ھ میں غزوۂ حنین اور فتح مکہ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ شاہِ روم ہرقل نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر لی ہے۔ اور اپنی فوجیں شام کی سرحد پر جمع کر دی ہیں اور عرب کے بعض قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارادہ کر لیا کہ اپنی فوجوں کو تبوک میں جمع کر کے خود حملہ کر دیا جائے۔ اس وقت سخت گرمی کا موسم تھا اور فصلیں بالکل تیار تھیں اور آٹھ سال مسلسل جنگیں لڑ کر مسلمان کچھ تھکے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے کچھ مسلمانوں نے جہاد میں شامل ہونے سے ذرا سستی دکھائی تو ان لوگوں کو اللہ رب العزت نے یاد دلایا ہے کہ جہاد جیسی نعمت تو خوش قسمت لوگوں کو ہی ملتی ہے اور اس کا بدلہ تو صرف مجاہد کو ہی ملتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی عارضی زندگی اور عیش و آرام کو اللہ، اسکے رسول ﷺ کی محبت میں بے دریغ قربان کرنے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی زندگی اور اس کی ہر چیز بالکل عارضی ہے جب کہ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کے انعامات بے شمار بے مثال اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر رب العالمین ان کو بتاتے ہیں کہ جہاد سے سستی کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں بہت عذاب دیا جائے گا دنیا میں پچھتاوے کا عذاب ان کو ملے گا کیونکہ جہاد کی نعمت کسی اور کو دے دی جائے گی۔ یہ تو اللہ کا دستور ہے کہ نااہل اور نافرمان لوگوں کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے فرمانبردار لوگوں کو لے آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ کیسے نافرمان تباہ و برباد ہوئے اور دوسرے لوگ آ گئے اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ آخرت سے غفلت اور دنیا سے محبت ہر قسم کی برائی اور جرم کی بنیاد ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ دنیا

کی زندگی ختم ہو جانے والی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو آخرت پر یقین گناہوں کو ختم کرنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے، اس لیے فرمایا کہ اٹھو اور جہاد کے لیے خوشی خوشی تیار ہو جاؤ۔ اس میں خود تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں وہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اس کو یا اس کے رسول ﷺ کو تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ پہلے بھی ہو چکا ہے اگلی آیات میں اس کا ثبوت بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

غارِ ثور میں سکینتِ الٰہی کا نزول

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿40﴾

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے۔ وہ وقت تم کو یاد ہوگا جب ان کو کفار نے گھر سے نکال دیا تھا اس وقت دو ہی لوگ تھے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے خود رسول اللہ ﷺ) دونوں غارِ (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہ آتے تھے کفار کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اصل میں اللہ ہی کی بلند ہے اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔﴿40﴾

تشریح: اس آیت سے اللہ کی قوت اور حکمت کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کی مثال دی جا رہی ہے۔ اہلِ مکہ نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا کہ تمام قبیلوں سے ایک ایک جوان لیکر آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے کہ جونہی آپ ﷺ باہر نکلیں، آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ کو ان کا منصوبہ معلوم ہو گیا آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امانتیں واپس کرنے کے لیے اپنے بستر پر سلایا اور خود اللہ کی حفاظت میں محاصرہ کرنے والوں کے درمیان میں سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ پھر آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لیکر غارِ ثور میں چھپ گئے وہاں بھی کسی انسان کی مدد کے بغیر صرف اللہ کی مدد سے تین دن تک رہے۔ کفار ڈھونڈتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچ گئے ان کی باتوں کی آواز نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنی جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت پریشان ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اس قدر اطمینان اور سکون بخش دیا تھا کہ انہوں نے بڑے اعتماد اور سکون سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا" کہ بالکل پریشان نہ ہو کیونکہ ہم اکیلے نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اس کی مدد اور حفاظت ان کفار سے کہیں بڑھ کر کامل ہے ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے بالکل معمولی، جھوٹی، پست اور بے کار ہیں کفار کی ناکامی یقینی ہے۔ کفار کی رسائی آپ تک نہ ہو سکی اور وہ نامراد واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ اللہ کی مدد، بڑائی اور حکمت کو واضح کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو سستی کاہلی سے خبردار کیا جائے کہ اللہ نے جو کام کرنا ہوتا ہے وہ خود کر لیتا ہے۔ یہ تو اس کی رحمت اور فضل

وکرم ہے کہ وہ تمہیں ثواب کمانے اور آخرت میں نجات حاصل کرنے کا موقع دے رہا ہے۔ یہ آیت سن کر سمجھدار مسلمان سمجھ گئے کہ یہ تو صرف ہمیں نیکیاں کمانے کا موقع دیا جارہا ہے، لہٰذا وہ ہمت وجرأت سے جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اللہ کی مدد شاملِ حال ہے اس لیے وہ ہماری پوری مدد کرے گا۔ اور اگر ہم اس پر تیار نہ ہوئے تو یقیناً ہم دنیا و آخرت میں بڑا نقصان اٹھائیں گے۔ اگلی آیات میں پھر حکم جہاد دیا جارہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ہر حال میں جہاد کا حکم

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾

تم ہلکے پھلکے ہو یا بوجھل جہاد کے لیے نکلو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔ اگر تم جانتے ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ ﴿41﴾

تشریح: یہ آیت سن کر اچھے اور سچے مسلمان اپنی جان اور مال سے جہاد کے لیے خوشی خوشی نکل کھڑے ہوئے مگر منافقین طرح طرح کے بہانے کرنے لگے جن کا ذکر اگلی آیات میں کیا جارہا ہے۔

منافقوں کی پہچان اور بہانے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ
اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿42﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ ع 6 5 12
اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿43﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿44﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿45﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ
لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿46﴾

اگر دنیوی فائدہ قریب نظر آتا اور سفر بھی ہلکا ہوتا تو (وہ شوق سے) تمہارے ساتھ چل پڑتے مگر سفر ان کو لمبا دکھائی دیا تو بہانے کرنے لگے اور اللہ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل پڑتے یہ ایسے بہانوں سے اپنے آپ کو وبال میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ ﴿42﴾ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے پہلے کہ جھوٹے اور سچے لوگ آپ پر ظاہر ہو جاتے آپ نے ان کو پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دے دی؟ ﴿43﴾ جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو

آپ سے اجازت نہیں مانگتے کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ پرہیزگاروں سے واقف ہے۔﴿44﴾ اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔﴿45﴾ اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اسکے لیے کچھ تیاری بھی کرتے لیکن اللہ نے ان کا نکلنا ہی پسند نہیں کیا اس لیے سست بنا دیا اور انکو کہہ دیا گیا کہ بیٹھے رہنے والے معذوروں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔﴿46﴾

تشریح: ان آیات میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سفر تھوڑا اور مالِ غنیمت کی امید ہوتی تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ چل پڑتے۔ مگر غزوۂ تبوک مسافت، موسم کی گرمی اور ہرقل جیسی بڑی طاقت کا مقابلہ تھا جو کہ مسلمانوں کے لیے بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ ویسے بھی جہاد منافقین کی پہچان کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ یہاں یہ لوگ آپ سے اجازت لینے کے لیے بڑے بہانے کریں گے اور اس طرح یہ صرف اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ آپ نے ان کو ابھی رخصت کی اجازت نہیں دینی تھی تاکہ ان کا جھوٹ سچ اچھی طرح سب پر ظاہر ہو جاتا۔ کیونکہ رخصت تو صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جن کا ایمان مضبوط نہیں ہوتا ورنہ مضبوط ایمان والے جہاد پر جانے کی اجازت نہیں مانگتے بلکہ حکم جہاد ہوتے ہی بسر و چشم جہاد پر جانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے لیے جان و مال اولاد سب کچھ حکم الٰہی کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے اور وہ بلا خوف و خطر فوراً خوشی خوشی جہاد پر جانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت سچے، پرہیزگار اور ڈرنے والے مسلمانوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی نیتیں ہی خراب ہیں اسی لیے ان کو جہاد کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق ہی نہیں ہو سکتی بس ان کو بھی معذور اور مجبور لوگوں کے ساتھ بیٹھنے دو۔ یہ بیٹھے رہیں اور ذلیل و خوار ہوتے رہیں۔

منافقوں کے فتنوں سے بچنے کی تدابیر

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ
لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿47﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ
ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿48﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ
اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿49﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ
اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿50﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ
بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿52﴾ قُلْ

أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿53﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ
مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا
يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿54﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿55﴾ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۚ وَمَا هُمْ
مِنْكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿56﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ
يَجْمَحُونَ ﴿57﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا
هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿58﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿59﴾ ع 7 17 13

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں پھوٹ ڈلوانے کے لیے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔(47) یہ پہلے بھی فساد کرتے رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں آپ لیے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور وہ برا مانتے ہی رہ گئے۔(48) اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیں اور آفت میں نہ ڈالیں۔ دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کفار کو گھیرے ہوئے ہے۔(49) (اے پیغمبر!) اگر تمہیں آسائش ملتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا کام پہلے ہی درست کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔(50) فرما دیں کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔(51) فرما دیں کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ یا تو خود تمہارے اوپر عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دلوائے تو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔(52) فرما دیں کہ تم مال خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ تم نافرمان لوگ ہو۔(53) اور ان سے ان کے نفقات قبول نہ کرنے کی وجہ صرف یہ کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے نافرمان لوگ ہیں۔ اگر وہ نماز کے لیے آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر آتے ہیں اگر خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے کرتے ہیں۔(54) آپ کو ان کے مال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور جب ان کی جان نکلے تو اس وقت بھی وہ کافر ہی ہوں۔(55) اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل میں یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔(56) اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (قلعہ) غار یا زمین کے اندر گھسنے کی جگہ مل جائے تو یہ رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔(57) اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ زکوٰۃ تقسیم کرنے کی وجہ سے تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اگر انکو اس میں سے خاطر خواہ مل جائے تو خوش رہیں اور اگر اس قدر نہ ملے تو

فوراً خفا ہو جائیں۔﴿58﴾ اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو اللہ اور اسکے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اللہ اپنے فضل سے اور اسکے پیغمبر اپنی مہربانی سے ہمیں پھر دے دینگے اور ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھتے ہیں (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا) ﴿59﴾

تشریح: ان آیات میں پہلے تو ان منافقین کا غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونا باعث رحمت بتایا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ اگر ساتھ چلے جاتے تو ان کا مقصد نہ تو جہاد کرنا ہوتا اور نہ ہی یہ مخلص ہوتے، اس لیے اگر یہ چلے جاتے تو صرف غلط سلط افواہوں سے مجاہدین میں بد دلی، نا اتفاقی اور کمزوری ہی پیدا کرنے کا کام انہوں نے کرنا تھا اور اس طرح فوج کو کمزور کرنے کا مقصد حاصل کرتے کیونکہ اگرچہ مسلمان ہوتے تو انسان ہی ہیں بعض ان کی باتوں میں آ کر گھبرا بھی سکتے تھے اور ان کو اپنے خفیہ راز لاعلمی میں بتا دیتے اس لیے اچھا ہوا یہ جہاد میں ساتھ نہ گئے۔ یہ لوگ پہلے بھی اس قسم کا فساد پھیلا چکے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ احد میں تین سو آدمی عبداللہ بن ابی کی معیت میں میدانِ جنگ سے واپس آ گئے تھے۔ یہ کام، یعنی فساد پھیلانا اور مجاہدین کو پریشان کرنا شیطانی حرکات کھلبلی مچانا یہ سب ان کی پرانی عادات ہیں۔ انہوں نے تو ہمیشہ اپنی پوری کوشش کی کہ تم مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں مگر اللہ کے حکم، تدبیر اور ارادہ کے آگے ان کی ایک نہ چلی اور وہ بے بس ہو گئے اور پھر مجبوراً مسلمان تو ہو گئے مگر صرف نام کے مسلمان، دل ان کے مسلمانوں کی ترقی، کامیابی اور فتح پر کڑھتے رہتے اور ہر وقت شرارت اور بدامنی پھیلانے کی کوشش کرتے۔ یہ تھی منافقوں کی فطرت یہ بھلا اس دور دراز کے سفر میں کیسے شامل ہو سکتے تھے۔ ہر کوئی نہ جانے کا بہانہ بنا رہا تھا اسی طرح جد بن قیس نے یہ بہانہ بنایا کہ "مجھے خطرہ ہے کہ میں کہیں خوبصورت عورتوں کے فتنہ میں نہ پڑ جاؤں کیونکہ سنا ہے رومی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں ہاں! اگر آپ چاہیں تو مالی امداد میں کر دیتا ہوں۔" یہ اس لیے کہ نفاق ظاہر نہ ہو جائے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے اس کے مال کی امداد سے بھی انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اور اس کے ساتھی پہلے ہی کافی آفتوں میں پھنس چکے ہیں ان کی فطرت ہی بد ہے اسی لیے یہ سب دوزخ کی بڑھکتی ہوئی آگ میں ضرور ڈالے جائیں گے۔ یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کی فتح پر کڑھتے ہیں اور شکست پر اندر ہی اندر خوشیاں مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ان منافقین کو صاف صاف بتا دیں کہ جو تکلیف ہمارے نصیب میں لکھی گئی ہے وہ ضرور آئے گی ہم اس سے ہرگز گھبراتے نہیں اور نہ ہی پریشان ہوتے ہیں کیونکہ ہمیں اللہ کی رفاقت، رحم و کرم اور مدد پر اس قدر بھروسہ ہے کہ ہم اس کو اللہ کی طرف سے بھیجی گئی رحمت ہی سمجھتے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ جو بھی ہمارے لیے مقرر کرتا ہے اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی ہے اس صبر اور شکر سے ہم ہر تکلیف، پریشانی اور مصیبت کا مقابلہ بڑی بہادری سے کرتے ہیں اور یوں وہ پریشانی ہمارے سکون اور راحت کا سبب بن جاتی ہے۔" اسی طرح حکم ہوا کہ ان کو بتا دو کہ تم لوگ تو ہمارے لیے فتح یا شکست کا سوچتے ہو جبکہ ہمارے لیے فتح و شکست برابر ہے وہ اس طرح کہ اگر جنگ میں مارے گئے تو شہید کا بہترین رتبہ مل جائے گا اگر جنگ سے زندہ واپس آ گئے تو غازی ہونے کا بہترین اعزاز دنیا میں اور آخرت میں

بھی انعام ملے گا دنیا میں عزت واحترام کے ساتھ مالِ غنیمت بھی ملے گا۔ مگر تم اپنی منافقت سے دھوکہ دینا چاہتے ہو تمہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ تم اس منافقت کی وجہ سے ضرور سخت مصیبت اور عذاب میں گرفتار ہو گے یا اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہو گا اور یا پھر ہمارے ذریعہ سے تمہیں ذلت ورسوائی اور پریشانی اٹھانی پڑے گی۔ تم بھی عذاب کا انتظار کرو اور ہم بھی دیکھتے ہیں۔ اس طرح کے بے شمار واقعات دنیا دیکھ چکی ہے۔ حق و باطل کی لڑائی کئی دفعہ ہو چکی حق جیتا اور باطل کو شکست ہوئی۔ کیونکہ حق کی مدد حق (اللہ تعالیٰ) کرتا ہے اور باطل کی مدد شیطان کرتا ہے۔ شیطان کو کہاں اتنی توفیق کہ حق کے سامنے ٹھہر سکے۔ مسلمانوں کو چاہیے اپنے ایمان کو مضبوط رکھیں اور اللہ پر ہر وقت بھروسہ کریں کیونکہ وہی قادرِ مطلق ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور وحدہٗ لاشریک صرف اسی کی ذات ہے اور اپنے بندوں پر ہر وقت مہربان ہے رحیم وکریم ہے۔ غفور ورحیم ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو کام کرے اللہ کی رضا کے لیے کرے پورے خلوص محنت اور کوشش سے کرے پھر انجام اللہ پر چھوڑ دے۔ یہی مسلمان کی شان ہے۔ جب وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو پھر اسے نہ کوئی غم ہوتا ہے نہ فکر اور نہ ہی وہ کسی بات پر پریشان ہوتا ہے۔ ہر حال میں خوش وخرم اور پرسکون رہتا ہے۔

پھر اللہ منافقوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم لوگ صرف اپنی منافقت کو چھپانے کے لیے مجبوراً مال دیتے ہو مگر اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری منافقت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ جب تم نماز کے لیے آتے ہو تو مقصد صرف دکھاوا ہوتا ہے مال دیتے ہو تو وہ بھی منافقت کو چھپانے کے لیے تم لوگ اللہ اور رسول کے نافرمان ہو تم سے صدقات وخیرات ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے کیونکہ بنیادی طور پر تم دھوکہ باز اور خبیث لوگ ہو۔ بھلا تمہارا صدقہ خیرات اللہ تعالیٰ کس طرح قبول کر سکتا ہے۔ اللہ کو تمہارے مال کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اسی نے تو تمہیں یہ مال ومتاع دیا ہے۔ اس کو تو خلوصِ دل کی عبادت چاہیے کیونکہ انسان کی کامیابی نیک نیتی اور خلوص پر ہے۔ پھر فرمایا کہ منافقین کو جو مال کی فراوانی اور اولاد کی زیادتی دی گئی ہے تو یہ بھی ان کے عذاب کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ مال اور اولاد فتنہ ہیں۔ انہی دو فتنوں میں پھنس کر انسان غافل ہو جاتا ہے یہ دونوں انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہیں۔ کیونکہ جو ان دونوں کے چکر میں پھنس جاتا ہے نہ اس کو دنیا میں سکون ملتا ہے نہ آخرت میں نجات ملتی ہے۔ مال کی محبت میں یہ لوگ اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ نہ ان کو حلال کی تمیز ہے نہ حرام کی، نہ جائز کی پرواہ ہے نہ ناجائز کی پرواہ ہے اور پھر حرام کے مال سے پلی ہوئی اولاد بذاتِ خود ان کے لیے بہت بڑا عذاب ثابت ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ حرام کا مال پورا پورا اولاد کے دکھ دیکھنے میں نکلتا ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا عذاب اولاد کا دکھ ہوتا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ مگر جس کو اللہ رب العزت اس مصیبت میں ڈال دیتا ہے وہ ساری زندگی اس سے نجات نہیں پاتا اور ایسے ہی دکھ وتکلیف میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک صفت ان منافق کی اللہ تعالیٰ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کیونکہ ان کو تمہارے سوا کوئی ٹھکانا دکھائی نہیں دیتا اس لیے یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے رہتے ہیں ورنہ اگر ان کو کوئی ذرا سا سہارا بھی مل جائے تو یہ فوراً تمہاری دوستی اور ایمان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ یہ لوگ صرف ٹھکانے کی مجبوری میں مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ پھر ان کا کام صرف

یہ ہے کہ مسلمانوں پر تنقید کریں جیسا کہ صدقات وخیرات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب ان کو کچھ دے دیں تو خوش ورنہ بہت ناراض ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو بھی ان کو مل جاتا اس پر خوش ہو جاتے مگر یہ تو ان کی فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ یہ مسلمان کی ہی صفت ہے کہ وہ راضی برضا الٰہی ہوتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دے دیا وہ کم ہو یا زیادہ اس پر خوش رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نماز پڑھیں تو خوش دلی، شوق اور پورے دھیان سے۔ زکوٰۃ دیں تو پورے خلوص اور محبت سے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو خوش دلی سے۔ ان تمام کاموں میں سستی کاہلی اور مجبوری کا ہونا منافقت کی نشانی ہے۔ جو بھی کرو اللہ اور رسول کی محبت میں ڈوب کر شوق سے کرو یہی سچے مومن کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''مومن صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر (اس ایمان پر) انہیں کوئی شک نہ رہا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا صرف وہی صادق لوگ ہیں۔'' (الحجرات آیت: 15)

یہ سب کچھ جب ہم پڑھ چکے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ مومن کی زندگی اور منافق کی زندگی میں کتنا واضح فرق ہے اہلِ عرب کا ذکر تو محض سمجھانے کے لیے ہوتا ہے اصل میں تو یہ رہنما اصول تمام دنیا کے ہر دور کے مسلمانوں کے لیے ہوتے ہیں۔ امیر اور صاحبِ اولاد تو مومنین میں بھی بڑے ہوتے ہیں مگر مومنین کے لیے مال اولاد فضل وکرم ثابت ہوتے ہیں جبکہ منافق کے لیے مال و اولاد زحمت اور آزمائش ہوتے ہیں وہ اس طرح کہ مومن اپنے مال اور وقت کو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خرچ کرتا ہے، یعنی اپنے اوپر ماں باپ، بیوی بچے، بہن بھائی، رشتہ دار، دوست احباب، رفاہی کام، غریب محتاج اور ضرورت مند سب کے لیے درجہ بدرجہ خرچ کرتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے بڑے امیر آدمی تھے مگر غزوۂ تبوک میں کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے تین سو اونٹ ایک ہزار سونے کے دینار اسلامی لشکر کے اخراجات کے لیے پیش کر دیے۔ جبکہ منافقین صرف اپنے لیے مال کماتا ہے پھر اس میں اضافہ کے لیے سرتوڑ کوشش کرتا ہے پھر اس جمع شدہ مال کی حفاظت میں سرگرداں اور پریشان رہتا ہے ہر وقت چوری اور ڈکیتی کا خطرہ اس کو بے سکون کیے رہتا ہے۔ تو یوں اس کا مال اس کے لیے وبال بن جاتا ہے۔ اسی طرح نیک آدمی کی اولاد نیک لائق اور شریف ہو گی کیونکہ اس کی پرورش اسلام کے بہترین اصولوں پر کی جاتی ہے وہ معاشرے کے لیے ایک بہترین شہری بن جاتا ہے جبکہ منافق کی اولاد کی تربیت اسلام سے دور خباثت، شرارت، حسد، بغض اور منافقت کے ماحول میں کی جاتی ہے اور وہ والدین اور پورے معاشرے کے لیے ایک بدکردار منافق ہی ثابت ہوتا ہے اور یوں وہ وبال جان بن کر والدین کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآنِ پاک ہمیں راہ نما اصول دیتا ہے، یہ قصہ اور کہانیوں کی کتاب نہیں، اس کو پڑھنا، غور کرنا، عمل کرنا اور دوسروں کو بتانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

زکوٰۃ کے مصارف

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿60﴾

صدقات زکوٰۃ (اور خیرات) تو مفلسوں، محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلوب منظور ہو، غلاموں کے آزاد کرانے، قرض داروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿60﴾

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ منافقین صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ میں سے زیادہ سے زیادہ کی خواہش کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا ہے اور صاف صاف اصول بتا دیے ہیں کہ صدقات وزکوٰۃ کس طرح تقسیم کی جانی چاہیے؟ رب العالمین انسانوں کی تمام مشکلات، پریشانیوں، دقتوں اور مجبوریوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اس کی حکمت ودانائی بے مثال ہے اسی لیے اپنے بندوں کی سہولت اور آسانی کا خیال کرتے ہوئے بہترین اصول نازل فرمائے ہیں تاکہ ان کی مدد ہو جائے۔ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو امیروں کو مشکلات اور بے راہروی سے بچانے کے لیے عائد کی گئی ہے اور غریبوں کی مدد کے لیے ان کو دیا جاتا ہے۔ اس طرح معاشرے میں باہمی ہمدردی اور رواداری کا راستہ نکل آتا ہے لالچ اور بیروزگاری کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کو تقسیم کرنے اور خرچ کرنے کے مصارف بھی بیان فرما دیے تاکہ یہ مال معاشرے کی صحیح تشکیل کے لیے خرچ کیا جائے اور ضائع نہ ہو جائے۔ یہاں ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں اس میں آٹھ قسم کے لوگ آتے ہیں۔

1- فقیر، جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

2- مسکین، یعنی اس کی حاجات پوری نہیں ہو سکتیں۔

3- عامل، یعنی وہ ملازمین جو زکوٰۃ اکٹھی کرنے، حساب کتاب رکھنے اور تقسیم کرنے پر معمور ہوں۔

4- مئولفۃ القلوب، لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے کسی بھی صورت سے ان کی ضروریات پوری کرنے پر۔

5- غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے، یعنی غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے رقم خرچ کی جائے۔

6- ایسے سفید پوش لوگ جو کسی اچانک آفت کا شکار ہو گئے ہوں اور انکی امداد ضروری ہو یا ان پر قرض اتنا ہے جو اپنے روزمرہ خرچ سے ادا نہیں کر سکتے۔

7- اللہ کے کاموں میں مصروف لوگ مثلاً جہاد، رفاع عام وغیرہ۔

8- مسافر جو کسی وجہ سے مجبور ہو جائے اور اس کو رقم کی ضرورت پڑ جائے۔

ان کی تفصیلات وقتاً فوقتاً کی جاتی رہیں گی۔ فی الحال اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ زکوٰۃ موجودہ نظامِ معیشت کا ایک خاص اور بنیادی قانون ہے، یعنی Circulation of Wealth جس کو ہم پیسہ کی گردش کہہ سکتے ہیں۔ زکوٰۃ اسی اصول کو بحال کرنے میں سے ایک اصول ہے اور ارکانِ اسلام کا ایک خاص رکن ہے جو باقی تمام ارکان کی طرح انسان، معاشرہ، ملک اور دنیا کی بہتری اور خوشحالی کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی تاکید قرآنِ پاک میں جگہ جگہ کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔'' (سورۃ البقرہ آیت: 83)

منافقین کا توہین رسالت کا مرتکب ہونا اور ان کا جواب

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿61﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿62﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿63﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص وہ کانوں کا کچا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ وہ کانوں کا کچا ہونا ہی ہے تو تمہاری بھلائی کے لیے ہے وہ اللہ کا اور مومنوں کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔﴿61﴾ مومنو! یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو خوش کر دیں، حالانکہ اگر یہ دل سے مومن ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنا بہت ضروری ہے۔﴿62﴾ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔﴿63﴾

تشریح: ان آیات میں منافقوں کی بدخصلت، بدنیتی اور بداخلاقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ (آپ پر میری جان بھی قربان) کی صفات، بلند کرداری، حسنِ سیرت اور عفو و درگزر کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہاں منافقین اور کہاں رسول اللہ ﷺ؟ اس لیے منافقین کے انجام کا ذکر عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور جہنم کی بڑھکتی ہوئی آگ سے کیا گیا ہے۔ اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ٹھکانا ملے گا۔ اگلی آیات بھی انہی کے بارے میں ہیں۔

منافقوں کی دل لگی اور بہانے

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا

تَحْذَرُوْنَ﴿64﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُوْنَ﴿65﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً
بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴿66﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ ع 7/14
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴿67﴾ وَعَدَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴿68﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ
خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿69﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴿70﴾

منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (مسلمانوں) پر کہیں کوئی ایسی سورت نہ اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو مسلمانوں پر ظاہر کر دے
کہہ دو کہ ہنسی کیے جاؤ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔﴿64﴾ اور اگر تم ان سے اس بارے میں دریافت کرو
تو ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور ہنسی مذاق کرتے تھے کہو کہ کیا تم اللہ اس کے رسول اور اللہ کی آیتوں سے ہنسی مذاق
کرتے تھے۔﴿65﴾ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری
جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں۔﴿66﴾ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کی طرح ہیں کہ برے کام کرنے
کو کہتے نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کیے رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا
بیشک منافق نافرمان ہیں۔﴿67﴾ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ
ہمیشہ جلتے رہیں گے وہی ان کے لائق ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے۔﴿68﴾ تم (منافق
لوگ) ان لوگوں کی طرح ہو، جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ وہ تم سے بہت طاقتور اور مال و اولاد میں کہیں زیادہ تھے تو وہ اپنے حصے کا
مزہ لوٹ چکے سو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اسی طرح تم نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھالیا اور جس
طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔﴿69﴾
کیا ان لوگوں کو ان لوگوں کے حالات کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے، یعنی قوم نوح، عاد اور ثمود کی قوم اور ابراہیم کی قوم اور مدین
والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے۔ ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے لے کر آئے اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے
آپ پر ظلم کرتے تھے۔﴿70﴾

تشریح: یہ منافقین جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے مقبول ترین پیغمبر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کے حالات اور واقعات سے باخبر کر دیتا ہے۔ پھر بھی اپنی منافقت، بدعہدی اور جھوٹ سے باز نہ آتے تھے۔ اور ہر وقت کسی نہ کسی طرح سازشوں میں لگے رہتے تھے۔ اللہ واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ تم باز آ جاؤ تم کچھ بھی چھپا نہیں سکتے سب کچھ تمہارا کیا ہوا تمہارے سامنے آ جائے گا۔ پھر نوید سنائی گئی کہ تم میں سے کچھ ایسے کم گناہ گار ہیں ان کو تو شاید اللہ معاف فرما دے مگر جو حد سے گزر چکے ہیں وہ ہرگز سزا سے بچ نہ پائیں گے۔ پھر ان تمام منافقین کے بارے میں ارشاد ہے کہ عورتیں اور مرد سب بدترین انسان ہیں یہ اللہ کو بھلا چکے ہیں اس لیے یہ سب اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں اور ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے یہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ منافقین کو پھر ان لوگوں کی مثال دی گئی ہے جو ان سے پہلے تھے کہ کس طرح ان کو ان کے اعمال بد کی سزا میں نیست و نابود کر دیا گیا۔ ان کی ہدایت کے لیے نبی بھیجے گئے مگر انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ انہوں نے ہدایت کی راہ اختیار نہ کی تو پھر ان کو سزا تو ملنی ہی تھی اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ تو مہربان ہے اور رسول اللہ ﷺ تو مجسمہ رحمت تھے ان کی عظمت کس سے پوشیدہ ہے وہ تو اللہ کے محبوب اور مقبول ترین رسول ہیں۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کہ یارسول اللہ ﷺ! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (صحیح مسلم)

آپ ﷺ ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ سلگائی، پھر جب اس آگ نے اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو پتنگے اور آگ میں گرنے والے کیڑے اس آگ میں گرنے لگے، وہ شخص انہیں کھینچ کر باہر نکالنے لگا مگر وہ اس پر غالب آنے لگے اور اس آگ میں گرتے رہے۔ پس میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہو کہ اس میں گرے پڑ رہے ہو۔'' (صحیح بخاری)

یہی حال ان منافقین کا اور آج کے منافقین کا ہے۔ کہ سب کچھ جان کر بھی آگ کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ جو اللہ کے پرہیزگار اور فرمانبردار بندے ہیں وہ دنیا میں بھی خوش اور آخرت میں بھی خوش۔

مؤمنوں کی تعریف اور ان کا انعام

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿71﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

ع 9 6 15

وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿72﴾

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں۔ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔﴿71﴾ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغات کا وعدہ دیا ہے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان می وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور بہترین باغات میں نفیس مکانات کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔﴿72﴾

تشریح: ان آیات میں مومن مرد اور مومن عورت کی صفات بتائی گئی ہیں جو کہ ویسے تو بے شمار ہیں مگر یہاں ان کو جمع کر کے پانچ صفات میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلی یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہیں ان میں باہمی محبت اور خلوص ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ نیک فطرت ہوتے ہیں نیک کام کرتے ہیں نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں، برے کام سے بچتے ہیں اور برا کام کرنے سے منع بھی کرتے ہیں۔ تیسری نماز قائم کرتے ہیں چوتھی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ پانچویں اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں۔ ان پانچ خوبیوں میں مومن کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مومن اپنے ایمان کی وجہ سے کس قدر مضبوط اور پاکیزہ انسان بن جاتا ہے۔ اس وجہ سے صحراؤں میں رہنے والے عربوں نے ایمان لانے کے بعد نہ صرف یہ کہ دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کیا بلکہ نئی طرز کی سلطنت قائم کر کے دکھائی۔ دنیا کے پورے نظام کو سنوار دیا حکومت کے بہترین قوانین اور اصول بنائے۔ اصلاحات کیں اور پھر ایک مثالی نظامِ حکومت خلافتِ راشدہ کی شکل میں پیش کیا۔ ایسے ہی بہترین انسانوں کو اللہ نے مومن مرد اور مومن عورت قرار دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ ہوتے ہیں ان لوگوں پر اللہ نے رحم و کرم اور فضل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہی اللہ کی حکمت ہے کہ کیسے اس نے دنیا بنائی، انسان بنائے، ہدایت کے لیے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار اعلان فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتوں کو دنیا میں جو بھلائی ملے گی وہ تو علیحدہ ہے آخرت میں ہمیشہ کی زندگی میں ان کو بہترین محلات، بہترین باغات، غرض ہر قسم کی آسائش اور آرام سے بھری ہوئی زندگیاں ملیں گی اور پھر ان کی خاص بات یہ ہوگی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملیں گی جبکہ دنیا کا عیش و آرام اور زندگی بالکل عارضی ہے ضرور ہی ختم ہونے والی ہے۔ اور پھر آخر میں فرمایا کہ اللہ کی رضا حاصل کر لینا تو سب سے بڑی نعمت ہے اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں داخل کر دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کیا تم اب خوش ہو؟ وہ جواب دیں گے۔ پروردگار! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں یہاں پر ہر طرح کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت نہ عطا کروں؟ جنتی تعجب سے پوچھیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور

کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتار رہا ہوں اور آج کے بعد کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح بخاری، کتاب التوحید)

کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ''اے مطمئن روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔'' (الفجر آیات: 27-30)

یہ آیات تمام دنیا کے مومن مرد اور تمام دنیا کی مومن عورتوں کے لیے ہیں۔ سب کو چاہیے غور سے پڑھیں، سمجھیں خود عمل کریں اور دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کریں۔ اسی میں بھلائی اور نجات ہے اور یہی مومن کی شان ہے۔

منافقوں پر سختی اور جبر

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿73﴾
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ
وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿74﴾

اے نبی! کفار اور منافقین کا پوری طرح مقابلہ کرو اور ان سے سختی سے پیش آؤ، آخر کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (73)
یہ لوگ اللہ کی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جو وہ کر نہ سکے اور یہ سب اس چیز کا بدلہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا۔ اب اگر یہ اپنی اس روش سے باز آ جائیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو بڑا دردناک عذاب دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی یا مددگار ہو۔ (74)

تشریح: ان آیات میں بڑی اہم ہدایات دی جا رہی ہیں وہ یہ ہیں پورے نو سال منافقین کو اپنا رویہ تبدیل کرنے کی مہلت دی گئی جس کی وجہ بیرونی دشمنوں سے نمٹنا بھی تھا۔ لیکن جب مسلمان مضبوط ہو گئے تو پھر حکم ہوا کہ اب مسلم آبادی کو مشرکین و منافقین کی ملاوٹ سے پاک کیا جائے تاکہ اندرونی دشمن کی سازشوں اور شرارتوں سے ریاست کو محفوظ کیا جائے یہ بیرونی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، اس لیے ان سے باقاعدہ اور ہر طرح سے نمٹا جائے ان کو خوب اچھی طرح ہر مسلم شہری یہ احساس دلا دے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کو ہر طرح ذلیل و خوار اور بےکار مخلوق ثابت کر کے ان کا اچھی طرح قلع قمع کیا جائے کیونکہ ملکی سلامتی کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اس طرح معاشرہ پاک صاف اور پرامن ہو سکتا ہے۔ ملکی سلامتی اور ترقی کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔ پھر یہ بتایا گیا کہ کفار و منافقین کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بے حد برا ٹھکانا ہے۔ پھر یہ توہین رسالت کے مرتکب ہیں

اکثر و بیشتر مسلمانوں کو برا بھلا کہتے، نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتے، ہنسی مذاق کرتے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں بناتے اور جب ان کو پتہ چلتا کہ نبی اکرم ﷺ کو ان کے منافق ہونے کا یا مرتد ہونے کا علم ہو گیا ہے یا اس منصوبے کا پتہ چل گیا ہے جو وہ اکثر بناتے رہتے جیسا کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ان لوگوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی خبر وحی کے ذریعہ سے کر دی گئی اور یہ لوگ ناکام ہو گئے تو جب ان کی شرارتیں ظاہر ہو جائیں تو سچا بننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلاتے۔ ان لوگوں کو اس بات پر ذرا بھی شرم نہ آتی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ان کی مالی حالت کتنی اچھی ہو گئی ہے۔ اسلام کی وجہ سے مدینہ میں ہر طرح خوشحالی اور فارغ البالی آ گئی تھی یہ لوگ بھی امیر ہو گئے تھے۔ ایک معمولی قصبہ تمام عرب کا دار الخلافہ بن چکا تھا۔ تو اللہ رب العزت ان مشرک لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر تو یہ سچے دل سے شرارتوں سے باز آ جائیں تو یہ خود ان کے لیے اچھا ہے ورنہ یہ بے یار و مددگار دنیا میں بھی خوار ہوں گے اور آخرت میں بھی اللہ نے ان کو دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے، جو ان کو مل کر رہے گا۔

منافقوں کا زکوٰۃ کو تاوان سمجھنا

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝۷۵ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝۷۶ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ۝۷۷ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۝۷۸ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝۷۹

اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنی مہربانی سے مال عطا کرے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے۔ (75) لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو مال دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور اپنے عہد سے پھر گئے۔ (76) تو اللہ نے اس کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس دن تک کے لیے کہ جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے یہ اس لیے کہ جو وعدہ انہوں نے اللہ سے کیا تھا اس سے پھر گئے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ (77) کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور مشوروں سے واقف ہے اور یہ بھی کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔ (78) جو مال دار مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو غریب صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں اور تھوڑی سی کمائی میں سے خیرات بھی کرتے ہیں خرچ بھی کرتے ہیں ان پر منافق لوگ ہنسی مذاق کرتے ہیں جبکہ اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے۔ (79)

تشریح: ان آیات میں بھی منافقین مشرکین اور کفار کی بدعہدی شرارتوں خباثتوں اور نالائقیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر ان کی مغفرت نہ ہونے اور ان کے دلوں کی ہمیشہ کے لیے منافقت میں ڈوبے رہنے اور بالآخر روز قیامت ان کی سزا اور بدترین عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب اسی لیے کہ وہ ہر دفعہ ہر موقع پر بدعہدی کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے اور اللہ و رسول ﷺ سے کفر کرتے تھے۔

منافقین کی کوئی بخشش نہیں

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
ع 10/8/16 كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿80﴾

آپ ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔﴿80﴾

تشریح: غزوہ تبوک کے بعد عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو رسول کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور اس کی منافقانہ حرکتیں یاد دلائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ بخشش مانگو یا نہ مانگو بعد میں ان کی نماز جنازہ سے منع کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

اس کے بعد اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ اگر ستر مرتبہ بھی آپ ان لوگوں کے لیے بخشش مانگیں تو بھی میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔ کیونکہ ان کا کفر، شرک، منافقت اور بدعہدی اتنی بری عادتیں ہیں کہ اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو ہرگز معاف نہ کریگا اور نہ ہی نیکی کی ہدایت دے گا۔ نفاق ان کی طبیعتوں میں اس قدر رچ بس گیا ہے کہ اب اس کا ختم ہونا ممکن نہیں۔ غرض منافقت دل، کردار اور اخلاق کی بدترین بیماری ہے۔ اللہ ہمیں اس بدترین بیماری سے محفوظ رکھے اور ایسے بدترین انسان کی دوستی سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین۔

منافق کی پہچان اور ان سے قطع تعلق

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿81﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿82﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ

مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿83﴾

جو لوگ (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہ گئے وہ اللہ کے رسول کی مرضی کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس کام کو پسند نہ کیا کہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور دوسروں کو بھی کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا، ان سے کہہ دو کہ دوزخ کی آگ! اس سے کہیں زیادہ گرم ہوگی کاش! یہ (اس بات کو) سمجھتے ﴿81﴾ انہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کا بدلہ یہی ہے ﴿82﴾ پھر اگر اللہ آپ کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دینا کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہیں چلو گے اور نہ میرے مددگار بن کر دشمن سے لڑائی کرو گے۔ تم پہلی دفعہ پیچھے بیٹھ رہنے میں خوش ہوئے تو اب بھی پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو ﴿83﴾

تشریح: پچھلی آیات سے منافقین کا سلسلہ چل رہا ہے یہاں بھی انہی کا ذکر ہے اور اسلامی فوج کو یہ نکتہ سمجھایا جا رہا ہے کہ منافقین سے مدد لینا بڑی حماقت ہے کیونکہ یہ لوگ اوپر سے کچھ اندر سے کچھ ہوتے ہیں یہ بیرونی دشمن سے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں اس لیے اپنی فوج کو ان سے ہوشیار رہنے کی اور آپس میں متحد رہنے کی پوری ٹریننگ دو کیونکہ یہ نہ تو مخلص ہیں اور نہ ہی جہاد کی تکلیف برداشت کر سکتے ہیں غزوۂ تبوک کا واقعہ ہو چکا ہے بلکہ یہ تو دوسروں کو بھی ترغیب دیتے رہے کہ بھئی اتنی گرمی ہے مت نکلو جہاد کے لئے۔ ان لوگوں کو کیا معلوم کہ اطاعتِ رسول ﷺ اور محبتِ الٰہی میں جان و مال خرچ کرنا کس قدر فائدہ مند ہے اور اس دنیائے فانی کا عیش و آرام کس قدر بے کار اور فضول ہے۔ یہ جہاد کی فضیلت کو کیا جانیں۔ یہ لوگ تو اگر کبھی جہاد میں شامل ہونا بھی چاہئیں تو ہرگز ان کو شامل مت کرو بلکہ اپنی تنظیم کو اس قدر مضبوط بنا لو کہ کسی بھی طور یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل نہ ہونے پائیں۔ ان کو صاف صاف بتا دو کہ ہمیں تم جیسوں کی نہ مدد چاہیے نہ مال چاہیے، ہنسو کھیلو کیونکہ آخرت میں تمہارے بداعمال کا بدلہ تمہیں اتنا دردناک دیا جائے گا کہ ساری زندگی روتے رہو گے اور پھر وہ زندگی نہ ختم ہوگی نہ عذاب سے نجات ملے گی۔ مال اور جان سے جہاد کی فضیلت یہ کیا جانیں۔ اللہ فرماتا ہے:

''بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس وہ مارتے ہیں اور مرتے (شہید ہوتے) ہیں۔'' (التوبہ، آیت: 111)

شہادت کا درجہ اتنا بلند ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہوتی ہے کہ اسے موت کی تکلیف نہیں ہوتی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شہید کو قتل ہونے سے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی یا مچھر کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔'' (جامع ترمذی، ابواب فضائل الجہاد)

شہید کی نشانی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تم لوگ ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔'' (البقرہ، آیت: 154)

پھر ایک جگہ اور فرمایا: ''اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی یہ ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (آل عمران، آیت: 157)

وہ لوگ جو منافق ہیں وہ اللہ کے ایسے مقبول ترین لوگوں کے درجات اور انعامات کا سوچ بھی نہیں سکتے ان لوگوں کی تو یہی تمنا ہوتی ہے کہ دنیا میں مال و دولت کیسے اکٹھا کیا جائے اور دنیا میں عیش و آرام کس طرح کیا جائے اور بس وہ کیا جانیں آخرت کو اور جہاد کو، جہاد کی فضیلتوں کو۔ بلکہ وہ تو ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کس طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے ان کی سمجھ بس یہیں تک محدود ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے نصیحت کر دی گئی کہ کبھی بھی منافقین اور شریر لوگوں پر اعتبار نہ کرو اور ان کی طرف سے ہمیشہ ہوشیار، خبردار رہو۔ کوشش کرو اور ان کو اپنے حساس محکموں سے بہت دور رکھو۔ یہ تمہارے دشمن ہیں اور اللہ کے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

منافقوں کی نماز جنازہ کی ممانعت

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿84﴾

اور (اے پیغمبر ﷺ!) ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہونا یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور اسی حالت میں مر گئے۔ ﴿84﴾

تشریح: یہاں فاسقوں سے نفرت کا اظہار اللہ رب العزت یوں کرتے ہیں کہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو منع فرما دیا کہ نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھاؤ نہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔ اصل میں عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص صحابی تھا اور اس کا نام بھی عبداللہ تھا جو کہ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سفارش کی کہ باپ کی مغفرت کے لیے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ آپ ﷺ نے مروت میں نماز پڑھا دی تو اللہ رب العزت نے سختی سے منع کر دیا۔ اس لیے آئندہ کے لیے حکم ہو گیا کہ فاسق کے مرنے پر اس کے رشتہ دار عزیز نماز پڑھا سکتے ہیں مگر آپ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔

بہانے تراشنے والے منافق

وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿85﴾ وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿86﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿87﴾

انکے مال اور اولاد آپکو تعجب میں نہ ڈال دیں (ان چیزوں سے) اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب کرے اور جب ان کی جان نکلے تو اس وقت بھی یہ کافر ہی ہوں۔﴿85﴾ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول کے ساتھ ملکر لڑائی کرو تو ان کے دولت مند لوگ آپ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ جو بیٹھنے والے ہیں ہم بھی انکے ساتھ رہیں گے۔﴿86﴾ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ یہ پیچھے رہنے والی عورتوں کیساتھ رہ جائیں انکے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔﴿87﴾

تشریح: اللہ کے حضور میں منافق و فاسق انتہائی ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کی راہ کو چھوڑ کر شیطان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ کفر و شرک اور منافقت کی اتنی گہری تہہ انکے دلوں پر جم گئی ہے کہ اب وہ گہری ہی ہوتی چلی جائے گی کم نہ ہوگی۔ اسی لیے اللہ نے کہا ہے کہ انکے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اب وہ نیکی اور ایمان قبول ہی نہیں کر سکتے۔

مجاہد مؤمن اور عذر سے پیچھے رہنے والے

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿88﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿89﴾ ع 11/9/17

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿90﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿91﴾ وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿92﴾

لیکن پیغمبر اور جو لوگ ان کے ساتھ اسلام لائے سب اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے انہی لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔﴿88﴾ اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔﴿89﴾ اور صحرائی لوگوں میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے کہ انہیں بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ جھوٹ بولا وہ گھر میں بیٹھ رہے تو جو لوگ ان میں سے کافر ہوئے ہیں ان کو دردناک عذاب ملے گا۔﴿90﴾ نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے نہ بیماروں پر اور نہ ان پر کہ جن کے پاس جہاد میں شریک ہونے کے لیے رقم موجود نہیں جبکہ دل سے وہ

اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ مخلص ہوں۔ نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(91) اور نہ ان (بے سروسامان لوگوں) پر الزام ہے کہ جو آپ کے پاس سواری لینے کے لیے آئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس تمہارے لیے سواری کا بندوبست نہیں۔ تو وہ لوٹ گئے اور اس دکھ سے کہ انکے پاس خرچ موجود نہ تھا۔ انکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(92)

تشریح: ان آیات میں تشریح کردی گئی ہے کہ جہاد میں شامل نہ ہونے کے لیے کون کونسی صورتیں ہیں اور جو لوگ ایمان لائے مال و جان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں جہاد کیا ایسے ہی لوگ اللہ کے پسندیدہ ہیں ایسے ہی لوگوں کو دنیا و آخرت میں بھلائیوں کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اللہ رب العزت اعلان کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں بہترین باغات اور پرسکون پرآسائش ٹھکانے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جہاد سے چھوٹ صرف عورتوں، بچوں، بیماروں اور ان لوگوں کو ہے جن کی جسمانی حالت ٹھیک نہ ہو۔ لیکن جھوٹ بول کر اپنے آپ کو جہاد کے قابل ظاہر نہ کرنا انتہائی گناہ اور شرم کی بات ہے ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ پھر کچھ ان دیہاتی لوگوں کا ذکر ہے کہ جو جہاد میں شرکت کے لیے آئے مگر ان میں کچھ تو نابینا، بیمار اور معذور تھے مگر شوقِ شہادت میں آگئے ان کو تو منع کر دیا گیا اور کچھ ایسے تھے کہ جو مالی لحاظ سے کمزور تھے سواری کا بندوبست نہ کر سکتے تھے تو ان کو بھی شرکت کا موقع نہ مل سکا، لہٰذا وہ روتے ہوئے مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔ ان کی نیتیں صاف اور یہ پکے مومن تھے مگر مجبوری کی بنا پر جہاد میں شامل نہ ہو سکے تو ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور ان کو اللہ معاف کر دے گا۔ بلکہ ان کی خلوص نیت کا اجر تو ان کو اللہ کی خوشنودی کی صورت میں ضرور مل جائے گا، البتہ وہ لوگ اللہ کے عتاب سے ہرگز نہ بچ سکیں گے جو جان بوجھ کر جہاد میں شامل نہ ہوں۔

سزا کے قابل لوگ

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (93)

الزام تو ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور پھر آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں (اس بات سے) خوش ہیں (کہ پیچھے رہ جانیوالی عورتوں) کے ساتھ گھروں میں بیٹھ رہیں اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے، پس وہ سمجھتے ہی نہیں(93)

تشریح: یہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ وبال تو صرف ان لوگوں پر ہے جو جان بوجھ کر جہاد میں شامل نہ ہوئے اور عورتوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھ گئے۔

تعارف ومقاصد "بیت القرآن"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان بنایا ہے۔ جس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ سورة القمر آیت 17

''اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان بنادیا ہے، پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے۔؟''

اب اسے ہر انسان تک پہنچانا اور اسکے متعلق اس تاثر کو دور کرنا کہ یہ بہت مشکل کتاب ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے "بیت القرآن" کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1 : قرآن مجید کے ترجمہ کو آسان فہم بنانے کی کوشش کرنا۔

2 : قرآنی تعلیمات پر مبنی ایسی عام فہم کتب کی اشاعت کرنا جن سے قرآن فہمی میں مدد ملے۔

3 : قرآنی گرامر کو آسان تر بنانے کی کوشش کرنا۔

4 : قرآن مجید سے متعلقہ موضوعات پر مختلف سیمینارز منعقد کرانا۔

5 : قرآن فہمی کیلئے شارٹ کورسز کا انعقاد کرانا اور ان میں گرامر کے بغیر صرف علامات کے ذریعے قرآن مجید کا ترجمہ سکھانا۔

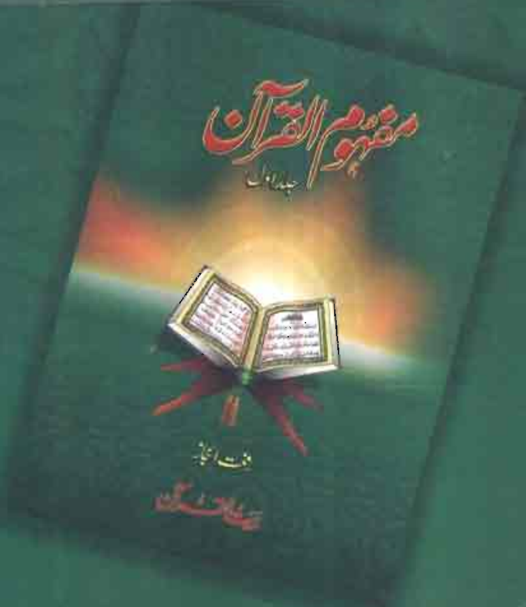
6 : قرآن فہمی کے لیے ٹیچر ٹریننگ کورسز منعقد کرانا۔

7 : انٹرنیٹ کے ذریعے فہم قرآن میں مدد دینا۔ (www.bait-ul-quran.org)

8 : عامۃ المسلمین کو احکام الٰہی کے مطابق اپنے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ سے عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ ﷺ کی مسنون زندگی کو اپنانے اور اس کی سیرت کو دنیا پر غالب کرنے کی کوشش کرنا۔

آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو سکتے ہیں اور جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ "بیت القرآن" کی مطبوعہ کتب خرید کر عوام الناس میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

الداعی الی الخیر: "بیت القرآن" لاہور، پاکستان



BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاھور - پاکستان